

زندگی کی شخصیت

اہل سنت کی نظر میں

ناہیوں کے ۱۲ شبہات کے جوابات
از

محقق افسر شیخ الحدیث مولانا محمد عبدالرشید نعمانی مدظلہ العالی

ناشر
ڈاکٹر محمد عبدالرحمن غصنفّر

مؤسس و مدیر

الرحیمہ کی دہلی

۷/۷، اکرام آباد، عظیم گنج، لیاقت آباد، کراچی ۷۵۹۰۰

فون: ۳۹۱۳۹۱۶

بسم الرحمن الرحيم

تلاوت لیل و نایط روان
۱۳۵۹
تلاوت لیل و نایط روان
۱۳۵۹

یزید کی شخصیت

اہل سنت کی نظر میں

نامبیوں کے ۱۲ شبہات کے جوابات
از

محقق اہل سنت مولانا محمد عبدالرشید عثمانی قزوینی

ناشر
ڈاکٹر محمد عبدالرحمن عصفری

مفتیس و متحدہ

التحقیق کی دلیلی

۷/۷ اکرام آباد، کلکتہ، لیاقت آباد، کراچی ۷۵۹۰۰

فون: ۲۹۱۳۹۱۶

جملہ حقوق طباعت و اشاعت، تمام و کمال بنام الزحیم اکیڈمی محفوظ ہیں
اس کتاب کے کسی بھی حصے کی فوٹو کاپی، مسکنگ اور کسی بھی قسم کی اشاعت ادارہ کی
تحریری اجازت کے بغیر نہیں کی جاسکتی ہے۔

نام کتاب: یزید کی شخصیت اہل سنت کی نظر میں

تالیف: محقق العصر مولانا محمد عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: ڈاکٹر محمد عبدالرحمن غفصن

موسس و مدیر: الزحیم اکیڈمی، ۱۰/۷/۷۷، اکرام آباد، عظیم عمر لیاقت آباد کراچی 75900

نیلیفون: 4913916

مطبع: قریشی آرٹ پرنٹنگ پریس ناظم آباد کراچی

اشاعت بار اول: ۱۳۰۲ھ تا اشاعت ہار ششم: ۱۳۲۵ھ
۱۹۸۲ء ۲۰۰۴ء

تعداد: ۱۰۰۰ = قیمت: ۶۰/- روپے



- ۱۔ مکتبہ اہل سنت و جماعت، کراچی ۱۹
- ۲۔ زم زم پبلشرز اردو بازار کراچی
- ۳۔ اسلامی کتب خانہ، علامہ بخاری ٹاؤن، کراچی
- ۴۔ ادارۃ الاولیاء، علامہ بخاری ٹاؤن، کراچی
- ۵۔ مکتبہ قاسمیہ، علامہ بخاری ٹاؤن، کراچی
- ۶۔ علمی کتب گھرانہ بازار، کراچی
- ۷۔ مکتبہ بخاریہ، علامہ بخاری ٹاؤن، کراچی
- ۸۔ ادارۃ اسلامیات، اگراگلی لاہور
- ۹۔ مکتبہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی
- ۱۰۔ مکتبہ مجیدیہ، مکتان
- ۱۱۔ مکتبہ قاسمیہ، مکتبہ سید احمد شہید، مارو بازار، لاہور
- ۱۲۔ مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، بلوچستان
- ۱۳۔ مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ، بلوچستان
- ۱۴۔ مکتبہ تبلیغ و اصلاح، حیدر آباد سندھ
- ۱۵۔ ادارۃ اکیڈمی حیدر آباد سندھ
- ۱۶۔ مکتبہ تبلیغ و اصلاح، حیدر آباد سندھ
- ۱۷۔ بیت الکتاب، گلشن اقبال، کراچی
- ۱۸۔ دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی

فہرست مضامین

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۳۰	نامہ بیویوں کی شبہات کے تفصیلی جواب	۱۱	اہل سنت کے لیے لمحہ فکریہ
۳۰	پہلے شبہ کا تفصیلی جواب	۱۶	دیباجہ
۳۰	غزوہ قسطنطنیہ میں یزید کی شرکت کی بابت دو مدیشیں۔		استفتاء کے سوالات مناسی کی کتاب سے منقول ہیں
	مستفتی اگر دوسری حدیث پر غور کرتے تو سرے سے شبہ ہی پیدا نہ ہوتا	۲۰	استفتاء
۳۱	کسی اہل خیر پر بشارت کا یہ مطالبہ نہیں کہ اس عمل کے بعد ابلیس کی گلی چھٹی ہے	۲۶	استفتاء کا اجمالی جواب
۳۱	کسی شخص کا نام لے کر اسے جنتی کہنا اور باجے اور کسی عمل خیر پر مغفرت کی بشارت دینا الگ چیز ہے	۲۶	اہل عدل سے محبت رکھنا اور اہل جور سے بغض رکھنا اہل سنت کا طریقہ ہے
۳۱	یزید کا نام لے کر اس کو جنت کی بشارت نہیں دی جاتی۔	۲۶	حضور علیہ السلام کے اصحاب، اولاد اور فدائیت کے بارے میں اچھی رائے لکھنے والا نفاذی سے بڑی ہے
۳۳	حافظ ابن کثیر کی تصریح کہ یزید کا اعتقاد مرجیہ کا ساتھ جو ایک گمراہ فرقہ ہے۔	۲۷	حضرت فاطمہ جنتی مورتوں کی مزار میں اور حضرت حسنین جو انان جنت کے یزید سے نفرت کرنا ایمان کا مقتضی ہے
۳۳	شیعان امویہ کا مذہب	۲۸	یزید کے بُرے کرتوتوں کی تفصیل شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے قلم سے
۳۳	یزید جہاد قسطنطنیہ میں شرکت کے لئے تیار نہ تھا۔	۲۸	شاہ ولی اللہ صاحب کی تصریح کہ یزید داعی مفلون تھا اور منافق تھا یا فاسق

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
	۳۴ "مدینہ قیصر سے حدیث میں	۳۴	یزید کا جہاد میں روم کا مذاق اڑانا
۴۶	۳۴ فلسطینیہ نہیں بلکہ "معص" مرا ہے	۳۴	حضرت سعادیہ کا بالجبر اس کو جہاد پر روانہ کرنا
	"صحیح بخاری" میں یزید کی مذمت		یزید نے زما خلافت سنبھالتے ہی بحری اور
۴۷	۳۶ میں حدیثیں۔	۳۶	سمرانی جہاد کو ختم کرنے کا حکم دے دیا
	۳۶ پہلی حدیث		"سیدنا یزید" کے مؤلف کی شرمناک
	۳۶ حضرت ابو ہریرہ کا دور یزید سے		حاشیہ آرائی۔
۴۹	۴۹ پناہ مانگنا		بالفرض یزید جہاد فلسطینیہ میں دل سے
	۴۹ یزید کی مذمت میں "صحیح بخاری"		شریک ہوا تو اس غزوہ تک جو گناہ اس نے
۴۹	۴۹ کی دوسری حدیث		کیے تھماں کی مغفرت کی امید تو کی جا سکتی
	۴۷ امت کی تباہی قریش کے چند	۴۷	سے نہ کہ آئندہ ہونے والے جرائم کی بخشش
۵۱	۴۸ بے وقوف لوٹنوں کے ہاتھوں ہوگی	۴۸	شاہ ولی اللہ کی تقریر اس باب میں
۵۱	۵۱ لوٹنوں کی حکومت کی کیفیت		یزید نے بعد کو ایسے کام کیے جو لعنت
۵۲	۵۲ شمر کا اطاعت یزید کے سلسلہ میں	۵۲	کے موجب تھے۔
	۵۲ امت کو تباہ کرے۔ اے لوٹنوں		حدیث میں جن چہ افراد کو لعنتی بتایا گیا ہے،
۵۲	۵۲ میں یزید سر فہرست ہے۔	۵۲	ان میں یزید شامل تھا۔
	۵۲ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت		جہاد فلسطینیہ میں شرکت کے بعد یزید
۵۳	۵۳ کہ ان لوٹنوں سے دور رہ جائے	۵۳	کے مظالم کی تفصیل امام ابی حزم کی زبانی
۵۴	۵۴ صحابہ و تابعین کا اس ہدایت پر عمل	۵۴	خلاصہ بحث
۵۴	۵۴ مروان کا ان مفسد لوٹنوں پر لعنت		یزید جیسے فاسق کی سرکردگی میں بھی جہاد
۵۵	۵۵ یزید کے بھی صحابہ و تابعین پر مظالم	۵۵	ہو سکتا ہے

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
	یزیدی گورنر کا حضرت ابو شریعہ	۵۳	تیسری روایت
۶۲	کے سامنے اپنی علمیت بگھارنا۔		یزید کی ولی عہدی کے سلسلے میں مروان
۶۲	اس گورنر کے بارے میں ابن حزم کا فیصلہ		کی حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر کی جناب میں
	حضرت ابن زبیر کے خلاف گورنر یزید	۵۶	گستاخی و افتراء پر دازی۔
	عروا شدق کی ہرزہ سرائی قابل		حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر کامروان کو
۶۳	قبول نہیں۔۔	۵۷	پرسہ منبر ٹوٹا۔
	حضرت ابن زبیر کے فضائل حضرت	۵۸	حضرت عائشہ کامروان کو جھوٹا کہنا
۶۵	ابی عباس کی زبانی۔	۵۸	مروان کی حضرت عائشہ سے سخت کلامی
	حضرت عثمانؓ نے جن حضرات کو		حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر، حضرت عائشہ
	کتا بکتے آئے پر مامور کیا ان میں	۵۸	والوصفیان سے انفسل ہیں۔
۶۶	ابن زبیر بھی ہیں۔		حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر کا حضرت عائشہ
	حضرت ابن زبیر کے فضائل احادیث	۵۹	کی رقم کو واپس کر دینا۔
۶۶	کی روشنی میں۔		یزید کا گورنر مدینہ کو اس لیے عزول کر دینا
۶۶	یزیدی گورنر عروا شدق کی نعمت حدیث میں		کو اس نے حضرت بنو حضرت ابن زبیر کے
	کر بلا کے دن بنی امیہ نے اپنے	۶۰	سمجھتی کیوں نہیں کی۔
۶۶	دیبا کو ذبح کر کے رکھ دیا۔		مروان کا گورنر مدینہ کو مشورہ دینا کہ
۶۶	پانچویں حدیث۔		حضرت حسین و ابن زبیر و ابن عمر اگر
	قربت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا	۶۰	بیعت نہ کریں تو ان کو قتل کر دیا جائے۔
۷۰	پاس و لحاظ۔		حضرت ابو شریعہ کا گورنر مدینہ کو حرم الہی
	ابن زیاد بد نہاد کی حضرت حسینؓ	۶۰	پر فوج کشی سے منع کرنا۔
۷۱	کے سر اقدس کے ساتھ گستاخی۔	۶۱	چونہی حدیث

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
	ناصبیوں کا یہ عقیدہ کہ خلفاء	۷۴	یزید کی شقاوت
۸۸	حساب و عذاب سے بڑی ہیں		ابن زیاد بد نہاد کا صحابہ کے ساتھ
۹۰	دوسرا شبہ اور اس کا جواب	۷۵	گستاخانہ طرز عمل۔
۹۱	صحابہ یزید کے درباری نہ تھے۔		حضرت معقل بن یسار کا اس کو
۹۳	سید افضیوں کی طرح کا شبہ ہے	۷۵	نصیحت نہ دینا۔
	کیا یزید کے ظلم و ستم میں کبھی کوئی		ابن زیاد کی حضرت عبداللہ بن غفل
۹۴	صحابی شریک ہوا ہے ؟	۷۷	کے ساتھ گستاخی۔
۹۸	تیسرا شبہ		ابن زیاد کی حضرت عائد بن عمرو
	یزید کی برأت کے بارے میں محمد بن حنفیہ	۷۸	کے ساتھ بد تمیزی۔
۹۸	کی روایت قابل اعتماد نہیں ہے	۷۹	ابن زیاد کا حضرت ابوہریرہ کا مذاق اڑانا
۹۸	”مفتی“ کا غلط حوالہ	۸۰	ابن زیاد بد نہاد تھا۔
	یہ جاہل گردوں کا عقیدہ ہے کہ	۸۱	یزید کی مدینہ نبوی پر فوج کشی۔
۹۸	یزید خلیفہ راشد تھا۔		واقعہ حرہ کے بارے میں آنحضرت
	خلافت نبوت جیسا کہ حدیث میں	۸۲	صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیشین گوئی
۹۸	تصریح ہے تینوں ہی پھر لو کہیں گے۔		چھٹی حدیث۔
	ائمہ مسلمین میں سے کسی کا یہ عقیدہ نہیں کہ	۸۳	حرہ کے مظالم کی تفصیل۔
۹۹	یزید عادل تھا اور حق تعالیٰ کا مطیع	۸۵	حرم مکہ کا محاصرہ اور اس پر گولہ باری
	حافظ ابی شریک تصریح یزید کے	۸۶	یزید کا انعام بد۔
۹۹	فسق کے بارے میں	۸۷	خود فیصلہ نہ کیجئے۔
	محمد بن حنفیہ کی اس مضمون پر اس		امام سیوطی اور علامہ تفتازانی کا
۱۰۲	افسانہ کا ذکر دوسری کتابوں میں نہیں	۸۸	یزید پر لعنت کرنا۔

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۱۲	نامہ صبیحہ کا امام ابن حجر کورافضی بتانا محض جھوٹ ہے۔	۱۰۱	فتی رجال کا متفقہ فیصلہ "یزید اس کا اہل نہیں کہ اس کی کوئی روایت لی جائے۔"
۱۱۲	مطبوعہ "کتب الزہد" اصل نہیں اس کا انتخاب ہے۔	۱۰۲	چوتھا شبہ
۱۱۳	یزید کے بارے میں امام احمد کی تصریح کہ اس سے کوئی روایت نہ کی جائے۔	۱۰۲	کیا حضرت ابن عباس نے یزید کو اپنے خاندان کا نیک فرد بتلایا تھا؟
۱۱۵	حافظ ابن حجر کی "لسان المیزان" سے یزید کا مکمل ترجمہ۔	۱۰۲	اغانی کی روایت میں یہ بظاہر نہیں
۱۱۹	امام احمد کی تصریح کہ یزید ملعون ہے	۱۰۳	"الاماتہ والسیاسہ" قابل استناد کتاب نہیں۔
۱۲۲	قاضی ابو بکر ابن العربی کی جھوٹ	۱۰۳	بلاذری کی سند صحیح نہیں۔
۱۲۳	چھٹا شبہ اور اس کا جواب	۱۰۴	بالعرض یہ روایت صحیح ہے تو حضرت ابن عباس کی آخری رائے کا اعتبار ہوگا
۱۲۴	یزید کے جرائم کی فہرست طویل ہے۔	۱۰۴	یزید اور حضرت ابن عباس کی خط و کتابت
۱۲۴	غزالی کے فتویٰ کی تنقیح	۱۰۵	یزید کا خط حضرت ابن عباس کے حکم پر
۱۲۷	حضرت حسین کا میدان کربلا میں آخری خطبہ۔	۱۰۵	حضرت ابن عباس کا سرزنش نامہ یزید کے نام
۱۲۸	امام کیا ہر اسی کا فتویٰ کہ یزید ملعون ہے۔	۱۰۸	پانچواں شبہ اور اس کا جواب
۱۳۰	حافظ ابن الوزیری نے غزالی کے فتویٰ کا تفصیلی رد لکھا ہے۔	۱۰۹	قاضی ابن العربی کی رائے غزالی کے بارے میں
۱۳۰	یزید برص کی بیماری کا ذکر ہے	۱۰۹	قاضی ابن العربی کا فتویٰ کہ حسین کا قتل جائز تھا
۱۳۰	یزید برص کی تحقیق	۱۱۰	قاضی ابو بکر ابن العربی نامی ہیں۔
۱۳۲	یزید برص کے بارے میں ملائکہ اختلاف کی بات شاہ عبدالعزیز صاحب کی تحقیق	۱۱۱	"کتب الزہد" میں جس یزید کا ذکر ہے وہ یزید اموی نہیں بلکہ اس نام کے دوسرے بزرگ ہیں۔

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۳۵	ساتویں اور آٹھویں شبے اور ان کے جوابات	۱۳۲	یزید پر جب لوگوں نے پھٹکار کی تو اس نے اظہارِ ندامت کیا۔
۱۳۵	یزید نے حضرت عبداللہ بن جعفر کی بیٹی اور حضرت عمر کی پوتی سے نکاح کیا تھا۔	۱۳۵	یزید پر لعنت کے بارے میں شاہ عبدالعزیز صاحب کا فیصلہ
۱۳۵	ان شبہوں کا فتا کیا ہے۔	۱۳۶	بعض علماء یزید پر لعنت اس لیے نہیں کرتے کہ کہیں اس کے گناہوں کا بوجھ کم نہ ہو جائے۔
۱۳۶	نواں شبہ	۱۳۷	بعض حضرات کے پیش نظر اس سلسلے میں یہ مصلحت ہے کہ لعنت کا سلسلہ آگے نہ بڑھے
۱۳۶	حضرت زین العابدین کی یزید سے بیعت اور اس کے حق میں دعائے خیر کرنا۔	۱۳۸	یزید پر لعن کے بارے میں امام احمد کی تصریح۔
۱۳۶	اس شبہ کا جواب	۱۳۹	یزید پر لعنت کے بارے میں امام اعظم رحمہ اللہ دوسرے ائمہ حنفیہ کی تصریحات۔
۱۳۶	طبقات ابی سعد اور بلاذری کا خط و حال	۱۴۰	امام ابو بکر جصاص کا فتویٰ۔
۱۳۶	یزید کے کماؤ کی حضرت زین العابدین کے ساتھ بد تمیزی۔	۱۴۰	ائمہ بخارا کا فتویٰ
۱۳۷	اہل شام کا حضرت زین العابدین کو ستانا	۱۴۲	امام کردری کا فتویٰ
۱۳۹	اہل بیت کی حق تلفی	۱۴۲	خلاصۃ الفتاویٰ اور فتاویٰ ہزاریہ
۱۳۹	دسواں شبہ	۱۴۲	کاشار فقہ حنفی کی حکمت گناہوں میں ہے۔
۱۵۱	سادات کی رشتہ داریاں امویوں سے	۱۴۲	لعن کے بارے میں کن اعیالہ المستقم
۱۵۱	اس شبہ کا جواب۔	۱۴۳	کی عبارت۔
۱۵۱	واقعہ کربلا کے بعد بنی فاطمہ اور یزید کی اولاد میں کوئی رشتہ مناکحت قائم نہیں ہوا	۱۴۴	مسلمان پر لعنت کرنے کا مطلب۔
۱۵۱	عبدالملک کا یزید کے زمانے سے جدوجہد کرنا		
۱۵۲	گیارہواں شبہ		
۱۵۲	شری النفس لوگوں کی حضرت عیسیٰ کو یزید کے خلاف فتنہ پرآمادہ کیا اور جہاں آپ نے		

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۵۸	عمر بن سعد کا حشر		جانی بیکر تمام امت یزید کی بیعت پر
۱۵۸	ابن زیاد کے سر کا عبرت ناک انجام		متفق ہے تو آپ اپنے ارادے سے
۱۵۹	یزید کا دنیا سے ناکام و نامراد جانا	۱۵۲	دستبردار ہو گئے۔
۱۶۰	یزید کی نسل کا منقطع ہو جانا	۱۵۲	اس شبہ کا جواب
۱۵۲	یہ صحیح نہیں کہ آخر وقت میں حضرت حسین	۱۵۲	سائل کی انویسیائی و دروغ گوئی۔
۱۶۱	یزید کی بیعت پر راضی ہو گئے تھے		حضرت فاروق اعظم کی شہادت میں کسی
۱۵۳	اس روایت پر درایت کے اعتبار سے	۱۵۳	کوئی کا ہاتھ نہ تھا۔
۱۶۱	تفصیل بحث	۱۵۳	بقیہ غلط باتوں کی تفصیل۔
۱۶۲	حضرت حسینؑ کا شمار بجاء صحابہ میں ہے۔		حضرت حسینؑ کا اقدام محض شہداء میں
۱۵۲	اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت	۱۵۲	بغرض املاء کلمۃ اللہ تھا۔
۱۶۲	علی اور حضرت حسینؑ اپنی تمام جنگوں میں	۱۵۲	جن حضرات نے یزید و قحاج کے خلاف
۱۶۲	حق پر تھے۔	۱۵۲	اقدام کیا ان سے جنگ کرنا ناجائز تھا۔
۱۶۵	حضرت حسینؑ اگر یزید کی بیعت پر راضی	۱۵۵	حرمین میں یزید اور اس کے عمال نے
۱۶۵	تھے تو پھر بیعت کیوں نہ کی؟	۱۵۵	حضرت حسینؑ کو چین سے نہ بیٹھے دیا۔
۱۶۶	اس روایت کے برخلاف مقبرہ بن	۱۵۵	جن حضرات نے بھی حضرت حسینؑ کو
۱۶۵	سمان کی روایت بھی موجود ہے۔	۱۵۵	کوفہ جلنے سے رد کا برہان شہادت رکھا۔
۱۶۶	خضریٰ کی تہمتیں اس باب میں۔	۱۵۵	کوفہ کے سب لوگ غدار نہ تھے۔
۱۶۶	بارہواں شبہ		کوفہ کی گورنری پر ابن زیاد کا قہر و اعد
۱۵۶	حضرت حسینؑ کی اجتہادی منطقی	۱۵۶	حضرت حسینؑ کی شہادت۔
۱۵۶	جس کا اصل سبب سبائی کو فریوں کے		حضرت حسینؑ کے سر مبارک کے ساتھ
۱۵۶	بھرنے دما دی پر اعتماد تھا۔	۱۵۶	ابن زیاد کی گستاخی۔

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۸۱	یزید کے بارگاہ میں ماحکماہر کی تقریر کا	۱۶۷	اس شبہ کا جواب
۱۸۲	نعیم یزید کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانی کی تقریرات		بقول مستفتی جب حضرت حسینؑ نے اپنے موقف سے رجوع کر لیا تھا تو پھر ان کو شہید کرنے کا کیا جواز تھا؟
۱۸۳	بحر العلوم کی تصریح یزید کے بارے میں	۱۶۷	سبائی کون تھے؟
۱۸۳	سید محمد شہید کی تصحیح یزید کے بارے میں	۱۶۷	یہ افتراء ہے کہ حضرت حسینؑ کے ساتھی کوئی سبائیوں نے لڑائی میں پہل کر کے مسلح نہ ہونے دی۔
۱۸۳	مولانا قاضی کا فتویٰ	۱۶۸	صحابہ کی بھاری اکثریت حضرت حسینؑ کے موقف کی حامی تھی۔
۱۸۳	غیر متہ - قتل کے فتویٰ کی تصحیح	۱۶۹	صحابی رسولؐ کا منکر کر بلا میں شہید ہونا احادیث کی رو سے حضرت حسینؑ کے موقف پر بھیج
۱۸۵	نواب صدیق حسن خاں کا فیصلہ یزید کے بارے میں	۱۶۹	اہل بیت سے جنگ کرنا باجماع امت و فرم ہے یزید کے بارے میں خود اس کی شہادت
۱۸۸	علامہ مقبل کی رائے	۱۷۰	یزید کے بارے میں ابنا زیاد کی شہادت
۱۹۱	یزید کی لہارت و مغفرت کی بحث	۱۷۱	یزید کا قفس کی زد کے نزدیک متفق علیہم
۱۹۱	یزید کا جزیرہ رودس اور جزیرہ ارباس	۱۷۱	شہادت حسینؑ پر حضور علیہ السلام کا قتل
۱۹۲	سید محمد بن نوید الہیسی کا بیان	۱۷۱	شہادت حسینؑ کے بارے میں ابنا جمیعہ کا بیان
۱۹۳	یزید قیصر سے کیا مراد ہے	۱۷۱	حضرت حسینؑ سے حضور علیہ السلام کا محبت فرما
۱۹۳	حدیث مدینہ قیصر کا مصداق سلطان محمد فاتح	۱۷۱	اور خلفاء ثلاثہ کا ان کا اکرام کرنا
۱۹۳	یزید قسطنطنیہ کی پہلی ہم میں شرکت تھا	۱۷۱	مفتی محمد شفیع صاحب کی طرف فتویٰ کا انتساب
۱۹۹	یزید کا قصیدہ لود عمل دونوں خواہیے	۱۷۱	مشکوٰۃ ہے۔
۱۹۹	حافظ ابن تیمیہ کا فتویٰ یزید سے محبت رکھنے کے بارے میں	۱۸۱	
۱۹۹	روافض و نوامب دونوں باہریت سے دور ہیں		

اہل سنت کیلئے لمحہ فکریہ

حامداً و مُصلِحاً و مُستأِماً، اما بعد

حافظ ابن حزم اندلسی رحمہ اللہ تعالیٰ المتوفی ۵۰۶ھ نے شہادت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حادثہ کربلا، واقعہ حرہ، حصار کعبہ و قتل ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان چاندل جان گسل واقعات کو اسلام کے چار رخوں سے تعبیر کیا ہے کیونکہ شہادت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرکز کا احترام ختم ہوا، اختلاف کا رعب داب اُٹھ گیا، حادثہ کربلا سے آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت خاک میں ملی، واقعہ حرہ سے تہذیب الرسولؐ کی بے حرمتی ہوئی، قتل ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے کعبہ کی عزت کو داغ لگا۔ غرض ان پاڑوں ہتھکڑیوں میں اسی کرشوں نے وہ قیامت برپا کی کہ خدا کی پناہ، خلیفۃ الرسول، عزت پیغمبر اور اصحاب نبی سب کا بے دریغ خون بہایا۔ اہل حرم نبی، خانہ کعبہ جہ شامۃ اسلام کی عظمت کا ذرہ برابر باطل کاٹ نہیں کیا۔

ان چاندل حادثات کے بارے میں ماصیوں کا موقف یہ ہے کہ وہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذمہ دار حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قرار دیتے ہیں اور حادثہ کربلا کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اور واقعہ حرہ کا ان صحابہ کرام کو جنہوں نے مزید کی اطاعت سے انحراف کیا تھا اور حصار کعبہ کا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے اعداد و خلاف کو، شیعہ مروانیہ کا ایمان و عقیدہ ہی ہے۔ ان کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد نہیں بلکہ خلافت کے فاسد تھے اور مسلمانوں کے خون سے ہولی کھینچنے والے۔ حضرت حسینؑ۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؑ اور

وہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم جو حادثہ خروا اور حصار کعبہ کے غوغائی جنگا مولوں میں زبردست اور عبد الملک بن مروان کی تیغ مستم کا نشانہ بنے شہید نہیں۔ بلکہ خلافت کے باغی تھے جو اپنی بغاوت کی پاداش میں کیفر کردار کو پہنچے۔ شیعہ مرادینہ کا یہ نظریہ مرادینوں کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہو گیا تھا۔ لیکن محمد احمد جاسی نے کتاب خلافت معاویہ ویزید لکھ کر اس فتنہ کو پھر نئے سرے سے زندہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

اس کتاب کے شائع ہونے سے ملک میں ایک تازہ فتنہ "مصبیت" کا پیدا ہو گیا ہے جس سے اب تک جندوباک کی سرزمین یکسر پاک تھی، اللہ انوس کے ساتھ کنا پڑتا ہے کہ ملک کا اچھا خاصہ سنجیدہ پڑھا لکھا طبقہ بھی اس فتنہ کے اثر سے محفوظ رہ سکا، اور اب تو بہت سے مقلوں میں اس کو ایک تاریخی ریسرچ کا درجہ حاصل ہے۔

یہ کتاب متنازعہ سرفہر، خدایع، تبلیغ اور کذب و افتراء کا مرکب ہے۔ اس نام نہاد تازہ نگار کی تاریخ کے چار نکتہ ہیں۔

(۱) مستشرقین کی تعریحات، جن کو مؤلف جا بجا آزاد ادبے لاک متحقق کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں، اور ہر باب میں ان کے اقوال کو تولیعیل سمجھتے ہیں۔

(۲) شیعوں و زین جن کے کذب و افتراء کا جملہ بجا ڈھنڈو اپیلنے کے باوجود مؤلف ہر جگہ ان سے اپنے مطلب کی بات کہیں ان کی حمایت میں مطلع و برید کر کے اور کہیں بغیر اس کے ہی لے لیتے ہیں۔

(۳) بعض دانشمندان پر ہٹا صہیت کا الزام ہے اور وہ اہل بیت سے انحراف رکھتے ہیں۔

(۴) خود اپنی دماغی آبیج جس میں مؤلف بڑی دور دور کی کوڑی مالتے ہیں اور ایسی ہی بات اپنے دل سے گڑھتے ہیں کر پڑھنے والا حیران و ششدر رہ جائے۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ اہل سنت میں سے کسی محقق عالم کے قول کو کہیں بھی اثبات
مدعا کے لئے مؤلف نے اپنے اصلی رنگ میں پیش نہیں کیا بلکہ ہر جگہ ابلہ فربہ سے
کام لے کر "ناصبیت" کی داغ بیل ڈال ہے۔ اس ملک میں رخص کا
فتنہ قدیم سے تھا، ہا طنیہ اسماعیلیہ اور امامیہ سب پہلے سے موجود تھے
البتہ خوارج و نو اصب کا ڈھونڈنے سے بھی پتہ نہ تھا، لیکن عباسی صاحب
نے یہ کتاب لکھ کر اہل سنت میں ناصبیت کا تازہ فتنہ کھڑا کر دیا ہے۔ اب
بہت سے لوگ ہیں جو حضرت معاذیہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں حضرت علی اکرم
اللہ وجہہ کو اور یزید کے مقابلہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو غافل و غلام
سمجھتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب سے سوائے ضرر کے فائدہ کوئی قرب
نہ ہوا۔ رد افض تو اپنی جگہ اور سخت ہو گئے لیکن اہل سنت کے اعتدال میں
فرق آگیا بہت سے لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت راشدہ اور
حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت میں شک کرنے لگے۔ آج تک کسی ایک
رافضی کے متعلق بھی یہ نہیں بتلایا جاسکتا کہ وہ عباسی صاحب کی کتاب پر ذکر
تائید ہو گیا ہو، لیکن اس کے برخلاف اس کتاب کے مطالعہ کرنے والوں میں
ایک اچھی خاصی تعداد ایسے لوگوں کی نکلے گی جو اس جھوٹ کے پلندہ کو صحیح
سمجھ کر حضرت علی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے اپنے دلوں کو مٹا
نہ رکھ سکے۔ اس کتاب نے سادہ لوح عوام نہیں اچھے خاصے پڑھے لکھے طبقہ
کو متاثر کیا ہے جن میں عربی مدارس کے بھی بہت سے فارغ التحصیل شامل ہیں، جن
لوگوں کی دسترس موضوع کتاب کے اصل مافذ تک نہیں وہ اس کو تحقیق اور
دیسرچ کا ایک نادر شاہکار سمجھتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ نتیجہ عوامی ہاتھ کا لابی سلمان
من حیث القوم علوم اسلامیہ سے نابلد ہو گئے ہیں۔ لہذا جو کوئی شخص بھی اپنے کسی
غلط نظریے کو ذرا نئے انداز سے بنا سکا کر پیش کر دیتا ہے اس کے ہوتا ہیں۔

سوچنے کی بات ہے جو شخص عربی، فارسی کی معمولی عبارتوں کے صحیح ترجمے نہ کر سکے، کتابوں کے غلط حوالے دے، معنیوں کی عبارتوں کو اپنے مفید مطلب بنانے کے لئے غلط معنی پہنائے، اہل ان میں قطع و برید سے کام لے، ایسے شخص کا پیش کردہ کوئی نظریہ کس درجہ قابل قبول ہو سکتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ رد افض کے سب دشمنوں سے لوگ تنگ آئے ہوئے تھے ایسے میں یہ کتاب شائع ہوئی جس میں حضرت علی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے موقف پر اس سے کہیں زیادہ سلجھے ہوئے اور سنجیدہ انداز میں جرح کی گئی تھی جو رد افض کی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے موقف کو مجروح کرنے میں عام روش ہے۔ اس لئے رد عل کے طور پر بہت سے لوگ عباسی صاحب کے اس طرز عمل سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ حالانکہ تمام اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد تھے اور جو لوگ ان سے برسر جنگ رہے وہ خطا پر تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت نہ کی کہ غلط کی اور وہ خلیفہ راشد نہ تھے، ان کا بیٹا تریز ظالم و جاہل مکران تھا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور وہ تمام صحابہ کرام جو جنگ قرہ میں شہید ہوئے اور جنہوں نے یزید کے تسلط و اقتدار کو بروم کرنے کی کوشش کی وہ سب حق کے داعی اور غیر کے علمبردار تھے۔ مگر اس کتاب کی تصنیف صرف ان ہی ائمہ کی تردید کے لئے عمل میں آئی ہے۔ اور اس کے مطالعہ سے اہل سنت کا یقین قطع نظر صرف طور پر غلط معلوم ہوتا ہے۔ اہل یہی نا صہیت کا صحن منشا ہے۔

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ نا صہیت کے ہر چارک شیعہ مروانیہ نے تو اپنی بدعت کی اشاعت کے لئے کراچی اور لاہور میں مستقل ادارے بنائے ہیں اور سارے ذخیرہ احادیث اور تاریخ اسلام کے اثرات کو

طیامیٹ کرنے پر تلے ہوئے ہیں مگر اہل سنت و جماعت کہ صحابہ اور
خاندان رسالت دونوں کی تعظیم و توقیر ان کا جزو ایمان ہے وہ اس
فتنہ کے سد باب کے لئے کیا کر رہے ہیں۔

محمد عبدالرشید نعمانی
سہ شنبہ ۱۲ رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ

آفتاب تو منورم

ازن تربیت مسبر واد

راکھ از درہ پرورے ہرگز

نخن آفتاب تابان عالم

مشق حافظ عبدالکریم صاحب جے پوری مرحوم المتوفی ۱۳۶۵ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دیباچہ

حامدًا و مدعیًا و مسلماً اُمتاً اَبَد

”یہ بڑھلا آدمی تھا یا بُرا“ وہ خلیفہ عادل تھا یا ظالم و جاہل و فرماؤنا
 اس کا ایمان پر خاتمہ ہوا یا کفر پر، اس پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں، حضرت
 حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا اس نے حکم دیا یا نہیں، حضرت حسین رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ نے اس کے خلاف خروج کیس کے بغاوت کی تھی یا ان کا یہ اقدام
 سراسر شرع کے حکم کے مطابق تھا۔ یہ مدینہ نبوی اور حرم الہی کی حرمت
 کو پامال کیا یا نہیں، صحابہ و تابعین کی ایک خلقت کا اس کے ہاتھوں قتل عام
 ہوا یا نہیں، یہ اور اس قسم کے دیگر مباحث ظاہر ہے کہ ان کو عملی زندگی سے دور کا
 بھی تعلق نہیں، یہ خالص نظریاتی مسائل ہیں۔ اس لئے ممکن ہے کہ بعض لوگ ہماری
 اس کوشش کو تحسین کی نظر سے نہ دیکھیں اور اس کو مفت کا ضیاع وقت خیال کریں۔
 لیکن ایک دوسری حیثیت سے اگر اس کو دیکھا جائے تو ہمارے اسلام کی اہمیت
 بہت ہی بڑھ جاتی ہے وہ یہ کہ اگر بالفرض یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ ”یہ بڑا ایک صالح
 مسلمان اور خلیفہ عادل بھی تھا“ تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ مسلمانوں نے حضرت
 یہ کہ اپنی تاریخ کو محفوظ ہی نہیں رکھا بلکہ اللہ اس کو مسخ کر دیا، یہ مدینہ جیسے صالح
 مسلمان اور خلیفہ عادل کے کردار کو ایسا گھٹا و نا کر کے پیش کیا کہ وہ سلطان مجرم
 نظر آئے گا۔

یاد ہے۔ یہ مذکور صحابہ و تابعین کا دور ہے۔ اس لئے اس دھکے تاریخ کا ایک ایک واقعہ بند قلب بند کیا گیا ہے، وہ عام تاریخ کی طرح نہیں کہ جس میں سنی التزام نہیں ہوتا۔ بلکہ محض وقائع نگاروں کے قلم کی مرہون منت ہوتی ہے۔

طبقات صحابہ و تابعین پر مسیوں کتابیں لکھی گئی ہیں، سارے علم اسماء الرجال کا دار و مدار ان ہی کتب طبقات پر ہے۔ اگر یہی کتابیں بے اعتبار ٹھہریں تو پھر حدیث کی ساری کتابوں کو دبا کر ناپ بڑھایا گیا۔ کیونکہ ان کی صحت و ضعف کا دار و مدار ان ہی کتب طبقات پر ہے۔ کہ ان ہی کتب میں راویوں کے احوال مذکور ہیں اگر یہی بے اعتبار قرار پائیں تو پھر یہ کیسے معلوم ہو کہ فلاں شخص صحابی ہے اور فلاں نہیں، اہل فلاں تابعی ہیں یا وہ فلاں نہیں، اور فلاں پچی اور لائی اعتبار تھا اہل فلاں کذاب اور دجال، جبریدہ جیسے خلیفہ عادل کا ان کتابوں میں حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا گیا اور فیصلہ کر دیا گیا کہ وہ اس کا اہل ہی نہیں کہ اس کی کوئی روایت قبول کی جائے۔ چنانچہ حدیث کی تمام کتابیں کی روایت سے یکسر خالی ہیں اور اگر کہیں ایک آدھ روایت کسی نے درج بھی کی تو علم اسماء الرجال نے برویدگی تا اہل کا فیصلہ کر کے اس کی روایت کو مردود کر دیا یا غرض سارے محدثین نے اس غریب سے بالکل قطع تعلق کر لیا اور نہ صرف محدثین بلکہ عالمین ملت کے تمام طبقوں میں خواہ وہ مفسرین ہوں یا متکلمین، فقہا ہوں یا صوفیاء اس خلیفہ عادل اور صلح مسلمان کو ہار نہیں۔ اور یہ تو صرف ایک بچارے بڑے بیکار تھا معلوم نہیں اور اس جیسے کتنے صالحین ہوں گے جو اس ظلم کی جگہ میں پہنچ گئے ہوں اور ہم ان کو صالحین کی فہرست سے خارج کر کے زمرہ شیطین میں شمار کرنے ہوں گے اور جس طرح یہ مذکور تاریخ اسلام نے علیہ بگاڑا ہے اور اسے ایک ظالم و دھکے فاسق و فاجر کے روپ میں پیش کیا ہے۔ اسی طرح میں ممکن ہے کہ مسلمانوں کے اسماء الرجال ان کی تاریخ اور کتب حدیث و طبقات کے کسی شیطان مجسم کو اس کا

نقش و نگار ٹھیک کر کے ہمارے سامنے اس کو ولی اللہ کے روپ میں پیش کر دیا
 ہوا اسے صحابی، تابعی اور خلیفہ راشد بنا دیا ہو کیونکہ جب یزید کے ساتھ
 ایسا ظلم و ستم تاریخ کے ہاتھوں ہوا تو پھر دوسروں پر کیوں نہیں ہو سکتا۔
 اور یہ مان لینے کے بعد پھر اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اسلامی تاریخ سے
 ہاتھ دھو کر خود اسلام کے اثر پر کلام کیا جائے اور اس کی ساری تعلیم کو غیر
 محفوظ قرار دیا جائے جیسی منکرین حدیث کی اصل غرض و غایت اہل حدیث کے اہل
 منشا ہے۔ کیونست اس کے ساتھ یہ بھی چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں انفران اور
 اشتعال پیدا ہو کر قتل و قتل کا بازار گرم ہو۔ افسوس ہے کہ بعض نادان مولوی
 جن کو تاریخ کا سرے سے ذوق نہیں ان بے دینوں کی اس سازش کا شکار ہو کر
 یزید کی حمایت میں سرگرمی دکھا رہے ہیں۔ اور اس طرح گویا خود اپنے پیروں
 پر کھڑی مار رہے ہیں۔

محمود احمد عباسی اس فتنہ کا سربراہ ایک ناخدا ترس اور دین بے دار
 آدمی تھا۔ جس زمانہ میں وہ چینی سفارت خانہ میں ملازم تھا اس نے اس فتنہ
 کی داغ بیل ڈالی۔ اور اب رفتہ رفتہ یہ فتنہ بڑھتا ہی جاتا ہے۔ اس فتنہ میں
 مبتلا لوگوں کی جرات یہاں تک بڑھ گئی ہے کہ وہ آئے دن عباسی کی کتاب
 "خلافت معاویہ و یزید" سے کچھ شبہات نقل کر کے اہل مسلم کو استفادہ کی
 صورت میں بھیجتے رہتے ہیں چنانچہ یہ بارہ شبہات بھی اس کی کتاب سے نقل کر کے
 "بشارت مغفرت کے امین حضرت یزید بن معاویہ سے متعلق ایک اہم استفادہ
 اور اس کا جواب" کے نام سے ایک کتابچہ کی شکل میں پہلے مجلس عثمان غنی کراچی
 نے شائع کئے اور بعد کو "انجمن تحفظ ناموس صحابہ کرام" نے پھر کسی صاحب نے
 اس کو اپنے ہاتھ سے نقل کر کے "مدرسہ عربیہ علامہ بنوری ٹاؤن" کے دارالافتاء
 میں استفادہ کی شکل میں پیش کر دیے اور جواب کے طالب ہوئے۔

حق تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں ان شبہات کا قیمتی جواب لکھنے کی توفیق بخشی۔ ہماری اس کاوش سے اگر کسی ایک مسلمان کا بھی ذہن ان شبہات کے خس و خاشاک سے پاک ہو گیا تو ہماری دلی مراد برآئی اور ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہوئے کہ

شادم از زندگی خویش کہ کامیہ کردم

مزید کی شخصیت کے متعلق اس سے زیادہ کچھ کہنے کی ضرورت نہیں کہ علماء اہل سنت میں اس پر تو اتفاق ہے کہ وہ فاسق و ظالم تھا البتہ اختلاف ہے تو اس بارے میں ہے کہ اس کو کافر قرار دیا جائے یا نہیں اور اس پر لعنت کرنا روا ہے یا اس سے احتیاط کرنا بہتر ہے۔ اب ایسے شخص کو جنتی بتانا اور اس کی تعریف کے گئی گانا ضلالت نہیں تو اور کیا ہے۔

اب پہلے قلمی استفتاء کی پوری عبارت ملاحظہ فرمائیے اور اس کے بعد بالتفصیل نمبر دار ہر سوال کا جواب پڑھتے جائیے۔ واللہ الہادی۔

محمد عبدالرشید رحمانی

۶ رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ شہرہ جمعہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و متقیان شرعاً متین کہ ایک شخص مندرجہ ذیل حقائق پر معنی نظریات رکھتا ہے۔

اولاً: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ مدینۃ النبی قسطنطنیہ پر جہاد کرنے والے لشکر کے لئے مغفرت ہے اور امیر یزید مرحوم اس لشکر کے کمانڈر تھے۔ لہذا اس مغفرت میں وہ بھی شریک ہیں۔

(الف) قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: **أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أَتَقِيَّ يُغْزَوْنَ مَدِينَةَ قَيْصَرٍ مَغْفُورٌ لَهُمْ**۔

(ب) قال محمود بن الزبج: **فَحَدَّثَنَا قَوْمًا فِيهِمَا أَبُو الْيُؤُبِ الْأَنْصَارِيُّ صَاحِبُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ الْتِي تَوَفَّى فِيهَا وَيَزِيدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَلَيْهِمَا بَأْرُ مِنَ الرَّدْمِ**۔

دوم: بہت سے صحابہ کرام نے امیر یزید مرحوم سے بیعت خلافت کی اور اس پر قائم رہے منجملہ اُن کے (۱) حضرت عبداللہ بن عمرؓ (۲) حضرت عبداللہ بن عباسؓ (۳) حضرت عبداللہ بن جعفرؓ (۴) حضرت نعمان بن بشیرؓ (۵) حضرت جابر بن عبداللہؓ (۶) دحمریم۔ اگر امیر یزید کا فریاد فاسق و فاجر اور شرابی و زانی اور دشمن دین ہوتے تو یہ حضرات صحابہ کرامؓ اُن کے ساتھ ہرگز بیعت نہ فرماتے۔

اگر یہ بات نہ مالی جملے تو ان صحابہؓ پر کفر و فسق نوازی اور فجور و بددینی کی سرپرستی و تعاون کا بدلہ ہمارے الزام کے صحیح ہے۔ اور یہ سراسر قرآن کریم کے بیان کردہ اس وصف کے خلاف ہے۔ جو جماعت صحابہ سے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

ذَلِكُنَّ اللَّهُ حَبَّتْ إِلَيْكُمْ الْإِيمَانُ وَذَيْتُهُ فِي قُلُوبِكُمْ ذَكَرُوا إِلَيْكُمْ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْإِعْصْيَانَ وَأُولَئِكَ هُمُ الرَّاكِبُونَ لَهُ

(ج) سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے امیرِ یزید کے ساتھ پراٹھ اور اس کے رسول کی بیعت کی ہے۔ انا قد باینا هذا لاهل علی بیع اللہ ورسولہ۔ سوم۔ حضرت محمد بن حنفیہ یعنی محمد بن علی نے نہ صرف امیرِ موصوف کی بیعت کی۔ بلکہ اُن پر عائد کردہ الزامات شراب نوشی، ترک نماز، حدود الہی سے تجاوز کرنا وغیرہ الزامات کی پُر زور تردید فرمائی کہ میں خود امیرِ یزید کے پاس رہا ہوں۔ لیکن میں نے ہمیشہ انھیں پابند نماز اور سنت رسول پر مضبوطی سے کار بند بھلائی اور مسائل فقہ جویاں پایا۔

(د) وَقَدْ حَضَرْتُهُ وَأَقَمْتُ عِنْدَهُ قَرَأَتُهَا مَوْحِيًا عَلَى الصَّلَاةِ لَمَّا خَرَجْنَا لِلْخَيْرِ يَسْأَلُ مِنَ الْفَقْهَةِ مَلَا نَزْمًا لِلْسُنَّةِ بِحَسْبِ بَلْغَةٍ أَلَا تَرَى أَنَّ الْأَمْرَ لَكَ وَالْحَقُّ لِي بَعْدَ بَحْثٍ وَمُنَاقَرَةٍ كَمَا۔

(ه) قد سئل محمد بن الحنفية في ذلك لما منع من ذلك الحد الامتناع وناظرهم في يزيد وروى عليهم ما اقصوه من شرب الخمر وتركه بعض الصلوات بحسب

چهارم۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب سیدنا امیرِ موصوف رضی اللہ عنہ کے انتقال کی خبر ملی۔ اول تو ان کے لئے دعا کی اور پھر امیرِ یزید کو آپ کے خاندان کا نیمک فرو قرار دیا اور اس کے ساتھ ہی امیرِ یزید کی

بیعت و اطاعت کا حکم فرمایا۔ اور خود بھی بیعت میں داخل ہو گئے۔

(و) وان ابنہ یزید لمن صالحی اہلہ فالزموا بحاکم واعطوا اطاعتکم و بیعتکم فضیٰ بنایع ۛ

پہنچ: امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد قاضی ابوبکر بن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الزعماء میں امیر یزید مروج و مغفور کا ذکر رتھاد صحابہ کے بعد اور تابعین سے پہلے اس زمرے میں بیان فرمایا ہے۔ جن کے وعظ و فرمان سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے اور امیر یزید کے خطبے کے چند جملے بھی نقل کئے ہیں۔ اور ساتھ ہی اُن لوگوں کو شرم دلاتی ہے جو آپ پر شراب نوشی اور فسق و فجور وغیرہ کا اتہام لگاتے ہیں۔

(ز) وهذا یدل علی عظیم منزلتہ عندہ حتی یدخلہ فی جملۃ الزہاد من بعد الصحابة والتابعین یقتدی بقولہم و یرعوی من وعظہم ونعم وما أدخلہ الا فی جملۃ الصحابة قبل ان یمخرج الی ذکر التابعین فاین هذا من ذکر المؤرخین لہ فی الخمر والنواع الفجورہ الا یتعجبون ششم :- حجتہ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امیر یزید نے توسید حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا حکم دیا اور نہ ہی اس پر پھانسی دیتے تھے۔ جو شخص ان پر الزام لگائے۔ وہ حد درجہ جالبہ و احمق ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ امیر یزید پر رحمۃ اللہ علیہ کہنا صرف جائز نہیں بلکہ مستحب ہے۔ اور چونکہ مومن تھے۔ اس لئے ہر نماز میں مومنین کی مغفرت والی دعائیں شامل ہیں۔

(ح) واما الترحم علیہ فہا ثلہل ہو مستحب بل ہو داخل فی قولنا فی کل صلوٰۃ اللہم اغفر للمؤمنین والمؤمنات فانہ کان مؤمناً واللہ اعلم کتبہ الغزالی ۛ

ہنتم :- امیر یزید سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی حضرت عبد اللہ بن جعفر طیار کے داماد ہیں۔ کیونکہ سیدہ ام محمد بنت عبد اللہ بن جعفر اُن کے نکاح میں تھیں۔ اس رشتے سے آپ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے بھتیجہ داماد ہوتے ہیں۔

ہشتم :- سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی پوتی سیدہ ام مسکین بنت حاصم بھی امیر موصوف کے جالہ عقد میں تھیں۔ اس رشتہ سے آپ خلیفہ دوم کے پوتہ داماد ہوتے ہیں۔

نہم :- سیدنا علی بن حسین المعروف بزین العابدین کربلا کے واقعہ میں موجود تھے۔ وہاں سے دمشق گئے۔ اور امیر یزید کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور زندگی بھر اس پر قائم رہے۔ بلکہ واقعہ کربلا سے تین برس بعد واقعہ حرہ کے موقع پر امیر یزید کا حسن سلوک دیکھ کر اُن کے حق میں ان الفاظ میں دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ امیر المومنین یزید کو اپنی رحمت سے ڈھانکے۔

دہم :- واقعہ کربلا کے بعد علوی سادات کی رشتہ داریاں موسیٰ سادات میں ہوئی رہیں۔ اور ان کی اُن میں جس کے ثبوت سے کتب تواریخ و انساب پڑیں۔

یازدہم :- سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد کوفہ کے ان شریر النفس لوگوں نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو امیر یزید کے خلاف خروج پر آمادہ کیا۔ جن کے نامبارک عزائم و مقاصد کبھی سیدنا فاروق عظیم اور سیدنا عثمان غنیؓ کی شہادت کی شکل میں نمودار ہوئے۔ اور کبھی جنگ حمل اور مصقین کی ہلاکت سامانہوں کی شکل میں ظاہر ہوئے۔ حتیٰ کہ حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کی شہادت اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی توہین و تحقیر سے بھی انہیں کے نامہ اعمال بیاہ اور دامن واخذا رہیں۔ اور جب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو تقریباً چار ماہ کی مسلسل کوشش بصورت محطوطہ و فود کی بھرمار سے یہ باور کرا دیا کہ

امیرِ بیدائمت کے متفق علیہ خلیفہ نہیں۔ بلکہ ملت کی متعدد جماعت ان کی خلافت سے مطمئن نہیں۔ تو اب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے کوفہ کا ارادہ فرمایا۔

(۱) سیدنا عبد اللہ بن عباسؓ (۲) عبد اللہ بن عمرؓ (۳) عبد اللہ بن جعفرؓ۔

(۴) جابر بن عبد اللہؓ (۵) ابو واقد اللیثیؓ (۶) محمد بن الحنفیہؓ وغیرہم حضرات نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اس ارادہ سے منع فرمایا کہ وہ ایسا برگزیدہ نہ کریں۔ اور اپنے والد اور بھائی کے ساتھ دھوکہ بازی کرنے والے کوفیوں کی بات مان کر امت میں افتراق و انتشار کی راہ نہ کھولیں۔ اور اپنے آپ کو اس بلاکت انگیز اقدام سے باز رکھیں۔ لیکن افسوس کہ آپ نے کسی کی نہ مانی۔ اور کوفہ کے خطوط اور وفود اور ان کی طلب پر کوفہ روانہ ہو گئے۔ جب آپ کوفہ کے قریب پہنچے۔ تو معلوم ہوا کہ ان مدعیانِ وفاداری نے وہی کچھ کیا۔ جو مذکورہ حضرات نے ماضی کی تاریخ کے پیش نظر آپ کو روکے ہوئے کہا تھا۔ جب آپ نے جان لیا کہ امیر المومنین یزید کی بیعت پر تمام امت و ملت متفق ہے جس کے فیصلے و حکم استحقاق ممکن نہیں۔ تو آپ اپنے ارادے سے دست بردار ہو گئے اور پہلے موقف سے رجوع فرما کر فوجِ افسرینِ سعدیہ کے زور و زور کوفہ کے سامنے تین شرطیں پیش فرمائیں۔

اول :- مجھے واپس جانے دیا جائے۔

دوم :- اسلامی سرحد پر جہاد کے لئے بھیج دیا جائے۔

سوم :- یا پھر مجھے دمشق بھیج دیا جائے۔ تاکہ میں اپنے ابنِ عم و چچا زاد بھائی امیرِ بیدائمت کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر معاملہ کو اس طرح طے کر لوں۔ جس طرح میرے بھائی حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا تھا۔

فانصع بیدی فی یدہ ۛ

دوازدهم :- سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے اس خروج کو بغاوت کا نام دینا

۱۔ حدیث بخاری ج ۱ ص ۲۳۵، البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۱۰۵، ابن اثیر ج ۳ ص ۳۴، ۲۔ صاحب لایب نجم - ص ۱۰، تاریخ الخلفاء للشیخی - ص ۱۱، رأس العین ج ۵ بن مجید ص ۳ و دیگر

مناسب نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک اجتہادی سیاسی خطائی جس کا صمد ہوٹا ہے
 بڑے شخص سے ہو سکتا ہے۔ اور اس کا اصل سبب صرف سبائی کو فحش کی
 دھوکہ دہی اور ان کے جھوٹے دواوی پر اعتماد تھا۔ یہی وجہ ہے کہ سولے آپکے
 خاندان کے چند نفوس کے کسی صحابی نے اس خروج میں آپ کا ساتھ نہ دیا۔ حالانکہ
 اس وقت ہر شہر میں خاصی تعداد اصحاب کرام کی موجود تھی اور اس لئے سیدنا
 حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے حقیقت کھلنے پر امیر خدیج بیعت خلافت کا اعلان فرما کر کھلی
 اختیار فرمائی۔ اب یہ کوئی بے باکیوں کی کوئی بھی اسکیم تھی کہ لڑائی میں پہل کر کے صلح کو
 پہلانے ہونے والا اور امت کو اس عظیم سانحہ اور مصیبت میں مبتلا کر دیا۔ اب قیامت تک
 شاید ہی اس سے چھٹکارا مل سکے۔ الحاصل ان تمام امور کو دیکھتے سمجھتے۔ امیر خدیج
 مرحوم پر لعن و لعن کرنا۔ یا ان کی تکفیر و تفسیق کرنا کسی طرح مناسب نہیں۔ اور نہ ہی
 انہیں واقعہ کربلا کا ذمہ دار ٹھہرایا جاسکتا ہے۔ بلکہ اس عظیم سانحہ جانکاہ کی واحد
 ذمہ دار کوئی نہ سبائی پارٹی ہے۔ جن پر سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے مشفقین اور
 محبتین کے غیر خوافانہ مشورے چھوڑ کر اعتماد کیا۔ اب

سوال :- یہ ہے کہ یہ باتیں کہاں تک درست یا غیر درست ہیں۔ قطع نظر
 غیر مستند تاریخی روایات کے کیا یہ مذکورہ امور بالافہم جگہ ناقابل اکر و خالق ہیں یا نہ۔
 سوال :- ایسے نظریات رکھنے والے شخص کی تکفیر و تفسیق تخیل جائز ہے۔ یا نہ
 سوال :- اگر کوئی شخص ان امور کو اسلاف کرام پر زبان دراز کئے بغیر درست
 مانتا ہو۔ تو اس کی امامت درست ہے یا نہیں۔

سوال :- معلوم ہوا ہے۔ اسی استفادہ کا جواب مذکورہ بالا امور کی تائید میں
 ۱۴ عمر الحرام ۱۹۵۷ء میں دارالعلوم کراچی سے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب (رحم) کی ماتحتی میں
 دیا جا چکا ہے۔ کیا یہ صحیح ہے۔ بینوا بالادلة القطعیہ و توجروا بالابرار العظیم۔ فقہ المسلم
 ابوالارشد محمد کچیل جاردی خطیب جامع مسجد مندریہ طیبہ

سید کٹر بی۔ ۱۵ کورنگی نمبر ۱، کراچی۔

۳۷ منزل لفظ ۱۳۰۰ ہجری ۳۰ دسمبر ۱۹۸۸ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى

استفتاء کا اجمالی جواب

اہل عدل سے محبت اور اہل جور سے بغضِ اہلسنت کا طریقہ ہے
 امام الماویٰؒ نے فقہائے امام ابو حنیفہؒ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے عقائد کو
 ایک رسالہ میں جمع کر دیا ہے۔ جو العقائد الطحاویہ کے نام سے مشہور و معروف ہے
 بہت سے علمائے اس کی شرحیں لکھی ہیں۔ یہ رسالہ مصر اور ہندوستان میں
 بار بار طبع ہو چکا ہے۔ اور ہر جگہ دستیاب ہے۔ اور مملکت سعودیہ میں
 داخل درس بھی ہے۔ اس میں ان حضرات ائمہ کا یہ عقیدہ لکھا ہے۔

ولحبت اهل العدل والامانة اور اہل عدل و امانت سے محبت کرتے ہیں۔
 وبغض اهل الجور والخيانة اور اہل جور و خیانت سے بغض رکھتے ہیں۔

یہ وہ عقیدہ ہے جس کے بارے میں حدیث پاک میں تصریح ہے۔

مَنْ أَحَبَّ لِلَّهِ وَابْغَضَ لِلَّهِ جس نے اللہ کی محبت کی اور اللہ ہی کے بغض
 وَاعْطَى لِلَّهِ وَمَنْعَ لِلَّهِ فَقَدْ رکھا اور اللہ ہی کیے دیا۔ اور اللہ ہی کے دین
 اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ اس نے اپنے ایمان کو مکمل کر لیا۔

اسی ہدایت کے مطابق عقیدہ طحاویہ میں یہ بھی مصرح ہے کہ

وَمَنْ أَحْسَنَ الْقَوْلَ فِي أَحْسَبِ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ وَسَلَّمَ وَأَزْوَاجِهِ آپ کی زوجہ اور آپ کی کنیز کے بارے میں
 فَبَيِّنَاتٍ فَقَدْ بَرَّئَ مِنَ النِّفَاقِ اچھی رائے رکھے وہ منافق سے برکھ ہے۔

اجمالی جواب | اب سائل نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور یزید کے مابین جھگڑے کے جو بارہ سوالات قائم کئے ہیں۔ اور پھر ان کو حقائق کا نام دے کر پوچھا ہے کہ امیر یزید پر لعن و طعن کرنا درست ہے یا نہیں ؟

اس کے بارے میں اجمالی جواب تو یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور جملہ اہل بیت نبوی سے محبت رکھنا اور ان کی تعظیم و تکریم کرنا تقاضائے ایمانی ہے۔ چنانچہ علامہ شیخ اجل عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تکمیل الامامان میں جو عقائد پر ان کی مشہور تصنیف ہے۔ فرماتے ہیں ۔

وفاطمة سيدة نساء اهل الجنة والحسن والحسين
اور حضرت فاطمہ بنتی عورتوں کی سردار ہیں۔
اور حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ جو انان جنت کے سردار ہیں۔

میدان شباب اهل الجنة
ماہیں مسئلہ را علیہ در عقائد ذکر کردہ ایم
از جهت قطعیت دے بر رطم ہیں
ثلاثاً کہ قطعیت بشارت لا مخصوص
بعشره مبشره دارند و پیمناں کہ علماً
بر رطم ر فضاہ اہتمام بشان عشو کردہ
بہ تخصیص ذکر کردہ اند۔ اگر بر رطم
ناصبیہ اہتمام بذکر ایں سستہ پاک
و ذکر فضائل اہل بیت نبوت کنند
نیز مناسب باشد

یہی مناسب ہوگا۔

حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی انہی بات الالہیہ میں عقائد اہل سنت والجماعت ہر ایک چھوٹا سا رسالہ قلمبند فرمایا ہے۔ جس میں

وہ فرماتے ہیں۔

وَنَشْهَدُ بِالْجَنَّةِ وَالْغَيْرِ
لِلْعَشْرَةِ الْمَبْشُورَةِ وَفَاطِمَةَ
وَبَعْدَ يَجَّةٍ وَمَائِثَةٍ وَالْحَسَنِ
وَالْحُسَيْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ
وَنُوتَرَهُمْ وَنَعْتَرُفَ بِعَظَمِ
مَحَلِّهِمْ فِي الْإِسْلَامِ وَلَهُ

اور ہم جنت اور غیر کی شہادت دیتے ہیں۔
حضرات عشرہ مبشرہ اور حضرت فاطمہؑ اور حضرت یحییٰؑ
اور حضرت عیسیٰؑ اور حضرت حسنؑ اور حضرت
حسینؑ رضی اللہ عنہم کے حق میں۔ اور ان کی
توثیق کرتے ہیں اور اسلام میں جو ان حضرات کا
بلند مرتبہ ہے۔ اس کا اعتراف کرتے ہیں۔

اور یزید سے محبت نہ رکھنا۔ اور اس کے بُرے اعمال سے نفرت کرنا۔ یہ
بھی ایسا ہی کلام مقتضی ہے اور اہل سنت کا اسی پر عملدرآمد ہے۔ چنانچہ شیخ
عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "تکمیل الایمان" میں یزید کے بارے
میں فرماتے ہیں۔

وَبِالْجَمَلِ وَبِالْمَبْغُوضِ تَرَيْنِ
مَرْدَمِ اسْتِ نَزْدَمَا ، وَكَارِئَاكَ اِي
بَدِ نَجْمَتِ وَبِے سَعَادَتِ رِيَّيَا لَقَتِ
كَرْدِه يَسَّجِ كَسِّ نَدِ كَرْدِه . بَعْدَا ز
قَتْلِ اِمَامِ حُسَيْنِ وَ اِلْمَتِ اَهْلِ بَيْتِ
لَشْكْرِ تَخْرِيْبِ مَدِيْنَةِ مَطْلَبِ رَوْنَكِ
اَهْلِ اَنْجِيَا فَرَسْتَا دِهْ وَ لَقِيْتِهْ اَز
صَحَابِہِ وَ تَابِعِيْنَ رَا اَمْرِ قَتْلِ
كَرْدِه وَ بَعْدَا ز تَخْرِيْبِ مَدِيْنَةِ
اَمْرِ بَا نَهْدَامِ مَكَّةِ مَعْطَلِهْ وَ قَتْلِ
عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدِ كَرْدِه وَ مَهْدِ

اور مختصر یہ کہ وہ ہمارے نزدیک تمام انسانوں کی
مبغوض ترین ہے۔ جو کہ اس بد نعت شخص نے
اس امت میں کئے ہیں کئے نہیں کئے۔ حضرت
امام حسینؑ کو قتل کرنے اور اہل بیت کی امانت کے
بعد اس نے مدینہ پاک کو تباہ و برباد کرنے اور
اہل مدینہ کو قتل کیلئے لشکر بھیجا۔ اور یزید
اور تابعین وہاں ہائی مگئے تھے۔ ان کو قتل کرنے
کا حکم دیا اور مدینہ طیبہ کو برباد کرنے کے بعد مدینہ
کو منہدم کرنے اور حضرت جبرائیلؑ بن زیدؑ کو قتل
کرنے کا حکم دیا۔ اور پھر اسی لشکر میں جبکہ مکہ معظمہ
خاصہ کی حالت میں تھا۔ دنیا سے جہنم میں ہلا گیا۔

اشنائے اس حالت از دنیا
 بچہنم شتافت۔ دیگر احتمال
 توہم و جمع اور خدائداند۔
 حق تعالیٰ دلہائے مارا و تمام
 مسلمانان را فرجبت و موالات
 و سے و احوان و انصار و سے و ہر کہ
 اہل بیت نبوی بدبودہ و بد
 اندر پیچیدہ و حق ایشان را ہائمال
 کردہ و بایشان ہماہ و محبت و
 صدق حقیقت نیست و نبودہ
 نگہ دارد و مارا، و محبتان مارا
 در زمرہ محبتاں ایشان محشور
 گرداند۔ و در دنیا و آخرت
 بر دین و کیش ایشان دارد،
 بحرمۃ النبی و آلہ الامجاد
 بہمنہ و کرمہ و ہوقریب
 عجیب آمین

باقی راہ احتمال کہ شاید اس نے توبہ اور رجوع کیا
 ہوئے غلامانے۔ حق تعالیٰ ہماہ و سب مسلمانان
 کے دلوں کو اس کی توبہ اس کے احوان و انصار
 کی محبت اور محبت سے بلکہ ہر شخص کی محبت اور
 دوستی سے کہ میں کا اہل بیت نبوی سے برابر ہو گیا
 یا جس نے بھی ان کے حق میں بڑا سوچا۔ اور ان کے
 حق کو ہمال کیا۔ ہر جس کو جس ان کے ساتھ محبت
 اور صدقہ و محبت نہیں ہے۔ یا نہیں تھا۔ ان
 سب کی محبت اور محبت سے غفلت رکھے۔ اور
 ہمارا اور ہم سے محبت رکھنے والوں کا ان حضرات
 کے ہمچین میں مشر فرمائے۔ اور دنیا و آخرت
 میں ان ہی حضرات کے دین و مذہب پر رکھے
 اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ملاکہ
 اہل کے فضیل اپنے فضل و کرم سے ہمارے
 دعا قبول فرمائے۔ بیشک اللہ تعالیٰ قریب
 ہے۔ اور دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے۔
 آمین۔

اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ "حجۃ اللہ البالغہ" کے "بحث فتن" میں
 حدیث "ثمة بنشادعاة الضلال سرکہ ہر گراہی کی طرف دعوت دینے والے پیدا
 ہوں گے" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ودعاة الضلال یزید بالشام
 ومختار بالعراق۔
 اور ضلالت کے دائمی شام میں چیدہ اور
 عراق میں مختار تھے۔

اور بحث مناقب میں فرماتے ہیں۔

ومن القرون الفاضلة اور قرون فاضلة یعنی ان صدیوں میں بھی کہ جن
اتفاقاً من هر مناقق أو کی فضیلت حدیث میں وارد ہے۔ بالاتفاق ایسے
فاسق ومنها المحجاج و رک موجود تھے کہ جو مناقق یا فاسق تھے، ہر ایک
یزید بن معاویہ ومختار میں ہجرت اور زید بن معاویہ اور یزید کا شمار ہے
تو کہ اجمالی جواب۔ اور اب تفصیل سے نمبر وار اپنے شبہات کے جوابات
ملاحظہ کیجئے۔

ناصبیوں کے شبہات کے تفصیلی جوابات

پہلا شبہ

جو مستفی کو پیش آیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ۔ جنگ قسطنطینیہ کے سلسلہ میں
بخاری شہرین میں حسب ذیل دو روایتیں مذکور ہیں۔

(الف) اول جیش من یری امت کا پہلا لنگر جو قیصر کے شہر پر
اٹمتی یفزون مدینة قیصر حملہ آور ہوا۔ اس کی مغزرت کر دی گئی
مغفور الہم۔ ہے۔

(ب) قال محمود بن الربيع فحدثنا قومنا فیہم ابو ایوب الانصاری
صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوة التی
تونی فیہا ویزید بن معاویہ کی وفات ہوئی۔ اور زید بن معاویہ، روم میں
اس وقت فتح کا امیر تھا۔

اُن کو جتنی فرمایا ہے۔ لیکن یزید کا نام دیکر اس کو جتنی ہونے کی بشارت کہیں نہیں دی گئی۔ کسی روایت کے علوم میں داخل ہونا اور چیز ہے۔ اور کسی بشارت میں مخصوص طور پر نامزد ہونا اور بات ہے۔ بیشک اس حدیث میں فانیانِ ہند نے قصہ کے لئے مغفرت کی بشارت ہے۔ جیسا کہ فانیانِ ہند کے تھے۔ لیکن اس سے ہر فردی کا اس وقت تک جتنی ہونا لازم نہیں آتا جب تک کہ اس کی زندگی اعمالِ خیر پر ختم نہ ہو یہ صحیح ہے یزید غزوۂ قسطنطنیہ میں شریک ہوا۔ لیکن یہ غزوہ میں شرکت کے بعد جب اس کو اقتدار نصیب ہوا تو اس کے بیشتر اعمال ایسے تھے جو لعنت ہی کے موجب تھے۔

البتہ خود یزید نے اپنی خوش فہمی سے حدیث کہ یہی مطلب سبھی تھا کہ جب مکہ طیبہ پر درہ لیا گیا۔ تو پھر گناہوں کی کُلی چھٹی ہے۔ اور جس طرح کفر کے بعد کوئی طاعت مقبول نہیں۔ اسی طرح ایمان کے بعد پھر کوئی معصیت مضر نہیں ہوتی۔ یہی ”موجہ“ کا مذہب۔ جو ایک گمراہ فرقہ ہے۔ چنانچہ حسان بن کثیر نے ”البدایہ والنہایہ“ میں جہاں مسند احمد کی یہ دو روایتیں نقل کی ہیں۔

(۱) یزید بن معاویہ اس لشکر کا امیر تھا۔ جس کے خازنوں میں حضرت ابواقوب انصاری رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ اور جب حضرت ابوالعباس انصاری رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب ہوا۔ تو یزید ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے یزید سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ”جب میں عمر جاؤں تو لوگوں کو میرا سلام کہنا۔ اور اُن کو یہ بتا دینا کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سُنا ہے کہ

من مات لا یشْرک باللہ جس شخص کی موت اس حال میں ہو کہ وہ شیطان سے داخل الجنتۃ کے ساتھ ہو کہ وہ کسی خدا کا خزانہ جنت میں لے کر

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت کدوع نے وفات کے وقت فرمایا۔ قد کنت کتمت عنکم شیئاً میں نے تم سے اچھا کچھ چھپا رکھا تھا۔

سمعتہ منہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حقہ بنی تمیم
 اللہ علیہ وعلیہ وسلم سمعتہ یقول:
 لولا انکم تذنبون لخلق اللہ
 قومًا یدنبون فی فطرہم
 جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی حق بنی تمیم
 آپ کو یہ فرمانے سنا تھا کہ اگر تم گناہ نہ کرتے ہوتے
 تو اللہ حق تعالیٰ ایسی قوم پیدا کرتا کہ جو گناہ نہ
 اور ہر حق تعالیٰ ان کی مغفرت فرماتا۔

وہاں ان دونوں حدیثوں کو قتل کرنے کے بعد حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں۔
 ہذا الحدیث والذی قبلہ
 ہوالذی حمل یزید بن
 معاویۃ علی طرف من الاطاع
 و رکب بسببہ افعالا کثیرۃ
 انکرت علیہ کما سند کما
 فی ترجمتہ واللہ تعالیٰ اعلم
 یہ حدیث اور اس سے پہلے والی حدیث جو گزری۔
 اس نے یزید بن معاویہ کو اطاعت کی طرف ڈال دیا۔
 اور اس کے ہاٹ میں نے ایسے بہت سے کام کر لئے
 جن کی بنا پر اس پر نیکری کی گئی۔ جیسا کہ ہم اس کے
 تذکرہ میں مختصر ذکر کریں گے۔ ان کے اللہ تعالیٰ
 خوب جانتا ہے۔

اب اگر سائل بھی یزید کی طرح اہل سنت کے زمرہ سے خارج اور مرتد کے
 مذہب میں داخل ہے۔ تو اس کو دوسری حدیث بھی یزید کی فضیلت کے لئے
 کافی ہے۔ کہ چونکہ وہ کلمہ گو تھا۔ اس لئے ایمان لانے کے بعد اب کسی گناہ پر اس
 کی پکڑ نہیں ہو سکتی۔ سب گناہ معاف ہیں۔ شہعان بنی امیہ کا بھی یہ مذہب تھا۔
 کہ امام اور خلیفہ کے حسنات مقبول ہیں۔ اور گناہ سب معاف۔ اس کی کامیابی
 طاعت و مصیبت دونوں میں واجب ہے۔ اور اگر سائل اہل سنت میں داخل
 ہے تو جو تاویل اس حدیث کی ہوگی۔ وہی حدیث غزوہ قسطنطنیہ کی ہوگی۔
 پھر حدیث اول میں غور کرنے کی سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ جیسا کہ پہلے
 نصیح نیت ضروری ہے۔ یعنی جو جہاد بھی کیا جائے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا
 اور احلائے کلمۃ اللہ کے لئے ہو۔ اور اپنے زوق و شوق سے ہو۔ یہ نہیں کہ
 دوسرے کے دباؤ میں اگر ناخوش دلی سے جنگ میں شریک ہو جائے۔ اور صرف

امارت کے خیال سے روانہ ہو جئے۔ یزید کے ساتھ بھی صورت ہوئی۔ کہ وہ اہل جہاد میں شریک ہونے کے لئے بالکل تیار نہ تھا۔ اور جہاں تک بن سکا۔ اس نے مال منول کی کوشش کی۔ بلکہ جب مجاہدین کرام محاذ پر تھے۔ اور وہاں مختلف قسم کی مشقتیں برداشت کر رہے تھے۔ دبا اور قحط میں مبتلا تھے۔ تو یہ بڑے محتاط سے اپنے عشرِ مکہ میں بیٹھا ہوا اپنی بیوی کے ساتھ داد و پیش دے رہا تھا۔ اور مجاہدین کا مذاق اڑاتا تھا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب اس کی اس حرکت کی خبر ہوئی تو آپ نے سختی کے ساتھ حکم دے کر نجبر اس کو محاذ پر روانہ کیا۔ اس سارے واقعہ کی تفصیل تاریخ ابن خلدون ج ۳ ص ۳۸۰ اور کامل ابن اثیر میں موجود ہے۔ چنانچہ حافظ مورخ ابن الاثیر رحمہ اللہ کے واقعات کو ذکر کرتے کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فی هذه السنة وقيل سنة
خمسين سیر معاویة جيشا
کثیرا الى بلاد الترمذ والغزاة
وجعل علیهم سفیان بن خوف
وامراؤه یزید بالغزاة معهم
فتقاتل واعتل فامسک عنه
ابو ناصب الناس فی غزاتهم
جوع ومرض شدید فانشد
یزید یقول۔

ما ان ابلی بحالائت جموعهم
بالغز قد ونة من حتی ومن موم
مجھے کہہ پرواہ نہیں کہ فقہ قذوہ روم میں
مسلمانوں کا فوجی کیمپ (میں مسلم مجاہدین کے
دستہ تھے غوغا کو بخار اور چیک کا سانچہ

اِذَا تَاكَاتُ عَلَى اَصْطَافٍ مَرْتَقَا
بَدِيدِ مَرْتَانِ عِنْدِي اَمَّ كَلْثُومِ

جیکے میں دیر مَرْتَان میں گمراہی پر اونچے اونچے
تکیوں کے سب سے جیٹا ہوں۔ اور میرے
ساتھ اَمَّ کَلْثُوم ہے۔

دام کَلْثُوم اصْرَافِہ ہی ابنہ
عبد اللہ بن عامر بن بلع معاویہ
شعرہ فَاَسْمَ عَلَیْہِ لِیْلُ حُثْنُ
بَغْیَانِ لَی اَرْضِ التَّرْدِ
لِیَصِیْبَہ مَا اَصَابَ النَّاسَ
فَاَزْمَعِہ جَمْعُ کَثِیرِ اَضَاعِہ
اِلَیْہِ الْبَرِّ وَکَانَ فِیْ هَذَا
الْجِیْشِ ابْنُ عَبَّاسٍ وَ
ابْنُ عَمْرٍ وَابْنُ الزُّبَیْرِ
وَالْبَرَاءُ الْاَنْصَارِی
وَعِیْرُہُمْ۔ وَعَبْدُ الْعَزِیزِ
بْنُ زُرَّارَہِ الْکَلَابِیْ فَاَوْغَلُوْا فِی
بِلَادِ التَّرْدِ حَتّٰی بَلَّغُوْا
الْقُسْطَنْطِیْنِیَۃَ ۞

اَمَّ کَلْثُوم بزرگ کی بیوی حیدر اللہ بن عامر کی بیٹی
تھی۔ حضرت معاویہؓ کو جب اس کے ان اشعار
کی اطلاع ہوئی۔ تو انھوں نے اُس کو قسم خیر
بتا کر کہا کہ اے روم میں مسلمان کے پاس
پہنچنا ضروری ہے۔ تاکہ وہ لوگ جس مصیبت
میں گرفتار ہیں۔ یہ بھی گرفتار نہ ہو۔ اب جو یہ
رعاد ہوا۔ تو اس کے والد معاویہؓ نے ایک نوکر
کے ساتھ اس کے ساتھ اور اضافہ کر دیا۔ اسی لشکر
میں حضرت ابن عباسؓ حضرت ابن عمرؓ حضرت
ابن زبیرؓ اور حضرت البراءؓ انصاریؓ وغیرہ
موجود تھے۔ اور عبدالعزیز بن زرارہ کلابی بھی
چنانچہ لوگ بلاد روم میں گھسنے لگے پلٹے
تاکہ تیزی کے ساتھ بلغاریہ پہنچ سکیں۔
قُسْطَنْطِیْنِیَہ تک پہنچے۔

یہ بزرگ کے غزوہ قُسْطَنْطِیْنِیَہ میں شرکت کی حقیقت، واقعہ یہ ہے کہ بزرگ بڑے
شہر، شعر و شاعری، غنا اور موسیقی کا متوالا تھا۔ وہ جہاد کے قبضہ میں نہ اپنے
والد ماجد کی زندگی میں پڑنا چاہتا تھا۔ اور نہ اپنے ایام خلافت میں۔ چنانچہ جہاد خلافت
کے سنبھالنے پر سب سے پہلا خطبہ جو اُس نے دیا، وہ یہ تھا۔

اِنْ مَعَاوِیَۃَ کَانَ یُزْیِکُم فِی
بَیْکِ مَعَاوِیَۃَ ثُمَّ کُوْجُورِیْ جِبَادِکِیْ ہِمَّ یَہ

البصرة الى لست حاملا احدا
من المسلمين في البحر و ان
معاوية كان يشتككم بارض
الروم و لست مشتقنا احدا
بارض الروم . و ان . معاوية
كان يخرج لكم العطاء ما الاثا
و انما اجتمع لكم كلفه .
بجیسا کہتے تھے مگر کسی مسلمان کو بحری جہاز پر بھیجنے کا
رہازہ نہ تھی ۔ اور جنگ معاویہ تم کو روم میں ذیم
سرایا میں جہاد پر رہا دیا کرتے تھے مگر کسی کو
سرحدوں میں روم کی سوزین پر جہاد کرنے کے
نہیں بھیجوا کرتے اور ایک معاویہ تمہیں تمباراؤ تیز
سال میں تین قسطوں میں دیا کرتے تھے ۔ میں تم کو
اکٹھا کیا رنگی دیا کروں گا ۔

بس پھر کیا تھا ۔ یہ خوشخبری سن کر حاضرین ، دربار بڑید سے اس حال میں لوگوں
وہملا یفضلون علیہ احدا
ملہ البلاء و القباہ ، جلد ۸ ، صفحہ ۱۳۳ ۔

یہ اس آخری حملہ پر جرات بیتنا بڑید کے محض نے جو ہمیشہ چڑا جا رہا ہے ۔ پڑھنے کے قابل ہے لکھو
- علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں ۔ کہ سیدنا زیدؓ اپنے والد ماجد سیدنا معاویہ رضی اللہ
عنه کی وفات کے بعد ، امیر المومنین کی حیثیت سے پہلا خطبہ دیکر فارغ ہوئے ۔ تو
اجتماع میں موجود صحابہ اور صحبہ صحابہؓ کی ہندو کی کاہ عالم تھا ۔
نافرمانی اس منہ وہملا یفضلون علیہ احدا ۔ (الطبہ والنباہ ، ۸۵ ص ۵۳۳)
- رنگ لکھنے کو ان کے پاس سے گئے ۔ تو ان کا یہ حال تھا کہ وہ بیتنا بڑید پر کسی
دوسرے آدمی کو فضیلت نہیں دیتے تھے ؟

اسلامی فطرت کے مرکزی شہر دمشق میں اس عظیم اجتماع کے موقع پر بیتنا بڑید کے
ساتھ عوام و خواص کی جانب سے ہندو کی و عہد شکنی کا یہ اظہار ، صرف اس لئے تھا کہ
علم و عقل کے ایک سچے معاندان رضی اللہ عنہ کی بددیہان پالیسیوں پر ان کے اٹھنے
انہیں ایسا کرنے پر مجبور کر دیا تھا ۔ بلکہ اعتدال و محبت کا مظاہرہ کرنے والے وہ
حضرات صحابہ و تابعین کرام تھے جنہوں نے چین سے لے کر جہاں کی کوہ و منزل
تک امیرین کے شب و روز کا ہمراہ راست مشاہدہ کیا تھا وہ اچھے طریقہ پر جانتے تھے
کہ دینی ماحول میں جوش نبھانے والا ، باصلاحیت اور صاحب کردار نوجوان مسلمانوں
کے اجتماعی معاملات میں دوسروں سے کبیر ، زیادہ قیادت و ادارت کی ضرورت نہیں ہے
(الآل آتہ صحتیہ)

اس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ یزید کی شرکت غزوہ قسطنطنیہ میں کس بنا پر
تھی۔ تاہم تھوڑی دیر کے لئے مان لیا جائے کہ وہ خالصاً غاصبانہ شوق سے بغاوت
والد ماجد کے حکم کے اس غزوہ میں شریک ہوا۔ تب بھی یہ بشارت مغفرت اس

پتہ ماریہ صنف (عبدالبرہمہ کی استعداد نکلتا ہے انہیں سیدنا یزید کی شخصیت میں
ایک ایسے قائد اور فیلڈ کمانڈر کی جھلک دکھائی دے رہی تھی۔ جو فاروقی حزم و ارادہ
کے ساتھ حسنہ و تربہ قائماد صلاحیت کے وہ جبرانی نقوش ثبت کر چکا تھا جن کی
پلا اور ہندۂ فیکٹ نے چھٹے چھٹے تمام جمہور صراحت کو اس بات پر گواہ کیا۔ کہ
وہ سیدنا یزید کی خدمت میں عقیدت و محبت اور اتحاد و بے مثال نذرانہ پیش
کریں۔ کہ وہ فضیلت علیہ السلام (ص) چھ مہاشائے کردہ "جلس عثمانی" (کرچی)
اللہ تعالیٰ ہی جگہ "جلس عثمانی" کے دن حقیقین کو، ان کی نادر تحقیق کا ایک رنگ بھی
ہے کہ جہاد کی عقل پر بھی اپنے سید محمد داؤد یزید کو صواب و تابعین کرام کی زبان سے نقد و عقیدت پیش
کر دیا۔ انارشہ و اتالیب ماجور۔

خود فرمایا: "یہ نامی اپنے سید یزید کی سادہ شکل و صورت کو اپنی خود ساختہ عزائات کے
دنگ و دوزخ سے آراستہ کر کے کس طرح لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ یزید نے اپنے پہلے خطیر سببی
کے معطل کرنے کا اعلان کیا۔ سمرانی جہاد کو موقوف کیا۔ سرکاری طور پر جو دیکھنے والے سال میں تین قسطنطنیہ میں لگا
تھا۔ اب اکٹھا اپنے کا وعدہ کیا۔ ظاہر ہے ان انعامات پر یزید کے وفادار فوجی یعنی بھی خوشیاں مناتے کم
تھیں۔ صواب کرام اور تابعین کو توجہ دینا بنام کیا۔ وہ کہہ: "ایک معطلی پر یزید کی تعریف کر سکتے تھے۔
ان کے لئے خوب اعلان سواہی و دوسرے کم و بیش گاہ۔ "تعریف کرنے والے تو وہی لوگ تھے۔ جن کو دقت میں
یک کوئی ہاک تھا۔ نہ انصار مدینہ کا سرنگ کرنے کی کوئی جھجک اور دوسری عزتیں کی عزت کو فاک بہ کوشش
کرنے والے سادہان یزید پر تعریف کے کچھ دیکھنے پر سامنے حلقہ وہی جن نے سرور و شادمانی دیا تھا۔ جو سو کوئی نذر
کے عوض بجز بعض رعایات کے مطابق تو بعض چار اشرفیوں کے بدلے ستائش جری میں یزید کے حکم سے
مرتبہ الرسول پر چڑھ دوڑے۔ اور تین دن تک اس پاک سرزمین پر رقت و فساد کا وہ بازار گرم کی کہ نہ بھلا
انصار مدینہ صاب کرام و تابعین کی ایک خلعت و قلع کر دی گئی۔ سادہ شہر لوگ کسرت کھدکھا۔ اور
کرام کی خدمت و عبادت کو دیکھ کر چڑھ دوڑے اس کا محاصرہ کیا۔ اور مغربی سے اس پر گولہ باری کر کے
اس کی نیا دیں ہلا دیں۔ یہ اس کتاب کی تحقیق کا ایک نمود۔ یزید پہلی جیسے مولیٰ کو جو لوگ "سیدنا"
کہتے ہیں۔ ان سے کچھ بولنے کی توقع ہی فضول ہے۔

ظوط کے ساتھ مخصوص ہوگی۔ کہ پھر اس سے زندگی میں ایسے افعال سرزد نہ ہوتے ہوئے کہ جن سے مغفرت کی بجائے اُنکا لعنت خداوندی میں گرفتار ہو جائے۔ کیونکہ شریعت کا قاعدہ ہے کہ العبرة بالخواتیم۔ یعنی اعتبار خاتمہ کا ہے۔

اسی لئے شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے "تراجم ابواب بخاری" میں فرمایا ہے کہ

قوله - مغفور لہم - تسلك
بعض الناس بهذا الحديث
في نجات يزيد لانه كان
من جملة هذا الجيوش
الثاني بل كان رأسهم و
رئيسهم على ما يشهد
به التواريخ والصحيح
انه لا يثبت بهذا الحديث
الا كونه مغفورا له ما
تقدم من ذنبه على هذا
الفتوة لان المهاد من
الكفارات وشأن الكفالات الالة
اثار الذنوب السابقة عليها
لا الواقعة بعدها نعم
لو كان مع هذا الكلام انه
مغفور له الى يوم القيمة
لدل على نجاته واذ ليس
قليس بل امره منقوض الى

مغفور عليه الصلوة والسلام کے اس حدیث
میں "مغفور لہم" فرقے سے بعض لوگوں نے
یزید کی نجات پر استدلال کیا ہے کیونکہ وہ بھی
اس دوسرے لشکر میں دھرم شریک بلکہ اس
کا افسر و سربراہ تھا۔ جیسا کہ تاریخ شہادت
دیتی ہے۔ اور صحیح بات یہ ہے کہ اس حدیث سے
صرف اثبات ثابت ہوتا ہے کہ اس طرزدہ سے
پہلے جو اس نے گناہ کئے تھے وہ بخش دئے گئے
کیونکہ جیسا کہ آئینہ ہے ان کلمات کا کہ ہے کہ
وہ سابق گناہوں کے شرک و زائل کر دیتے ہیں بعد میں
ہونے والے گناہوں کے شرک نہیں۔ ہاں اگر کسی ساتھ یہ بھی فرما
دیا ہوتا کہ قیامت تک کہنے میں کسی شخص کو رکھ گئی ہے
تو یہ شک ہے حدیث اس کی نجات پر دلالت کرتا ہے
اور جب یہ صورت نہیں تو نجات بھی ثابت نہیں
بلکہ اس صورت میں اس کا معاملہ حق تعالیٰ کے
سپردہ ہے۔ لہذا اس فقرہ کے بعد جن جن پر ایسا
کا وہ مرکب ہوا ہے۔ یعنی حضرت حسینؑ کو
قتل کرنا۔ مرنے والے کو تاراج و برباد کرنا۔

مے کواری پر اصرار کرنا۔ ان سب کا مجموعہ معاملہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر موقوف ہے وہ چاہے تو معاف کر دے۔ اور چاہے تو عذاب دے۔ جیسا کہ تمام گنہگاروں کے بارے میں یہی طریقہ جاری ہے۔ ملازمین وہ عادیث جو ان لوگوں کے بارے میں آئی ہیں۔ کہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت و ماہرہ کی ناقدی کرتے۔ اور حرمت کی حرمت کو ہمالیہ کہتے اور سنت نبوی کو بدل ڈالتے ہیں۔ وہ سب حدیثیں بالفرض اس حدیث میں اگر۔ مغفرت عام۔ میں مراد لیا جائے۔ جب بھی اس کے عموم کی تفصیل کے لئے ہائی رہیں گی۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جس حدیث کا ذکر فرمایا ہے۔

وہ درج ذیل ہے۔

چھ اشخاص ہیں جن پر میں نے لعنت کی ہے۔
 ادرحق تعالیٰ نے بھی ان پر لعنت کی ہے۔ اور
 بہزی مستجاب الدعوات ہے۔ ان کتاب اللہ
 میں نیابتی کنہی والا۔ (۳) تقدیر الہی کی تکذیب
 کر نیوالا۔ (۴) جبر و زور سے تسلط حاصل
 کئے جس کو اللہ تعالیٰ نے دلیل کیا ہے اُسے نبوت
 بخشنے والا اور جسے اللہ تعالیٰ نے حرمت دی ہے

اللہ تعالیٰ فیما ارتکبه من
 القبايح بعد هذه الغزوة
 من قتل الحسين عليه السلام
 وتخريب المدينة والاعمار
 على شرب الخمر ان شاء عفاه و
 ان شاء عذبه كما هو مطرد في حق
 سائر العصاة على ان
 الاحاديث الواردة في
 شان من استخف بالعترة
 الطاهرة والملحد في
 الحرم والمبدل للثقة بتقى
 منقصات لهذا العموم
 لو فرض شموله لجميع الذنوب۔

سنة لعنتهم ولعنهم الله
 وكل نبي مجاب ، الزائد
 في كتاب الله ، والمكذب
 بقدر الله تعالى والمتسلط
 بالمجبروت فيعزب ذلك من
 اذل الله . ويذل من اعز الله
 والمستحل لحرم الله . والمتحل

لغة شرط تراجم بالا بنیاری (ص ۳۰۳) تاریخ کردہ مہر ملاحات کتب کلام باغ کراچی۔

من عترتی ماحرور اللہ سے ذلیل کر لیا۔ رحم الہی کی محبت کو ہا مال
والنار اللہ بسنتی رت، کہ کر لیا (۲) میری حق کی جو رحمت اللہ تعالیٰ نے
عن عائشہ کہ عن ابن عمرؓ رکھی ہے۔ اس کو حال کر دینے والا (۳) میری سزا
تاکہ۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے اور عالم نے حوالہ
میں حضرت عائشہ سے روایت کیا۔ نیز عالم نے مسکو میں
ابن عمر کی روایت سے بھی نقل کیا ہے۔

اس حدیث کو مشکوٰۃ شریف میں بھی "باب ایمان بالقدر" کی "فصل ثانی"
میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت نقل کر کے لکھا ہے کہ
رواہ البیہقی فی المدخل و اس حدیث کو بیہقی نے المدخل میں دو زین
رزین فی کتابہ۔ نے اپنی کتاب میں روایت کیا ہے۔
یہ تو نہیں معلوم کہ یزید تقدیر کا بھی منکر تھا۔ یا نہیں مگر باقی چاروں صحابہ
اس میں موجود تھے۔

(۱) وہ دھونس دباؤ اور جبر و زور سے اہمیت مسلمہ پر مسلط تھا۔ اہلیت نبوی
معاہ کرام جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک معزز ترین
خلایق ہیں۔ ان کی توہین و تذلیل کرنے میں اس نے کوئی کسر اٹھانے کی تھی مفسد
اور شریر لوگ جنہوں نے حرمین محترمین پر چڑھائی کی۔ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ
کو شہید کیا۔ جیسے عبید اللہ بن زید، عمر بن سعد، شمر بن ذی الجوشن، عزم بن عقبہ،
حصین بن نمیر وغیرہ ایسے خبیث اور ظالم افراد اس کے نزدیک معزز و محترم تھے۔
اس اس نے حرم الہی کی حرمت کا کوئی پاس و لحاظ نہیں رکھا۔
(۲) عزت و غیر علیہ السلام کی عزت کو خاک میں ملایا۔ اور
(۳) تارکِ سنت تو تھا ہی۔

بہر حال یہ اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یزید اس بشارت میں شامل تھا

جو غزوہ قسطنطنیہ میں شرکت کرنے والوں کے حق میں وارد ہے۔ تب بھی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق زیادہ سے زیادہ یہ بتانا پڑے گا کہ "اس کے اب تک کے گناہ معاف کر دیئے گئے تھے" یہ غزوہ غزین کے بیان کے مطابق مسند یا بعض کی تصریح کے مطابق مسند یا مسند میں ہوا تھا۔ اس غزوہ کے بعد یزید تقریباً ۱۲-۱۳ سال تک زندہ رہا۔ اوداں حقت میں اس نے جو جو برائیاں کیں۔ اور جن جن قبائع کا ارتکاب کیا ہے۔ اُن میں اس کی مے نوشی، شہدائے کربلا کا بے دروازہ قتل، مدینہ منورہ کی تاراجی، لڑ بھادی اور وہاں صحابہ کرام اور تابعین عظام کا قتل عام اور پھر حرم بیت اللہ پر اس کی فوجوں کی چڑھائی وغیرہ۔ ان سب گناہوں کے کفارہ کی آخر کیا صورت ہوگی۔ غزوہ قسطنطنیہ کے بعد یزید سے جو حرکات ناشائستہ سرزد ہوئی ہیں۔ اُن کا مختصر سا جائزہ امام ابن حزم ظاہری کے الفاظ میں پیش خدمت ہے۔

ملاحظہ فرمائیے :-

یزید امیر المؤمنین وکان قبیح	یزید امیر المؤمنین "یہ اسلام میں بڑے کفر والا
الاثار فی الاسلام قتل اہل	کفر والا رہا ہے۔ اس نے اپنے اقدار کے آخری
المدینہ وافاضل الناس وبقیۃ	دن میں حرم کے دن اہل مدینہ کا قتل عام کیا۔
الصحابۃ رضی اللہ عنہم یوم	ان کے بہترین الراد اور بقیۃ صحابہ کرام کو
المخرج فی آخر دولۃ۔ و قتل	راہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی سمجھا قتل کیا۔ اور
الحسین رضی اللہ عنہ و اہل	اپنی سلطنت کے اداکار میں حضرت مسیح اور
بیتہ فی اول دولۃ۔ و حاصر	اُن کے اہل بیت کو قتل کیا۔ اور مسجد حرام میں
ابن الزبیر رضی اللہ عنہ فی	حضرت ابن زبیر کا حاصر کیا۔ کھڑے ہو کر
المسجد المحرام و استغف بمجۃ	اسلام کی بھڑائی کی۔ پھر حق تعالیٰ نے ان ہی
الکعبۃ والاسلام فاماتہ اللہ	دنوں اس کو مار ڈالا۔ اس نے اپنے باپ کے

سے حق استقام کا نام ہے جب انصار مدینہ اور دیگر لشکر کے درمیان معرکہ آرائی ہوئی تھی۔

فی تلك الايام وقد كان غزاه في ايام
أبيه القسطنطينية وحاصرها۔
زمانہ جس قسطنطنیہ پر جنگ بھی کی۔ اور اس
معاشرہ بھی کیا۔

اور اپنی دوسری تصنیف "اسماء الخلفاء والنواہ" و فکر مؤید دھرم میں
ارکام فرمائی ہیں۔

ويزيد بن معاوية؛
المات ابوہ؛ يكنى ابا خالد
واقنع من بيعته الحسين بن
علي بن أبي طالب وعبد الله
بن الزبير بن العوام، فاما
الحسين عليه السلام والرحمة
فنهض الى الكوفة فقتل قبل
دخولها، وهو ثلاثة مصائب
الاسلام بعد امير المؤمنين
عثمان أو اسابعها بعد عمر بن
الخطاب رضي الله عنه وغرومه
لأن المسلمين استضيوا في
قتله ظلماً علانية واما
عبد الله بن الزبير فاستجار
بمكة فبقى هنالك الى ان
اغزى يزيد الجيوش الى
المدينة حرم رسول الله
صلى الله عليه وسلم والى

يزيد بن معاوية سے اس کے والد کے
انتقال ہونے پر بیعت کی گئی۔ اس کی کنیت
ابو خالد تھی۔ حضرت حسین بن علی بن ابی طالب
اور عبد اللہ بن زبیر بن العوام نے اس کی
بیعت سے انکار کیا۔ پھر حضرت حسین علیہ السلام
والرحمہ کو کوفہ کی طرف نہضت فرمایا ہو گئے اور
کوفہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی آپ کو شہید
کر ڈالا گیا۔ آپ کی شہادت امیر المؤمنین حضرت
عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اسلام
میں تیسری مصیبت اور حضرت عمر بن الخطاب
کی شہادت کے بعد چوتھی مصیبت اور اسلام
میں رخنہ آسانی ہے۔ کیونکہ حضرت حبیب کی
شہادت سے مسلمانوں پر علانیہ ظلم توڑا گیا۔
اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے
مکہ معظمہ چاکر ہوا انہی میں ہنہ دل۔ اور وہی
مقیم ہو گئے۔ تاکہ نہ پیدل مدینہ نبوی حرم
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مکہ معظمہ کی طرف
مداخلہ نہ کرے۔ اپنی فوجیں لے کر لے گئے۔

مکة حرم الله تعالى . فقتل
بقايا المهاجرين والانصار
يوم الحرة وهي ايضا اكبر
مصائب الاسلام وخروجه .
لان افاض المسلمين وبقيّة
العصابة وخيار المسلمين من
جئة التابعين قتلوا جحراً
ظلموا في الحرب وصبراً و
جالت الخيل في مسجد
رسول الله صلى الله عليه وسلم
وراقت وبالت في الروضة
بين القبر والمنبر ولم تصل
جماعة في مسجد النبي صلى
الله عليه وسلم ولا كان
فيه أحد حاشا سعيد بن
السيب فاته له يارق
المسجد . ولولا شهادة
عمر بن عثمان بن عفان
ومروان بن الحكم عند
محمود بن عقبة الری بانه
مجنون لقتله . وأكره
الناس علی ان یبايعوا
یزید بن معاوية علی انهم

بیبی . چنانچہ کہ جنگ میں باجرین اور
انصار جو باقی رہ گئے تھے . ان کا قتل عام کیا
ہے حادثہ ناجو بھی اسلام کے بڑے مصائب
اور اس میں رختہ اندازی میں شمار ہوتا ہے
کہ کونکے ماضی ملیں . بغیر معاذ اور اکبر تاہین
میں بہترین مسلمان اس جنگ میں کھلے رائے
لہذا تکل کر دیئے گئے اور مذکور کر کے ہمارے
شہید کر دیا گیا . یزید لشکر کے گروہ رطلہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں جولاں دھلتے تھے
اور ریاض الجوزہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی قبر اور آپ کے منبر ہارک کے درمیان پید
کرتے اور پیشاب کرتے تھے . ان دنوں پہلے
میں کسی ایک نماز کی بھی جماعت نہ ہو سکی . اور
بجز حضرت سعید بن المسیب کے دہاں کوئی نذر
موجود تھا . انھوں نے مسجد نبوی کو بالکل چھینا .
اگر عمرو بن عثمان بن عفان اور مروان بن الحكم
(یزید کے سالار لشکر) مجرم (مسلم) بن حنفیہ کے
سامنے یہ شہادت دو دیتے کہ یہ خود روا ہے
تو وہ ان کو بھی ضرور معاف ڈالتا اور اس نے اس
حادثہ میں لوگوں کو اس پر مجبور کیا کہ یزید بن
معاویہ سے اس شرط پر بیعت کریں کہ وہ اس
کے قلم میں چاہے وہ ان کو بھیجے چاہے ہمارے
آزاد کہہ اور جب اس کے سامنے ایک شخص

جیدلہ۔ ان شاء باع وان شاء
اعتق۔ واکرلہ بعضہم البیعة
علی حکم القرآن سنۃ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فاصرفتمہ
فغضب عنقہ صبرا وعتک موت
او بھرو الاسلام ہتکا وانصب
المدینۃ ثلاثا واستخف باصحاب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ومدت الایدی الیہم فانتہت
دورہم واتقل فواللہ ائی مکہ
شرفھا اللہ تعالیٰ فخر صرت ویدی
الہیت بحجۃ المنجیق توطی
ذالک الحصین بن نمیر الکوئی
فی جیوش اہل الشام وذلک
لان مجرور بن عقبۃ المری مات
بعد وقعة الحرة بثلاث لیسال
وولی مکانہ الحصین بن نمیر
واخذ اللہ تعالیٰ یزید لخذ عزیز
مقدرفات ہذا الحرة باقل من
ثلاثة اشهر والید من شہرین
وانصرفت الجیوش عن مکہ۔ و
مات یزید فی نصف رجب الدیلمۃ
اربع وستین ولہ نیف وثلاثون

لے بہت رکھی کہ ہم کرکین حضرت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق بیعت کرتے
ہیں تو اس نے ان کے قتل کا حکم دیا اور کھوکھلا
کر کے قتل کر دیا گیا۔ اس مسرف یا مجرم
(مسلم بن عقبہ) نے اسلام کی جوی بے عزت کی
مزید منورہ میں تین دن برابر لوٹ مار کا سلسلہ
جاری رہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
صحابہ کو ذلیل کیا گیا ان پر دست درازی کی گئی
ان کے گھروں کو لوٹا گیا (مزید طیر کو تباہ و تاراج
کرنے کے بعد) یہ فوج مکہ معظمہ شرفہا اللہ تعالیٰ
کی طرف چل پڑی وہاں جا کر مکہ معظمہ کا محاصرہ
کیا اور بیت اللہ پر منجیق سے شکاری کی
گئی۔ یہاں حصین بن نمیر کی سرکردگی میں شام
کشکوں نے انجام دیا جس کی وجہ یہ تھی کہ مجرم بن
عقبہ مری کو تو جنگ مرتد کے تین دن بعد ہی موت
آجھ چا تھا اور اب اس کی جگہ سارا لشکر
حصین بن نمیر ہو گیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے بڑی
بہی اس طرح دھر پڑا جس طرح وہ ظالم ہذا
پکڑا کرتا ہے۔ چنانچہ وہ بھی واقعہ مرتد کے بعد
تین ماہ حکم اللہ سے لے لیا کہ تیس سو تیس گھوڑے
چلا گیا اور بڑی لشکر مکہ معظمہ سے واپس چلا گئے
بڑی کسمت ۱۵ رجب الاول سنہ ہجری کو
واقعہ ہوئی، اس وقت اس کی عمر کہ

سنۃ امہ میسون بنت بحدل او پڑیں سال حق اس کی ماں کا نام میسون بنت
الکلبیۃ وکانت مدتہ ثلاث بحدل کہیہ تھا۔ یزید کی موت عکراذی کہ تین
سین وثمانیۃ اشہر وایام فقط سال آٹھ ماہ اور کہ دن تھی۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ | اول تو یزیدؒ غزوہ قسطنطنیہ میں بخوشی خاطر شریک
ہی نہیں ہوا، جو اس بشارت کا مستحق ہو اور اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ
وہ بغیر کسی جبر و اکراہ کے خود دل سے اس غزوہ میں شریک ہوا تھا تب بھی اس
بشارتِ مغفرت کا تعلق اس کے اس گناہوں سے ہوگا۔ جواب تک اس سے
سرزد ہوئے تھے، اور جو معاصی اور جرائم اس غزوہ قسطنطنیہ میں شریک
ہونے کے بعد اس سے سرزد ہوئے ہیں ان کی مغفرت کا اس بشارت سے کوئی
تعلق نہیں وہ اس کے ذمہ باقی ہیں اور اگر کسی کج فہم کو اب بھی اس پر اصرار
ہو کہ حدیث میں مذکورہ مغفرت کا تعلق اس کے تمام لگے پھلے گناہوں سے ہے
اور اس غزوہ میں شرکت کرنے والہ ہر فرد کے تمام لگے پھلے گناہ معاف کر دیے
گئے ہیں اور مذکورہ مغفرت سے ہر فرد کی مغفرت عام مراد ہے تو یہ محض غلط ہے
اور اس مغفرت کے عموم کی تخصیص کے لئے وہ حدیث کافی ہے جو ابھی آپ کی
نظر سے گزری ہے۔ اور اس کی روشنی میں یزید کے سیاہ کارناموں کی تفصیل
بھی آپ پر دھچکے ہیں اب ایسے نابکار کے جتنی ہونے پر اصرار کرنا کس قدر خدشہ
خلط ہے۔ ناصبیوں کو اغنیاء ہے کہ وہ اپنے ممدوح یزید کو "خلیفہ راشد" مانیں،
اس کے جتنی ہونے کا اعتقاد رکھیں بلکہ جیسا کہ بعض جاہل ناصبیوں کا عقیدہ تھا
اس کو صحابی سمجھیں یا اس کی نبوت کا اقرار کریں۔ لیکن اہل حق میں سے کوئی شخص

۱ ص ۳۵۰، ۳۵۱ طبع مصر طبعہ بجامع السیرۃ لابن حزم۔ ج ۱ مالک بن نیرۃ حبشہ السیرۃ لکھنؤ

طائفۃ من الجملۃ یکنون یزید هذا من اسی جملہ کی ایک جماعت اس یزید کو صحابی نہ کہنے
الاصحابۃ وبعث فلا تسمیہ یصلہ من اللہ فی ہے اور بعض خالی نامی اس کو نبی بھی مانتے ہیں۔

۲ ص ۳۵۰ طبع امیرہ لہلال مصر طبعہ بجزی۔ ضمیمہ ہے جسے دوسرے نامی ابی اسحاق
نہیں پہنچے بلکہ وہ جزیرہ کو صفیہ خلیفہ راشدہ سمجھتے ہیں اور یہ دعویٰ کہ کہ اس کی خدمت میں کوہیہ پانچویں

بہات صحت جوٹ و جو اس یزید کے ان بڑاہ کارناموں کے باوجود اس کے جنتی سمونے
کی کیے شہادت دے سکتا ہے۔

یزید جیسے فاسق کی سرکردگی میں بھی جہاد ہو سکتا ہے
اُن ملانے اس حدیث سے بے سند ضرور نکالے کہ برفاسق کی سرکردگی
میں جہاد ہو سکتا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

وہ مشروعية الجهاد مع	اس سے یہ جہت ہوا کہ جہاد ہر مکران کی محبت
کل امام لتضمنة الثناء على	میں کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ یہ حدیث فاطمہ
من غزا "مدينة قيصر"	شہر قیصر کی تعریف پر مشتمل ہے حالانکہ اس خطبہ کا
وكان امير تلك الغزوة	میر یزید بن معاویہ تھا۔ اور یزید تو یزید جہاد
يزيد بن معاوية	رک اس کی تابکاری و نالائق معلوم
يزيد يزيدي	خاص و عام ہے)

اور امام ابو بکر احمد بن علی الجصاص "احکام القرآن" میں فرماتے ہیں:-

وقد كان اصحاب النبي	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب خلفاء آید
صلى الله عليه وسلم يغزون	کے بعد فاسق امراء کے ساتھ بھی جہاد میں
بعد الخلفاء الاربعة مع الامراء	شرک ہوئے تھے۔ چنانچہ حضرت
الفاسق وغزى ابو ايوب الانصاري	ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے یزید
مع يزيد اللعين	کی محبت میں بھی جہاد فرمایا ہے۔

"مدینہ قیصر سے مراد قسطنطنیہ نہیں بلکہ حمص ہے" اور دوسرے کہ یہ ساری بحث

اس صورت میں ہے جب کہ ہم اس حدیث میں جو مدینہ قیصر کے الفاظ آتے ہیں
اس سے "قسطنطنیہ" ہی مراد لیں ورنہ اگر "مدینہ قیصر" سے وہ شہر مراد لیا جائے
کہ وہیں وقت "قیصر" کا دارالسلطنت تھا کہ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی زبان مبارک پر بشارت کے الفاظ تھے تو ساری بحث ہی ختم ہو جاتی ہے

کیونکہ اس صورت میں ”مدینہ قیصر“ سے مراد ”قسطنطنیہ“ نہیں بلکہ ”محض“ ہے چنانچہ شیخ الاسلام محمد صدر الصدور دہلی شریع بخاری میں فرماتے ہیں۔

و بعضہ تجویز کنندہ کہ مراد ”مدینہ قیصر“ اور بعض علماء کی تجویز یہ ہے کہ شہر قیصر مدینہ باشد کہ قیصر در آنجا بود روزی کہ فرمود ایں حدیث را آنحضرت، جس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے و اں محض است کہ در اں وقت دار مملکت او بود۔ واللہ اعلم

اب پہلے یہ ثابت کیا جائے کہ اس وقت قیصر کا دار الملک ”محض“ نہیں بلکہ ”قسطنطنیہ“ ہی تھا اور اس عہد میں جب بھی ”مدینہ قیصر“ کے الفاظ استعمال ہوتے تھے اس سے مراد شہر قسطنطنیہ ہی لیا جاتا تھا پھر اس دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے لغت، عرف، اشعار عرب اور آثار و احادیث سے سند لانا ضروری ہے محض دعویٰ سے کام نہیں چلتا۔

صحیح بخاری میں بزرید کی مذمت میں حدیثیں | یہ بھی واضح رہے کہ صحیح بخاری میں بزرید کا جس بھی ایک حدیث نہیں ہے کہ جس کو مستفی نے استفسار میں درج کر دیا ہے بلکہ اور بھی متعدد روایات موجود ہیں جن میں بزرید کی بدکرداری اور بداطواری کی پوری طرح نشاندہی کر دی گئی ہے، بزرید کے بارے میں فیصلہ کرنے وقت ان روایات کو بھی نظر میں رکھنا چاہیے۔ یہ روایات حسب ذیل ہیں:-

پہلی حدیث | (۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

حفظت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعائین فاما احد مما فبثتہ واما الآخر فلو بئثتہ قطع

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ میں نے دو طرح کا علم حقا کہہ دیا ہے ان میں سے ایک کی تو نشر و اشاعت کر دی ہے۔ اور جو دوسرے کی اشاعت کر دیا تو بے فائدہ

لے شیعہ فارسی صحیح بخاری از شیخ الاسلام مطبوعہ برعائتہ تبلیغ المذہب ص ۳۹۹ مطبعہ طبعی کتب خانہ

هذا البليغ عليه السلام - کات ڈالا جائے۔

یہ دوسری نوع کا علم جس کی نشر و اشاعت سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر گریز فرمایا کہ وہ اگر زبان پر لاؤں تو یہ سر قلم کر دیا جائے، کیا تھا؟ اس کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی فرماتے ہیں:-

المراوہ علی الصحیح من اقوال العلماء علم الفتن والواقعات التي وقعت بعد وفاته عليه السلام من شهادة عثمان وشهادة الحسين وغير ذلك ولان يخاف في انشاؤها وتعيين اسماء اصحابها من غلمان بنی امیة وفتیانہم۔

اقوال علماء میں سے صحیح قول کے مطابق اس سے مراد ان فتن اور واقعات کا علم ہے کہ جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد واقع ہوئے جیسے حضرت عثمان اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت وغیرہ کے واقعات یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان واقعات کی افشاء کرنے اور ان خبروں کو کہہ سونے کے سلسلے سے اس مسئلے کے لئے کہ کہیں نبی امیر کے لئے اور ان کی توفیر میں کسی گمراہی کو قتل نہ کر لے۔

اور علامہ ابن تیمیہ، منہاج السنہ میں رقمطراز ہیں:-

وابو ہریرۃ اسلم عام خیبر فلم یصحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا اقل من اربع سنین ، وذاک الجہاد لم یکن فیہ شیء من علم الدین ، علم الایمان والامور النہی وانما کان فیہ النخبار عن الامور المستقبلة

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود خیبر کے سال اسلام لئے اس لیے ان کو چار سال سے کم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہتے ہوئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس وقت، پہلے میں علم دین، علم ایمان اور امور نبوی کی کوئی چیز دینی، اس میں تو صرف آنحضرت کے لئے واقعات کی خبریں تھیں۔ مثلاً ان اشیاء سے پہلے جو آئے چل کر مسلمانوں میں رہا سمجھتے، جیسے

لے صحیح بخاری، باب حفظ العلم، ج۱، شرع تراجم ابواب البخاری، باب مذکور۔

مثل الفتن التي جرت
بين المسلمين فتنة الجمل و
صفين وفتنة ابن الزبير و مقتل
الحسين ونحو ذلك :-
جنگ جمل و جنگ صفین ۲ فتنہ، حدیث الجملہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قتل کا فتنہ اور صفین
مسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ۲
بیان اور اسی قسم کے واقعات ۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا دور یزید سے پناہ مانگنا
علیہ فرماتے ہیں :-

وحمل العلماء الوعاء الذي
لعمريته على الاحاديث التي
يها تبين أسامي امراء
السوء واحوالهم وزمنهم
وقد كان ابو هريرة يكتفي
عن بعضهم ولا يصرح به
خوفاً على نفسه منهم
كقوله :- اعوذ بالله من
رأس السنين وإمارة
الصبيان " يشير الى خلافة
يزيد بن معاوية لأنها
كانت سنة ستين من
الهجرة واستجاب الله دعاء
أبي هريرة فمات قبلها سنة
اور علماء نے علم کے اس غزن کو جس کی حضرت
ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشاعت کی
ان احادیث پر محمول کیا ہے جن میں امراء سوء
نہ کرنا اور نابکار حاکموں کے نام کی تفصیل
ان کے حالات اور زمانے کا بیان تھا حضرت ابن کثیر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان نالائق حکمرانوں میں سے
بعض کو ذکر اٹھا کہ ان میں گروہ کرتے تھے گورامہ
ان کا نام نہیں دیتے تھے کہ کس وہ ان کو جانے
مندر لیں، چنانچہ فرمایا کرتے تھے کہ میں خطبات
سے لڑنے کے شروع ہونے اور لوگوں کی حکومت
سے پناہ مانگتا ہوں، یزید بن معاویہ کی ہر شاہی
کی طرف اشارہ تھا کہ وہ معاویہ میں قائم ہو گیا
حق تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
دعا قبول فرمائی چنانچہ یزید کے ہر شاہی
حکام سال پہلے ہی دنیا چلتی فرم گئے ۔

دوسری حدیث | امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب البیہم میں ایک باب

تاکم کیا ہے جس کے الفاظ ہیں -

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم هلاك امتی

على یدی اغیلة من قریش :

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے
چند نوٹروں کے ہاتھوں ہوگی :

اور پھر اس باب میں یہ حدیث نقل کی ہے ۔

عمرو بن لُحی بن سعید بن عمرو بن سعید کہتے ہیں کہ

مجھے میرے دادا جان نے بتلایا کہ میں مدینہ شریف میں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مسجد نبوی

میں بیٹھا ہوا تھا، اس وقت مردان بھی جا رہے تھے

تھا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے

صادق و صدیق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے

ہوئے سنا ہے کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے

چند نوٹروں کے ہاتھوں ہوگی، اس پر مردان کہنے لگے

نکاح نکاح! ان پر لعنت ہو، تو انہیں بھول گئے، وحق

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے کہ اگر میں بتاتا

ہا ہوں کہ فلاں فلاں کے لئے بھول گئے تو کیا بھی

سکتا ہوں۔ ر عمر و کا بیان یہ ہے کہ (پھر میں

اپنے دادا جان کے ساتھ جب بنی مروان کی حکومت

شام پر قائم ہوئی تو ان کے یہاں جا کر اڑھ

اودھ دا جان جب ان نوٹروں کو دیکھنے

تو فرمایا کہ تم کو لالہا، دی لوگ ہیں جن

کے متعلق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حدیثنا موسیٰ بن اسمعیل

حدیثنا عمرو بن یحییٰ

بن سعید بن عمرو بن

سعید قال اخبرنی جدی

قال کُنت جالساً مع ابی ہریرہ

فی مسجد النبی

صلی اللہ علیہ وسلم بالمدينة

ومعنا مروان قال ابوہریرہ

سمعت الصادق الصدوق

يقول - هلكة امتی علی

یدی غلعة من قریش

فقال مروان لعنة الله علیہم

غلعة! فقال ابوہریرہ

لوشئت ان اقول بنی فلان و

بنی فلان فعلت، فقلت اخرج

مع جدی الی بنی مروان حیث

ملکوا ہا شام فاذا راہم غلعاتاً

لحدائنا قال لنا عسى هؤلاء ان يكونوا منهم قلنا انت اعلم۔
نے: یا ابا جہم! ہم بس کہتے آپ کو خوب

میری امت کی تباہی قوش کے چند لشکروں کے خون ہوگی | حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں تصریح کی ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمۃ الباب میں جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ مسند امام ذہبی میں نالی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہاں الفاظ مروی ہے۔

ان فساد امتی علی یدی میری امت کی تباہی قریش کے چند و قوذ غلۃ منقریش ہے
لشکروں کے ہاتھوں ہوگی۔

لشکروں کی حکومت کی کیفیت | ۱۳۱ مہاکت اور فساد کی تشریح جس کا ذکر صحیح بخاری کی لکھنؤ میں آپ کی نظر سے، نیز، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ کو علی بن الجعد اور ابن ابی شیبہ نے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ ان الفاظ میں مذکور ہے۔

اعوذ باللہ من امارة الصبيان - قالوا وما امارة الصبيان ؟
" میں اللہ سے لڑوں کی امانت سے بچاؤ۔ انکے ہیں۔ حاضرین نے عرض کیا کہ لڑکوں کی امانت کیا معنی ہے؟ فرمایا کہ اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو ہلک ہوئے (کہ جن بہادر ہوں) اور اگر تم نے ان کی نافرمانی کی تو وہ تمہیں ہلک کر کے کھجوریں دیں گے (یعنی تمہیں ہلاک کر دیں گے) انہما مالہما لایک یا تمہاری ہاتھوں میں مال دونوں کے ہلک کر کے دیں گے۔

۱۳۸ - ص ۸ - ۱۳۹ - فتح الباری ۵ - ۱۳ - ص ۸

آپ اب اس حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے، حافظ شمس الدین ذہبی نے میزان الاعتدال میں شمسہ ذی الجوشن کا جو تذکرہ لکھا ہے وہ پڑھیے، فرماتے ہیں:-

شمس بن ذی الجوشن ابو الساہمۃ النہالی شمس بن ذی الجوشن ابو الساہمۃ النہالی (جانبہ ص ۸)

نیز ابن ابی شیبہ کی آیت ۱۰۰ روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ

ان ابا هريرة كان يمشي في السوق
ويقول اللهم لا تدركني سنة
ستين ولا إمارة الصبيان =
امت کو تباہ کرنے والے لونڈوں
کرنے کے بعد عاتق ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھے ہیں :-

وفي هذا الاشارة الى أن اول
الغيلة كان في سنة ستين وهو

عن أبيه وعنه أبو الصالح السبعي بس
بأهل الرواية فانه أحد قتلة الحسين
(رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وقد قتله عفر
المختار - روى أبو بكر بن عباس صح
أبي اسحق قال كان شمر يملئ معنا
ثم يقول : اللهم اهلك قلعهم إلى
شريف فاغفر لي قلت : كيف
يفر الله لك وقد امنت على قتل
ابن رسول الله صلى الله عليه وسلم
قال ويملك فكيف نضج ويا امراءنا
هو لاء أمرونا ما أمرهم فخالفهم
ولو خالفناهم كان شراً من
هذه المحمالة الشقاة -

قلت ان هذا العذر
تبع فانما الطاعة في
المعروف بحج

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بازار میں
جاتے جاتے ہیں دعا کرتے تھے - اے اللہ مجھے
ستہ کا زمانہ نہ آنے دے اور نہ لونڈوں کی امت کا
یہ یزید سرفہرست ہے اس روایت کو نقل
اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس
حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان لوگوں

۱۰۰ - فتح البارک ج ۱ ص ۸ - ج ۱ ص ۳۳۹ - فتح مصر ج ۳ ص ۳۲۵

آمد و رفت : ہمیں اور وہ ان کے ساتھ کسی جنگ میں شریک ہوئے
بلکہ اپنے ذہن کو سلامت رکھنے کے پاس سے راہ فرار اختیار کر گئے۔
صحابہ و تابعین : اس ہدایت پر عمل | اب ساری اسلامی تاریخ کا ایک ایک ورق
پڑھ جائیے۔ بنید کے عہد نحوست مہد میں میدان کربلا ہو یا جنگ حرہ، حرم اہل
محاصرہ ہو یا روم نبوی پر چڑھائی، ان میں سے کسی ایک مہم میں بھی یزید کی
حمایت میں نہ آئی۔ صحابہ تو درکنار کسی قابل ذکر شیک نام تا بھی کام بھی آپ کو
دھونڈنے : یہ نہیں ملے گا جو کہ یزید کی طرف سے لڑنے آیا ہو۔

اس کے بعد حافظ ابن جریر دمشقی کے اس جملہ کی کہ "فاذا راهم غلما فاعلنا" (جب
ہم سے دیکھیں اور ان جیب شام کے حکمرانوں کو دیکھیں کہ وہ فوجیں لڑنے میں آگے
کرتے ہیں) رقمطراز ہیں :-

والدہ، یظہران المدکورین	اور علامہ کا کہ ہے کہ اوی کے دادا نے جو عکرا
من - ملتھم وان اولھم	کا ذکر کیا ہے وہ قریش کے ان ہی لوگوں میں
یزید کا دل علیہ قول	داخل ہیں اور ان میں پہلا شخص یزید چنانچہ
اُچھا، صریحہ - رأس الستین	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے
وامارۃ الصبیان - فان یزید	آقا اور روئے کی امدت کا ذکر کرنا اس بات کو
کان غالباً ینتزع الشیوخ	جسٹا ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ یزید
من امانۃ البلدان الکبار	کے بڑے بڑے شہروں کی امدت سے بڑی عمر کے
ویولیعھا الا صاغر من	لوگوں کو ہٹا کر ان کی جگہ اپنے رشتہ داروں پر
اقاربہ	کم عمر لوگوں کو وال بنا دیا کرتا تھا۔

مروان کا ان منسلکوں پر لعنت کرنا | نیز اس بات کے ختم پر حافظ ابن جریر حنفی
علیہ الرحمہ نے جو تنبیہ فرمائی ہے وہ بھی پڑھنے کے قابل ہے۔ فرماتے ہیں،
(تنبیہ) یتعجب من لعن (تنبیہ) تعجب ہوتا ہے کہ مروان نے ان مذکورہ

مروان الغلّة المذكورین مع
 أن الظاهر انهم من ولد وثاق
 الله تعلق اجری والک علی
 لسانه لیكون اشد فی الحجّة
 علیهم لعلهم یتعظون وقد
 روت أحادیث فی لعن
 الحکم والد مروان وما
 ولد اخرجهما الطبرانی
 وغیره غالبهائیه مقال
 وبعضها جید ولعل المراد
 تخصیص الغلّة المذكورین
 بذالک ۛ

نوٹوں پر لعنت کی علامت ظاہر ہے کہ وہ
 اس کی اولاد ہی تک ہوتے ہیں۔ پس گویا
 حق تعالیٰ شاذ نے یہ بات اس کی زبان سے
 کہلوادی تاکہ ان نوٹوں پر سخت محنت قائم
 ہو جائے اور شاید اس بات سے وہ کچھ نصیحت
 پکڑیں۔ اور اس مروان کے باپ حکم خدا کی
 اولاد پر حدیثوں میں لعنت وارد ہوئی ہے ان
 حدیثوں کو طبرانی وغیرہ نے روایت کیا ہے جن
 میں سے اکثر روایات میں گفتگو کی گنجائش ہے
 مگر ان میں سے بعض روایات جدید ہیں اور
 غالباً لعنت ان ہی نوٹوں کے ساتھ مخصوص ہے
 جن کا ذکر حدیث بخاری میں آئے ہے۔

یزید کے دور میں صحابہ و تابعین پر مظالم اعراض قریش کے وہ چند نوخیز نوٹے
 جن کے نام حقول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لعنت کی بلاکت و برہان
 کی خبر دی ہے ان سب میں اول نمبر یزید پلید کا ہے، چنانچہ اسکی ولی عہد کی
 سلسلہ جنبا کی کے آخان سے لے کر اس کے مرتے دم تک اس عہد کے انیاز امت
 صحابہ و تابعین پر مصائب کے جوہاڑ ٹوٹے اور ان کی جس طرح توہین و تذلیل کی
 گئی اور ان کے ساتھ قتل و غارت کا جو معاملہ ہوا۔ اس سے تاریخ اسلام کے
 اوراق پڑیں اور صحیح بخاری میں اس سلسلہ کے جو واقعات حصّاً آگئے ہیں
 وہ یہ ہیں :-

(۳) حدثنا موسى بن اسماعيل
 قال حدثنا ابو عوانة عن
 يوسف بن مالك قال سمعنا
 محمد بن حنفية قال سمعنا
 رسول الله صلى الله عليه وسلم

ابن بشر عن يوسف بن ماصك قال كان مروان على الحجاز استعمله معاوية فخطب فجعل يذكر يزيد بن معاوية لكي يباع له بعد ابيه فقال له عبد الرحمن بن ابی بکر شیثاً فقال خذوه فدخل بيت عائشة فلم يقدروا . فقال مروان ان هذا الذي انزل فيه - وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُتْبَا لَكُمْ اَتَعِدُ زُنُوجًا فَقَالَتِ عَائِشَةُ مِنْ وِارِءِ الْحِجَابِ مَا اَنْزَلَ اللَّهُ فِينَا شَيْئًا مِنَ الْقُرْآنِ اَلَا اِنَّ اللَّهَ اَنْزَلَ عَذْرَاةً بِهٖ اِسْمَ بَخَارِی کی اس روایت میں جو اجمال ہے اس کی تفصیل مستخرج اسماعیلی میں اسی سند کے ساتھ باس الفاظ مذکور ہے ۱۔

فان معاوية ان يستخلف يزيد يعني ابنه فكتب الى مروان بذلك فجمع مروان الناس فادع معاوية ان يستخلف يزيد يعني ابنه فكتب الى مروان بذلك فجمع مروان الناس

وان كانا مائلين اليك فاشاء ان يخطبوا فاجاب من بينه ابن معاوية عن متعلق وكنتم نكاحكم اس سبب کے بعد اس کیلئے بیعت لی جائے اس پر حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مروان کو کہا کہ تو اس نے ابراہیمؓ کو کہہ دیا ہے کہ وہ خدا کو حکم دیا کہ اس شخص کو گرفتار کرو اور اس کو حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہنچی ہیں اہل المؤمنین حقوق مائتہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مجرم ہیں گھس گئے اور مروان کی پولیس کا ان پر قابو نہ چل سکا۔ اب مروان وہ حکم بولایا وہی شخص تو مجھ تک پہنچا ہے جس نے عائشہؓ پر آیت نازل فرمائی تھی اور میں شخص نے اپنے ماں باپ کو کہا میں بڑا ہوں تم سے کیا تم کہہ کر اوروں سے ہوا اور حضورؐ کو حین حق اللہ تعالیٰ عنہ نے وجیبہ بنی کی غلطی سے تم پر لکھ دیا ہے کہ تم مجھ کو بلاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا کلمہ میں تو فرق نہ کیا میں کہہ نہ لیتا یہ کہ ایسے اس نے نہ لکھا میری کو بہت افسوس کہ اس کی آیتیں منور نہ لکھائی ہیں۔

معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارادہ کیا کہ اپنے بیٹے یزید کو طیف بنیائیں تو مروان کو اس پر کہ میں لکھا اب مروان نے لوگوں کو جمع کر کے علیہ

فخطبهم و ذکر یزید و دعا
الی بیعتہ ، و قال ان الله ارسى
امیر المؤمنین فی یزید رأی احسن
وان یتخلفه فقد استخلف
البو بکر و عمر۔

دیا اس میں یزید کا ذکر کر کے اس کی بیعت کی
دعوت دی ، اور کہنے لگا اللہ تعالیٰ نے
ہمراہ المؤمنین کو یزید کے ہاں سے اس اچھی رائے
سمجھائی ہے۔ اب اگر وہ اس کو خلیفہ بنانے
میں تو ابو بکر و عمر بھی خلیفہ بننا چکے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن ابی بکر کا مروان کو برسر منبر کو کنا ظاہر ہے کہ اس ظنی بیانی کا
جواب سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہی کو
دینا چاہیے تھا ، چنانچہ حسب توقع انھوں نے نہایت جرأت سے کام لے کر جی
بے ہاکی سے سلطان جابر کے سامنے کلمہ حق کی ادائیگی کے فریضے کو انجام
دیتے ہوئے فرمایا :-

ما حی الاہرقلیۃ
اور حافظ اسماعیل کی دوسری روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں :-

فقال مروان سنۃ الی
بکر و عمر فقال عبد الرحمن
سنۃ ہرقل و قیصر۔

مروان کہنے لگا ، ابو بکر اور عمر کی سنت ہے۔ اس پر
حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نہیں
بلکہ ہرقل و قیصر کی رسم ہے۔

اور مسند ابی یعل اور تفسیر ابن ابی حاتم میں عبد اللہ مدنی کی زبانی اس
واقعہ کی تفصیل مروی ہے :-

كنت فی المسجد حین
خطب مروان فقال ان
الله قد اری امیر المؤمنین
رأیا حسنا فی یزید ، وان
یتخلفه فقد استخلف

جس وقت مروان نے خطبہ دیا میں مسجد نبوی
میں موجود تھا کہنے لگا اللہ تعالیٰ نے امیر المؤمنین
(معاہدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو یزید کے
ہاں سے میں عمدہ رائے سمجھائی ہے۔ اگر
وہ اس کو خلیفہ بنائے میں تو ابو بکر و عمر بھی

ہرقل جیسے لوگوں کے فرمانروا قیصر کا نام ہے۔

ابوبکر وعمر، فقال
عبد الرحمن ضرقلية
ان ابا بكر والله ما جعلها
في احد من ولدہ، ولا
في اهل بيته، وما
جعلها معاوية الاكرامة
لولدہ۔

بنا چکے ہیں۔ اس پر حضرت عبدالرحمن رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ تو بر قال کا طریقہ ہے ولت
ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی اولاد
میں کسی کو خلافت نہیں سونپی اور نہ اپنے
خاندان میں سے کسی کو خلیفہ بنایا، مگر
معاویہ تو بس اپنے بیٹے کو اعزاز بخشنا
چاہتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ کا مروان کو جھوٹا کہنا | ظاہر ہے اس حق بات کو سننے کی تاب
مروان میں کہاں تھی، فوراً الزام تراشی پر اتر آیا اور ان کو گرفتار کرنے کا حکم دیدیا
آخر جیسا کہ محدث اسماعیلی کی روایت میں آتا ہے حضرت ام المؤمنین عائشہؓ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کہنا پڑا۔

كذب والله ما انزلت
ولدت من جوف بنتك، یہ ایت جلد الرحمن رضی اللہ عنہ
کی بارے میں نازل ہی نہیں ہوئی۔

مروان کی حضرت عائشہؓ سے سخت کلامی | مسند ابویعلیٰ میں یہ بھی آتا ہے کہ پھر
مروان منبر سے اتر کر حضرت ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سخت کلامی
کرنے لگا اور آپ نے بھی اس کو دپے ہی جواب دیئے آخر وہاں چلا گیا۔
حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر صدیقؓ معاویہؓ اور ابوسفیانؓ سے فاضل ہیں |

اب ذرا غور کیجئے، مروان کی یہ تقریر کہاں ہو رہی ہے، منبر نبوی سے،
مسجد نبوی میں، روضۂ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے، یزید کی ملی جملہ
کی بیعت لینے کے لیے اس پر انفرادہ پروازی کا یہ عالم ہے کہ اس ولی عہد کی
رسم کو حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سنت بتلا رہا ہے۔ اور حضرت
عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اس کو ٹوکتے ہیں کہ یہ ابوبکر و عمر کی سنت

نہیں ہے بلکہ ہر قل اور قیصر کی رسم دلی عہدی ہے تو بکر دعا ہے الزم تراشی کرتا ہے، کتاب اللہ کے بارے میں جھوٹ بولتا ہے، ذرا نہیں سوچتا کہ کہاں ہوں، کس مقام سے بول رہا ہوں، کس سے مخاطب ہوں یہ کس باپ کے بیٹے ہیں، حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سگے بھائی تھے۔ یہ بزرگ تو کیا چیز ہے اس کے والد ماجد معاویہ اور جد امجد ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی بعض قرآن الفضل ہیں، کیونکہ جناب معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے والد ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو مولفۃ القلوب میں تھے فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے "طلاق" میں ان کا شمار ہے۔ اور عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ صلح حدیبیہ کے زمانے میں فتح مکہ سے بہت پہلے مشرف بہ اسلام ہو کر ہجرت فرماتے مدینہ پہنچے تھے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر کی آمدنی میں سے ان کے لیے چالیس دسوق سالانہ خرما کا وظیفہ مقرر کر دیا تھا۔ ابن کثیر نے ان کے بارے میں لکھا ہے "کان من مسادات المسلمین" وہ مسلمانوں کے اکابر میں سے تھے اور کان معظماً بین اہل الاسلام، اہل اسلام میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے یہ اب جس کی دلی عہدی کے سلسلے میں اکابر صحابہ کی سطح توہین کی جاتے اس کی بادشاہی کے دور میں کیا کچھ نہ ہوگا؟

جلالہ رحمٰن بن ابی بکر کا معاویہ کی رقم کو واپس کر دینا | حافظ ابن کثیر نے زیرین بقا کے بعد نقل کیا ہے کہ اس واقعہ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک لاکھ دس سو حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں بھیجے مگر حضرت محدود نے وہ کہہ کر ان کے لینے سے انکار کر دیا کہ ابیغ دینی بد دنیا ہی ہو کہا میں اپنی رضا کے عوض اپنے دین کو بیچ ڈالوں! یہ

آخر کار اکابر صحابہ کے پہلے در احتیاج کے باوجود ان کی مرضی کے برخلاف

یزید راج سنگھاسن پر براجمان ہو جاتا ہے، اور امت محمدیہ پر ہلاکت کا طعنہ
 اٹھاتا ہے، رجب ستھ ہجری میں یزید بادشاہ بنانا اور اسی سال مہاروضہ
 میں یزید اپنے چچا زاد بھائی ولید بن عقبہ بن ابوسفیان کو مدینہ منورہ کی گورنر
 سے معزول کر کے اس کی جگہ عمرو بن سعید اشقی کا تقرر کرتا ہے۔
 یزید کا گورنر مدینہ کو اس لیے معزول کرنا کہ اس نے حضرت حسین و ابن زبیر پر سختی کی تھی

ولید کا قصور یہ تھا کہ اس نے بیعت کے معاملہ میں حضرت حسین و حضرت
 عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر رو سختی دے دی تھی جو یزید کو مطلوب تھی۔
 اس لیے یہ دونوں حضرات یزید کی بیعت کیے بغیر مدینہ منورہ سے بخیر وقت
 مکہ معظمہ پہنچ گئے تھے۔ حالانکہ یزید کا ان کے بارے میں ولید کو یہ فرمان تھا۔
 اما بعد اخذ حسینا و عبداللہ بن عمر و عبداللہ
 عبد اللہ بن عمرو و ابن زبیر کو بیعت کے لیے سختی کے ساتھ
 عبد اللہ بن الزبیر بالبیعة پکڑو، اور جب تک یہ لوگ بیعت نہ کریں
 اخذ اشد بدالیست فیہ زور و حیل نہ ہونے پائے۔

رخصۃ حتی یسایعوا و السلام والسلام

مروان کا مشورہ کہ ان حضرات کا سر قلم کر دیا جائے مروان کا مشورہ ان حضرات
 کے بارے میں ولید کو یہ تھا کہ اگر یہ حضرات بیعت نہ کریں تو فوراً ان کا سر قلم
 کر دو مگر ولید نے مروان کی بات نہ مانی اس لیے اس شاہی فرمان کی تعمیل میں
 کوتاہی کا لازمی نتیجہ معزولی تھا۔ حافظ ابن کثیرؒ نے جو اس کی معرولگی وجہ
 میں "تغریبہ" کا لفظ لکھا ہے وہ اسی حقیقت کا ترجمان ہے۔

حضرت ابو شریح کا گورنر مدینہ کو حرم پر فوج کشی سے منع کرنا چنانچہ اس کی جگہ
 گورنر ہو کر عمرو بن سعید اسی ماہ میں مدینہ آ گیا یہ مزاج کا بڑا فرعون اور بڑا حکم
 تھا حافظ ابن کثیرؒ کے اس کے بارے میں یہ الفاظ ہیں وکان متاع الخامت کبیرا

وہ اپنے آپ کو خدا کی جگہ پر سمجھنے والا بڑا ہی مغرور تھا) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے چونکہ ابھی تک یزید کی بیعت دیکھی تھی اور وہ حرم الہی میں پناہ گزین تھے اس لیے اس نابکار نے ان کو گرفتار کرنے کے لیے مدینہ میں آتے ہی حرم مکہ پر لشکر کشی شروع کر دی۔ اس کی اس ناشائستہ حرکت پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشہور و محترم صحابی حضرت ابوشریح خزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس بہترین انداز میں اسے فہمائش کی وہ صحیح بخاری میں اس طرح منقول ہے ۔

حضرت ابوشریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے	چوتھی حدیث [۴۴] احد ثنا عبد اللہ
عمر بن سعد کو جب کہ وہ مکہ معظمہ پر چڑھائی کیے	ابن یوسف قال حدثنا اللیث
فونکے دستے بھیج رہا تھا فرمایا، اے امیر ابوہریرہ	قال حدثنی سعید ہوا بن
ربجئے تاکہ میں آپ کے سامنے وہ حدیث بیان	ابی سعید عن ابی شریح انہ
کروں جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے	قال لعمر بن سعید ۔
فتح مکہ کے دوسرے دن مکہ کے پھر کریاں فرمایا	رہو یبعث البعوث الی
تھا اور میں کہیں دے دونوں کانوں نے سنا اور	مکہ ائذن لی ایما الامیر
دل نہ مار دیا اور جس وقت آپ اس کو پہنچا	احد ثلث قولاً قام بہ
فدیا ہے تھے تو میری دونوں آنکھیں آپ کو	رسول اللہ صلی اللہ
دیکھ رہی تھیں آپ نے فتح تعالیٰ کی حمد شاکہ	علیہ وسلم القد من یوم
بعد فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو حرم بنالیا ہے	الفقم سمعہ اذناک
لوگوں نے اس کو حرم نہیں بنایا لہذا جو شخص	ربعا قلبی وابصرک
بھی اللہ تعالیٰ اور مدینہ آخرت پر ایمان رکھتا	عینای حین تکلم بہ

نے مولا فاطمہ حسن علیہ السلام نے۔ امام ابوہریرہ کی سیاسی زندگی میں اس واقعہ کو جہاں تک بہرہ وک
جہد و فتنہ کا لگاؤ ہے جو صحیح نہیں، واقعہ یزید بن معاویہ کے زمانہ مکرانی میں ہوا ہے۔ (ملاحظہ ہو
"البدایہ والنہایہ" ترجمہ یزید بن معاویہ ج ۱ صفحہ ۱۷۱) ترجمہ حضرت ابوشریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حمد الله وأثنى عليه ثم
قال ان مكة حرمها الله
ولم يحرمها الناس فلا يهل
لا مربي يؤمن بالله واليوم
الآخر ان يسفك بها دماً
ولا يعصد بها شجرة فان لوط
ترخص لقتال رسول الله
فيها فنقولوا ان الله قد اذن
لرسوله ولعزايذ لكذا
اذن لي فيها ساعة من نهار
ثم عدت حرمتها اليوم كحرمتها
بالا من يبلغ الشاهد الغائب
فقيل لابي شريح ما قال
عمرو قال انما انا أعلم
منك يا أبا شريح لا
تعبد عاصياً ولا فاسراً
بدم ولا فاراً بخربة

اس کے لئے و طاعت نہیں کہ مکر معظریں کسی کا
خون بہائے اور وہاں کوئی رخت نہ لے۔
پھر اگر کوئی شخص رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
کے واسطے قاتل کرنے کی وجہ سے اس امر کی غصہ
ہلے تو اس کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے
رسول کو تو اس کی اجازت دی تھی کہ کسی کو
اجازت نہیں دی۔ اور مجھے بھی گھڑی بھر تک
اجازت تھی پھر آج اس کی حرمت اسی لئے عود
کر گئی جس طرح کہ اس کی حرمت تھی اور
جو شخص یہاں حاضر ہے اس کو چاہیے کہ جو شخص
غائب ہے اس تک یہ بات پہنچا دے۔ اس پر
ابو شریح سے دریافت کیا گیا کہ عود نے پھر کیا
جواب دیا۔ فرمایا: اس نے کہا اے ابو شریح
میں مجھ سے زبان ہاتھ ہوں کہ کسی مالک
ہندہ دیتا ہے اور کسی ایسے شخص کو جو خون
کر کے وہاں جھاگ جلتے اور وہ اس شخص کو
جو چری کر کے وہاں فرار ہو جاتے۔

گورنر مدینہ کا صحابی رسول کے سامنے اپنی علییت بگھانا اور خود کیے اصحاب پر
حضرت ابو شریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ حرم الہی پر فوج کشی سے روکنے کے لیے
یزید کے گورنر کو حدیث رسول بیان کرتے ہیں اور یہ بد بخت ان کے سامنے
اپنی علییت بگھارتا ہے، کہتا ہے "میں تم سے زیادہ علم رکھتا ہوں" اما مہجرت
اپنی مشہور تصنیف المحلی کی کتاب الجنایات میں بالکل صحیح لکھتے ہیں:-

لے صحیح بخاری کتاب العلم باب يبلغ الشاهد الغائب -

لاکرامۃ للطییم الشیطان
الشرطی الفاسق یرید ان
یکون اعلم من صاحب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وهذا الفاسق هو العاصی
للہ ولرسولہ ، ومن
والادہ او قلده - وما حاصل
الخنزی فی الدنیا والآخرۃ
الاھو ومن امروہ یحہ
حضرت ابن زبیر کے خلاف گورنر مدینہ کی ہرزہ سرائی قابل قبول نہیں | اور شیخ الاسلام
محمد صمد الصمد دہلی شرح بخاری میں رقمطراز ہیں۔

دایم دعویٰ مجسداست و مردود
بروئے زیراجہ عبد اللہ بن زبیر
صحابی است متعبد ،
جامع صفات حمیدہ ، و کارے
نکردہ کہ بدان مستحق قتل باشد
بیسردی حرم و نہ خردی کردہ
بر احمدی ، و نہ خواند مسردم
را بہ بیعت خود با آنکہ ناخوش
بودند از یزید اہل حرمین و
مبادرت نکردند بہ بیعت
وے جز اہل شام ہنسا بر

العدیہ (گورنر مدینہ عمرو بن سعید کا) غلط غول
دعویٰ ہے جو مردود ہے کیونکہ عبد اللہ بن زبیر
رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک جلیل صحابی تھے۔
صفات حمیدہ کے جامع، انھوں نے کوئی ۴۴
ایسا نہ کیا تھا جس کی بنا پر بیرون حرم ہو چکا
مستحق ٹھہرتے، اور کسی کے خلاف انھوں نے
عمل کیا تھا جو گناہ کو (مہم تک) اپنی
بیعت کی رحمت دی تھا، حالانکہ اہل حرمین
یزید سے خوش نہ تھے اور یزید کی بیعت پر
جز اہل شام کے کسی نے جلد بازی سے کام
نہ لیا تھا، اور اہل شام نے اس لئے جھک پڑے

۱۔ لطیف الشیطان کے معنی ہیں جس کو شیطان نے بہت لگا ہوا ہے۔ یہ عربیہ مسجد دمشق کا لقب ہے۔
۲۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری از علامہ مصنف ج ۲ - ص ۱۴۷ طبع منیرہ مصر۔

قبول گفتہ عمرو نکرده داد
را بوسے گزاشته از جہت
عجز و عدم قدرت بجہت
شوکت و غلبہ اولیہ

معلوم ہوا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
عمرو کی اس بات کو نہیں مانتا، مگر جبکہ عمرو کو
شوکت اور طلبہ حاصل تھا اور آپ اس کے
مقابلہ سے عاجز تھے اور اس کی طاقت نہیں

رکھتے تھے اس لیے (زبانی نہائش کے بعد)
آپ نے اس کو اسی کے حال پر چھوڑ دیا۔

مرثان نے جو معاملہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے
ساتھ کیا وہ آپ پر دم چکے ہیں، یہ حضرت ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
فرزند اکبر تھے اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کے نواسے
ہیں ان کے خلاف حرم محترم پر صرف اس لیے فوج کشی کی گئی کہ انھوں نے
یزید یلید سے بیعت نہیں کی تھی۔

حضرت ابن زبیر کے فضائل حضرت ابن عباس کی زبانی حضرت ابن زبیر
رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جلالت شان کا اندازہ لگانا ہو تو حضرت ابن عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے یہ الفاظ پڑھیے :-

أما أبوہ فحواری النبی
صلی اللہ علیہ وسلم
یرید الزبیر۔ وأما
جدہ فصاحب الفاس۔
یرید ابابکر۔ وأما
أُمہ فذات النطاق یرید
أسماء۔ وأما خالته فأم
المومنین یرید عائشۃ

ان کے والد ماجد یعنی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ،
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حواری تھے
اور ان کے نانا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
عنہ آپ کے رفیق فارس تھے اور ان کی والدہ ماجدہ
حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی عزت و تعلق
رکھتی تھیں انہوں نے ہجرت کے وقت آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زاد سفہ اپنے
چنگے سے باندھا تھا اور ان کی خالہ

وَأَمَّا عَمَّتُهُ فزوجة النبي
صلى الله عليه وسلم - يريد
خديجة - وَأَمَّا عَمَّةُ النَّبِيِّ
صلى الله عليه وسلم فجدته
يريد صفية - ثُمَّ
عَفِيفٌ فِي الْإِسْلَامِ
قَاسِمِي لِلْقُرْآنِ ۝

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
ہیں اور ان کی بہن بھی رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں
ہیں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ
حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں، اور اللہ
دوبی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محترمہ ہیں اور عہد
وہ خود اسلام میں پاکیزہ اور قرآن پاک کے
بکثرت پڑھنے والے ہیں۔

مصاحف عثمانی کی کتابت میں حضرت ابن زبیر کی شرکت ہے یہ بھی پیش نظر رہے
کہ یہ قرآن کریم جو اس وقت امت کے لاطوں میں ہے اور جس کو ثبوت و روایت
ہم پڑھتے ہیں اس کی نقلیں حضرت امیر المؤمنین عثمان ذی النورین رضی اللہ
عنه نے اپنی مگرانی میں کر اگر ممالک محروسہ میں روانہ کی تھیں۔ ان مصاحف کی
کتابت کے لئے حضرت امیر المؤمنین نے جن چار حضرات کو نامزد فرمایا ان میں
سے ایک یہ بھی تھے ۝

حضرت ابن زبیر کے فضائل امارت کی روشنی میں | صحیح بخاری میں
ان کی والدہ ماجدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے
مروی ہے کہ جب وہ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں آئیں تو ان دنوں یہ شکم ماری
تھے، اور وضع حمل کی مدت قریب تھی چنانچہ قبا کے زماہ قیام ہی میں
ان کی ولادت ہوئی فرمائی ہیں۔

ثُمَّ أَقْبَتَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَهُ فِي جَوْشٍ

پھر وہ بچہ کو لے کر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے

لے صحیح بخاری باب قولہ لَئِنْ أُوتِيتُ الْإِسْلَامَ . ۝ ملاحظہ ہو صحیح بخاری باب جمع فرقہ
بقیہ حضرت کے اسماء گرامی یہ ہیں حضرت زید بن ثابت (۴) حضرت سعید بن العاص (۳) حضرت
جندب بن جندب بن ہارث بن ہشام رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ثم دعا بتمرۃ فضعها ثم تغل فی فیہ
نکان اول شیء دخل جونہ ریق
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ثم جنکک بتمرۃ ثم دعا لہ و
برک علیہ وكان اول مولود
ولد فی الاسلام

انگوٹھی گھڑیں لٹلا اور آپ نے ایک کھجور
منگوائی اور اس کو چبا کر پھران کے منہ میں
ڈال دیا چنانچہ ان کے پیٹ میں پہلی چیز جو نکلا
ہوئی وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا
لعاب دہن تھا، پھر آپ نے کھجور کو ان کے
تالو پر مل دیا اور ان کیسے برکت کی دعا کی۔

اور یہ پہلے بچے تھے جو اسلام میں رجوت کے
بعد مہاجرین میں پیدا ہوئے۔

اور حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے الفاظ ہیں
اول مولود ولد فی الاسلام
عبد اللہ بن الزبیر اتوا بہ
النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فلخذ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
تمرۃ فلما کھا ثم ادخلھا فی
فیہ فاول ما دخل فی بطنہ
ریق النبی صلی اللہ علیہ وسلم

پہلا بچہ جو اسلام میں رجوت مدینہ کے بعد
مسلمانوں میں پیدا ہوا وہ عبد اللہ بن زبیر
رضی اللہ تعالیٰ عنہا) تھے ان کو ان کے
گھر والے (آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی خدمت میں لیکر حاضر ہوئے تو آپ نے
ایک کھجور منگو کر پہلے اس کو اپنے دہن میں
میں چبایا اور پھران کے منہ میں اس کو ڈال دیا

چنانچہ ان کے پیٹ میں پہلی چیز جو نکلی
وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لعاب دہن تھا۔

اور صحیح مسلم میں حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں
اننا اضائفہ اور آنا ہے،

ثم مسحہ و صلی علیہ
وسماہ عبد اللہ ثم جاء
وصواہ بن سبع سنین او

پھر حضور علیہ السلام نے ان کے سر پر ہاتھ
پیرا، ان کے لئے دعا فرمائی اور ان کا نام عبد
رکھا، پھر جب وہ سات یا آٹھ برس کے ہوئے

لہ اب یروا النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینہ - صحیح بخاری باب مذکور۔

ثمان لبایع رسول اللہ
 علیہ وسلم وامرہ بذالک
 الزیر فنبسم رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم
 حین راہ مقبلا الیہ
 ثم بایعہ ۛ

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے
 کے لیے حاضر خدمت ہوئے حضرت زبیر
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو ایسا کرنے کا حکم
 دیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 ان کو اپنی طرف آتے دیکھ کر تبسم فرمایا اور پھر
 ان سے بیعت لے لی ۔

امام نوویؒ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

وفی هذا الحديث
 مناقب كثيرة لعبد الله بن الزبير
 رضي الله عنه منها ان النبي
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسم
 علیہ وبارک علیہ ودعاه و
 أقبل شیء دخل جوفه ريقه
 صلی اللہ علیہ وسلم وانه أول
 من ولد فی الاسلام بالمدينة
 والله اعلم ۛ

اس حدیث میں حضرت عبد اللہ بن زبیر
 رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بہت سے مناقب
 ہیں، مثلاً اللہ کے ایک پرکھنے والے
 و اسلام نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا (۲) ۵۰
 کیلئے برکت طلب کی (۳) ان کے حق میں دعا کی
 فرمائی (۴) پہلی چیز جو ان کے پیٹ میں گئی
 وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہی تھا
 (۵) یہ اسلام میں پہلے بچے ہیں جو مدینہ طیبہ میں
 ہجرت کے بعد پیدا ہوئے ۔

اور مستخرج اسماء جلی میں "صحیح بخاری" کی اس روایت میں فی الامام

کے بعد یہ اضافہ بھی ہے ۔

ففرح المسلمون فرحاً
 شديداً لأن اليهود كانوا
 يقولون سحرنا هم
 حتی لا یولد لهم ۛ

پیدا ہوئے تو مسلمانوں کو بڑی ہی خوشی ہوئی
 کیونکہ یہودی کہا کرتے تھے کہ ہم نے مسلمانوں
 پر جادو کر دیا ہے اب ان کے یہاں اولاد
 نہیں ہوگی ۔

ۛ باب استحباب تحنیک الولد عند ولادہ ۔ ۛ شرح صحیح مسلم از امام نووی باب مذکور ۔
 ۛ نسخ الباب ج ۛ ص ۱۹۳ ۔

جنت کا مقام ہے مسلمانوں کو جس مبارک بچے کی ولادت پر بڑی خوشی
 ہوئی، یزید اور اس کا گورنر عمرو لشدق اسی کے قتل کرنے کے رد پے ہوں،
 اور اسی کی موت میں اپنی خوشی سمجھیں۔ ع۔ تنویر کو اے چرخ گردان تنو۔
 یزیدی گورنر کی مذمت حدیث میں واضح رہے کہ یزیدی گورنر عمرو بن
 سعید لشدق وہی نابکار ہے جس کے بارے میں مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت آئی ہے :

سمعت رسول اللہ صلی اللہ	میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو
تعالیٰ علیہ وسلم يقول	یہ فرماتے سنا کہ "یقیناً بنی اُمیہ کے سنگ و پتھر
لیعرفن علی منبری	میں سے ایک سنگ لگا کر میرے منبر پر لٹ جائے گا
جبار من جبابرة بنی اُمیة	نکیر صیہٹ کر دے گا کہ بیٹے لگ جائے گی ؟
حتى یسئل رعا فہ قال	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ سننا
فاخبس فی من راعی عمرو	کہ میرے اس شخص نے بیان کیا جس نے
سعيد بن العاص رعیف	عمرو بن سعید بن العاص کو اس حال میں
علی منبر رسول اللہ صلی	دیکھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	وہم کے منبر پر اس کی نکیر صیہٹ کر دے گی کہ میرے
حتى سأل رعا فہ یلہ	بیٹے گی۔

کہ بلا کے دن بنی اُمیہ نے اپنے دین کو فسخ کر کے لٹک دیا | غرض یزیدی
 ولی عہدی کی ابتدا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کی انت
 ہوئی اور اس کی بادشاہی کا آغاز ان کے نواسے پر حرم الہی میں فوج کشی سے
 اور اسی سال جلوس ختم نہیں ہونے پایا تھا کہ دودمان نبوی کے گل سرسبد کو
 مسل کر خاک میں ملا دیا اور اپنی دانست میں خاندان نبوت کا چرخ لگ کر
 رکھ دیا، محرم ۱۱۰ ہجری کے یوم عاشوراء میں اہل بیت رسالت پر

بڑی شکر کے اٹھوں جو قیامت لٹی اس کے پاسے میں جس نے بھی یہ کہا
سچ کہا کہ :

ضحیٰ بنو امیہ یوم کر بلا بکر بلا کے دن بنو امیہ نے اپنے دین کو
بالدین کیا

قرابت رسول اللہ کا پاس ملی | امام بخاری نے اپنی صحیح میں ایک باب
تاکم کیا ہے جس کے الفاظ ہیں : باب مناقب قرابة رسول الله صلى الله
عليه وسلم، یعنی : رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کے
فضائل کا بیان اور پھر اس باب کے تحت حضرت امیر المؤمنین ابو بکر صدیق
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد نقل کیا :

اس قبوا محمداً صلى الله حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل بیت کے
عليه وسلم في اهل بيته۔ ساتھ معاملہ کرنے میں کہہ کہ پاس دلدادہ رکھو۔

یعنی : نہ تو کسی معاملہ میں ان کو اویٹ پہنچے اور نہ ان حضرات کے
ساتھ کسی قسم کا بڑا برتاؤ ہونے پائے : ” اور اسی باب میں حضرت محمد فرج
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں۔

والذي نفسي بيده قسم اس ذات علی کی جس کے قبضہ میں میری جان
لقرابة رسول الله صلى الله ہے رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل بیت
عليه وسلم احب الي ان صلہ رکھ کرنا مجھے اپنے اہل قرابت کی صلہ رکھ
احل من قرابتي۔ کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔

حضرت خادق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی قرابت کا اس قدر پاس دلچاط تھا کہ جب کبھی ان کے عہد میں قطع سالی ہوئی
اور دعا استغوا کی ضرورت پڑتی، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عم محترم
حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے توسل سے دعا کرتے،

لہ تاریخ الخلفاء الامام سیوطی، ترجمہ یزید بن عبد الملک بن مروان۔

اور علامہ عینی نے "عمدة القاری شرح صحیح بخاری میں باب مناقب قرآنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" کے تحت ان تمام حضرات کو نام بنام گنوا یا ہے جو اس وقت خواجہ عبدالمطلب کی اولاد میں بقید حیات تھے اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کا شرف حاصل تھا، ان میں حضرت مسلم بن عقیل کا نام بھی ہے جو شکل و صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے اور حضرت عبد اللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے صاحبزادے عون اور محمد کا بھی۔

پھر یزید نے "قرابت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو پاس دل لانا کیا وہ سب کو معلوم ہے۔"

عبید اللہ بن زیاد جس کو یزید نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کوفہ لے کر خبر سن کر وہاں کا گورنر بنا کر بھیجا تھا اس کی سنگدل اور قسوت قلبی کا اندازہ کرنے کے لیے اتنا کافی ہے کہ اس شقی کے سامنے جب حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک طشت میں رکھ کر پیش کیا گیا تو چھڑی سے آپ کے سر مبارک کو چھیرنے اور آپ کے کُسن پر طعن کرنے لگا، اس پر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو تنبیہ کی کہ کیا کرتا ہے؟

کان اشبههم برسول اللہ یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی مشابہ تھے۔

اور مسند بزار میں ایک دوسری سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ

فقلت له انی رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلثمہ میں نے اس سے کہا جہاں تو اس وقت اپنی چھڑی رکھ رہے وہاں میں نے

حيث ترفع قضيبك قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كوبري سديقه فانقبضت
 اور معجم طبرانی میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ا۔

فجعل يجعل قضيبا في يده في عينه وانفه ، ابن زياد بن نيار کے ہاتھ میں جو چھڑی تھی اس کو وہ شقی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چشم مبارک اور بینی مبارک میں داخل کرنے کا تو میں نے اس سے کہا اپنی چھڑی ہٹا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک کو اس جگہ رکھے ہوئے دیکھا جس جگہ تیری چھڑی اس وقت ہے۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قرابت کا پاس و لحاظ میں کے ہاں میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا کہ "ارقبوا محمداً فی اہل بیتہ" اور جس کا ترجمہ حضرت شیخ نورالحق بن عبدالحق محدث دہلوی نے ایک جگہ ان الفاظ میں کیا ہے :-

گفت ابو بکر نگہ دارید و محافظت حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کنید محمد را در اہل بیت او ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے یعنی حفظ حرمت محمد و تعظیم او معاہدہ ہو تو حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو در گرامی داشتن اہل بیت نظر میں رکھو اور آپ کا پوری طرح خیال کرو۔ یعنی آپ کی حرمت و تعظیم آپ کے اہل بیت کے دوست ہے۔ اعزاز میں ہے۔

اور دوسری جگہ ان الفاظ میں :-

گفت ابو بکر صدیقؓ نگہدارید عزت و شرف محمدؐ و اصلہ علیہ وسلم در نگہداشت حرمت و تعظیم و حق اہل بیت آنحضرت علیہ السلام
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے حق میں انکی حرمت و تعظیم کو مد نظر رکھ کر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عز و شرف کو ملحوظ رکھو۔

پھر یزیدی لشکر نے کربلا کے میدان میں جو امان اہل بیت پر جو ظلم و ستم ڈھایا اس کے بارے میں شیخ نورالحق محدث دہلوی نے "تیسیر القاری شرح معجم بخاری" میں بالکل صحیح لکھا ہے کہ:

در شرح ایہ قضیہ جائزہ جگر آب شدہ و قلم از دست افتاد۔۔۔ اس قضیہ جان گسل کو بیان کرنے میں جگر پانی پانی ہو گیا اور قلم ہاتھ سے گر پڑا۔۔۔ کسی مسلمان کے حوصلہ سے یہ باہر جے کہ اشاعتے ہاں تو اُن نمودیجے اس کی طرف اشارہ بھی کر سکے۔

یزیدی کی شقاوت | اور علامہ عبداللہ بن محمد بن ہمام شبر اوی شافعی "کتاب الاتحاد بکب الاشراف" میں فرماتے ہیں۔

لاریب ان اللہ سبحانہ قضی علی یزید بالشقاۃ فقد تعرض لکل البیت الشریف بالاذی خلل جندہ و قتل الحسین و قتلہ و بی حرمہ و اولادہ و ہمہ اکرم اهل الارض و جنتہ علی اللہ سبحانہ و تعالیٰ
لاریب حق تعالیٰ سوا نے یزید پر شقاوت مسلط کی کہ اس نے آل بیت شریف رضویہ کے بے گناہ پر کر بادی قتل جس کے لیے اپنی سپاہ کو بھیجی ان شہید کیا ان کی حرم اور ان کی اولاد کو اسیر بنایا حالانکہ حضرت اس وقت اللہ تعالیٰ سجاد کے نزدیک رومے زمین پر تمام اپنے والوں سے زیادہ معزز تھے۔

ابن زیاد کا طرز عمل صحابہ کے ساتھ

حضرت معقل بن یسار کا اس کو نصیحت فرمانا امام بخاری نے "الجامع الصحیح" میں ایک باب ہاندھا ہے جس کے الفاظ ہیں: "باب من استرعى رعية فلم ينصح - یعنی جس کو رعیت کا وال بنایا جائے اور پھر وہ رعیت کی خیر خواہی نہ کرے" اور پھر اس باب میں یہ دو حدیثیں بیان کی ہیں:

(۱) عن الحسن ان عبید اللہ بن زیاد عاد معقل بن یسار فی مرضه الذی مات فیہ فقال له معقل انی محدثک حدیثاً سمعته من النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما مد عبد یترعیه اللہ رعیة فلم یحطها بنصیحة لم یجد راحة الجنة .

(۱) حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ عبید اللہ بن زیاد حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کے مرض الموت میں ان کی عیادت کیلئے آیا۔ حضرت معقل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے فرمایا میں تجھ کو ایک حدیث بیان کرتا ہوں جس کو میں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں کو حق تعالیٰ کسی رعیت کی نگرانی سپرد فرمائے اور پھر وہ پوری طرح ان کی خیر خواہی نہ کرے تو وہ جنت کی خوشبودار جگہ نہ ملے گا۔

(۲) وعن الحسن اُتینا معقل بن یسار فعوذہ فدخل عبید اللہ بن زیاد فقال له معقل احدثک حدیثاً سمعت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ما

(۲) نیز حضرت حسن بصریؒ کا بیان ہے کہ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کیلئے ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اسی میں عبید اللہ بن زیاد بھی آیا، حضرت معقل رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا میں تجھ کو ایک حدیث سنا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

سنا مانع بن جرحمؒ نے فتح البصر میں شریح کی کہ کہ پڑید کے عہد حکومت کا واقعہ ہے۔

من وال یلی رعبۃ من
المسلمین فی موت و هو
غاش الا حرم اللہ
علیہ الجنة۔

سنی ہے آپ نے ارشاد فرمایا: جو مکران ہی مسلمانوں کا
کسی رعیت کا حاکم ہو اور پھر اس حال میں نہ ہو کہ وہ
ان کے ساتھ دغا بازی کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ اس پر
جنت کو حرام کر دے گا۔

صحیح مسلم " میں حضرت معقل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت میں
اتنا اضافہ اور ہے :-

لو علمت ان لی حیاۃ
ما حدتک بہ

اگر میں یہ سمجھتا کہ میری بھی زندگی باقی ہے تو میں
تو سے یہ حدیث بیان ہی نہ کرتا۔

اور دوسری روایت میں ہے :

لو لانی فی الموت لما حدتک
بہ

اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میں موت کے
منہ میں ہوں تو یہ حدیث تم سے بیان
بھی نہ کرتا۔

یہ حدیث "صحیح مسلم" میں کتاب الایمان " میں بھی ہے اور کتاب الاملاہ " میں
میں، صحیح مسلم کے ایک طریق میں اس روایت کے آخر میں یہ بھی ہے کہ اس
حدیث کو سن کر ابن زبیر اور حضرت معقل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہنے لگے۔

الا کنت حدتنی هذا قبل الیوم
قال ما حدتک اذ لم اکن
لاحدک۔

یہ حدیث آپ نے مجھ کو کتنا سے پہلے کیطریق بیان
نہیں کی، فرمایا، اب میں نے تم سے بیان نہ کیا
یا میں تم سے بیان کرنے والا نہ تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے "فتح الباری" میں حدیث بیان ذکر کرنے کی وجہ پر
بیان کیا ہے :-

کان یخشى بطشه فلما
نزل به الموت اُمراد

وہ ابن زبیر بن ہذیل کی سخت گرفت دیکھتے تھے
جب موت کا وقت آگیا تو ہوا کہ اس طرح ہی

ان يكف بذالك بعض شروہ
عن المسلمين ۛ
مسلمانوں پر سے اس کے شر کو کچھ دفع
کیا جائے۔

ابن زیاد کی حضرت عبداللہ بن مفضل کے ساتھ بدتمیزی | حضرت مفضل بن زیاد نے
رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے مشہور صحابی ہیں یاد رہے کہ ان سے پہلے بھی اسی قبیلے کے
ایک دوسرے مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مفضل مزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
ساتھ بھی اسی قسم کا واقعہ پیش آچکا ہے جس کی تفصیل امام اطہری کی المعجم الکبیر میں
ایک دوسری سند سے بایں الفاظ مروی ہے۔

(۲) عن الحسن قال لما قدم
علینا عیبد اللہ بن زیاد
امیراً أُمّره علینا معاویة
غلاماً سفیهاً یسفل
الدماء سفکاً شدیداً
وفینا عبد اللہ بن مفضل
المرزخی قد دخل علیہ ذات
یوم فقال له انتہ عما
اراک تصنع فقال له وما
انت وذاك فقال ثم خرج
الی المسجد فقلنا له ما
کنت تصنع بکلام هذا السفیه
علی رؤس الناس! فقال
انه کان عندی علما فاحببت
أنه لا أموت حتی اقول ۛ

حضرت حسن بھری کا بیان ہے کہ جب ہمکس
عبداللہ بن زیاد امیر بن گئے اس کو معاویہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم پر وال بنا کر بھیجا تھا
یہ ایک بے وقوف چھوکر تھا جو نہایت بے درگاہ
لوگوں کا خون بہایا کرتا تھا اس زمانے میں
حضرت عبداللہ بن مفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ہم میں زندہ تھے۔ وہ ایک روز اس کے پاس
تشریف لائے گئے اور اس سے فرماتے لگے کہ
”جو کچھ میں تمہیں کرتے دیکھ رہا ہوں اس سے
باز آجاؤ“ اس نے اس نصیحت پر حشر محمدؐ کو
جواب دیا کہ تم اس سے منع کہنے والے کون
ہو گے؟ پھر حضرت محمدؐ مسجد میں تشریف
لائے تو ہم نے اس سے عرض کیا آپ برسرِ عام
اس بے وقوف کے منہ لگ کر کیا کریں گے؟
فرمایا میرے پاس علم خاص ہے یہ پسند آیا کہ

علی رؤس الناس، ثم قام فالبث ان مرض الذي توفي فيه فأتاه عبيد الله بن زياد يعوده فذكر نحوه حديث الباب ۱۰

جب تک اس کو برسرِ مایان نہ لکھو اور کچھ منہ میں نہ ڈالو، پھر آپ جیسے ہی لٹھے مرضِ الموت نے آپ کو آیا، اسی جلدی میں عید اللہ بن زیاد آپ کی عیادت کے لیے آیا اور آپ نے اسی مضمون کی حدیث اس کو سیکھی جو اس باب میں مذکور ہے۔

ابن زیاد کی حضرت عائذ بن عمرو کے ساتھ بدتمیزی [۳] اسی سلسلہ کا ایک اور واقعہ صحیح مسلم میں یہ ہے کہ حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ ابن زیاد کو نہایت نرمی کے ساتھ سمجھانا چاہا تو اس بدتمہار نے بجاتے اس کے کہ ان کی نصیحت کا کچھ اثر لیتا تھا ان کا مذاق الزنا شروع کر دیا یہ واقعہ حبیب اللہ

ان عائذ بن عمرو، وكان من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم دخل على عبيد الله بن زياد فقال اي بني ابي سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: ان شر الرءاء الحطية، فاياك ان تكون منهم، فقال له: اجلس فانما انت من نخالة اصحاب محمّد صلى الله عليه وسلم فقال وهل كانت لهم نخالة انما كانت النخالة بعد هم وفي غيرهم ۱۰

حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے، عید اللہ بن زیاد کے پاس آکر فرمایا بیٹے! میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے: عکار انوں میں سب سے بُرا وہ ہے جو لوگوں کو ہمیں مارے۔ تو تم اپنے آپ کو ان میں شامل کرنے سے بچتے رہو، یہ سن کر وہ کہنے لگا (بڑے میلان) بیٹھ جاؤ، تم تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب کا بھائی ہو! وہ جواب میں کہہ دیا: عائذ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا: صاحبِ مہم بھی بھوکا تھا؟ بھوکا تعجب میرا آٹا کھانے لگا

اور ان میں کہ جو صحابی نہیں ہیں۔

ابن زیاد کا حضرت ابو بزرہ کا مذاق اڑانا (۴) اور اسی لمحہ کا ایک اندوہ

سنی ابو داؤد میں یہ منقول ہے :

حدثنا مسلم بن ابراهيم
نا عبد السلام بن ابي حازم
ابو طالوت قال شهدت لبا برة
دخل على عبيد الله بن زياد
فحدثني فلان سماء مسلم
وكان في الساج - قال فلما
راه عبيد الله قال ان
محمد ليكم هذا الدحاح
ففهمها الشيخ فقال
ما كنت احب افي
ا بتي في قوم يعقروني
بصحبة محمد صلى الله
عليه وسلم فقال له
عبيد الله ان صحبة
محمد صلى الله عليه وسلم
لك زين غير شين - ثم
قال انما بعثت اليك
لا تسلك عن الحومن
سمعت رسول الله صلى الله
عليه وسلم يدكوفيه

ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا کہ میں طالوت
عبد السلام بن ابی حازم نے بتلایا کہ میں اس وقت
موجود تھا جب حضرت ابو بزرہ اہلی منی اللہ عنہ
عبید اللہ بن زیاد کے پاس تشریف لے گئے تھے
چنانچہ مجھ سے فلان صاحب نے بیان کیا کہ ابو داؤد
کہتے ہیں ہمارے استاد مسلم نے تو ان کا نام بھی
بیان کیا تھا (مگر میرے ذہن سے اُتر گیا) جو اس
وقت مجلس میں موجود تھے ان صاحب کا بیان ہے
کہ جیسے ہی عبید اللہ کی نظر حضرت پر پڑی کہنے لگا
(لویہ) "تمہارا محمدی ٹھکانا موٹا" (آٹھویں)۔
شیخ (حضرت) نے اس کی بات سمجھی تو فرماتے
گئے "میں نہیں سمجھتا تھا کہ میں اس قوم کے دوج میں
آنے تک باقی رہوں گا کہ جو مجھے حضرت محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کی صحبت پر عامل لائے گی۔ اب عبید اللہ
نے (بات بدل کر) ان سے کہا "محمد صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کی صحبت تو آپ کے لئے زینت ہے،
باعث حیب نہیں، پھر کہنے لگاتے ہیں آپ کی
طرف اس لیے بھیجا تھا کہ آپ سے حوض کے
بارے میں سوال کروں کہ کیا آپ نے اس کے
بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

شیئاً قال ابو برة
نفس لا مزة ولا ثنتين
ولا ثلاثا ولا اربعا
ولا خمسة فمن كذب
به فلا سقاء الله منه
شخرج مغضبا
مولانا خلیل احمد سہارنپوری بذل المجہود فی حل ابی داؤد میں فرماتے ہیں کہ :

” صید اللہ بن زیاد لائق میں سے تھا، اس لیے اس نے بطور تمیز آپ کو دھلا دیا، یعنی ٹھکانا
مونا کیا تھا مگر آپ اپنے بارے میں تو اس کے اس لشکر انتقامات ذکر فرمایا کہ البتہ اس نے ”محمی“
کہہ کر جو آپ کا مدلقا اڑایا اس پر آپ کو غصہ آگیا کیونکہ اس سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات
عالی کی اہانت نکلتی ہے۔“

یہ تھا ابن زیاد کا طرز عمل صحابہ کرام کے ساتھ اور حضرت پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
پر اس نے جو ظلم و ستم ڈھایا وہ معلوم خاص و عام ہے۔

ابن زیاد بد نہاد تھا | ان سب باتوں کے ساتھ ابی زیاد کی ایک خصوصیت
یہ بھی تھی کہ اس کا باپ زیاد بن حنیہ ثابت النسب نہیں تھا، بلکہ ولد الزنا تھا جس
کے یہاں پیدا ہوا اس کی بجائے دوست کو اپنا باپ بتاتا تھا۔ بہت سے صحابہ اؤ
تابعین نے اس کے اس فعل پر نکیر بھی کیا۔ ان میں خود زیاد کے ماں شریک بھائی
حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
صحابی بھی ہیں، چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابوعثمان نہدی سے روایت ہے

لما ادعی زیاد لقیث
ابا بکرة فقلت له
ما هذا الذي صنعت؟
انی سمعت سعد بن
جیب زیاد کے بارے میں دعویٰ کیا گیا (کہ وہ
ابوسفیان کی اولاد ہے) تو میں (اس کے
ماں جائے بھائی) حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ
عنه سے آکر ملا اور ان سے کہا کہ تم لوگوں نے

اُبی وقاص یقول سمع **یکیک** (مطلب ان کے کلمات) والوں سے تھا
 اذنا من رسول اللہ میں نے تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ
 صلی اللہ تعالیٰ وسلم وہو یقول عن سے سنا ہے وہ فرما : تھے کہ میرے دونوں
 من ادعی اُبیانی الاسلام کانوں نے حضور اقدس ﷺ اور علیہ وسلم کو یہ ارشاد
 غیر اُبیہ یعلم اُنه غیر فرماتے ہوئے سنا : اسلام میں جو شخص اپنے
 اُبیہ فالجنتۃ علیہ باپ کے علاوہ دوسرے کو باپ بتاتے حالانکہ
 حرام۔ فقال اُبو بکرۃ معلوم ہے کہ اس کا باپ یہ نہیں ہے تو جنت
 و انا سمعتہ من اس پر حرام ہے : یہ سنی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے : اُنے کہ خود میں نے بھی آنحضرت
 علیہ وسلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہی فرماتے ہوئے سنا ہے۔

اس سے مزید کی مردم شناسی کا بھی : چلتا ہے کہ وہ ظالم اپنے مظالم کا
 نفاذ کرنے کے لئے کیسے کیسے بد شرشت لوگوں کا انتخاب کیا کرتا تھا، مزید کہ تجربہ
 ہر چکا تھا کہ اس کا خاص چچا زاد بھائی ولید بن عقبہ بن ابی سفیان، مروان کے
 ترفیب دلانے کے باوجود قتل حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر آمادہ نہ ہوسکا اس لیے
 اس نے اس کام کو سر انجام دینے کے لیے اس شقی ازلی ابن زیاد بد نہاد کا انتخاب
 کیا اور آخر اس نے ایسا کر کے بتا ہی دیا۔ علامہ بدر الدین عینی نے ابن زیاد کی ان ہی
 حرکات ناشائستہ کے سبب مدۃ القادی شرح صحیح بخاری میں اس کو لعین کہا ہے
 یزید کی مدینہ منورہ پر فوج کشی | پھر یزید نے ۳۰ ہجری میں حرم نبوی پر فوج بھیج کر
 مدینہ پاک کی حرمت کو جس طرح خاک میں ملایا اور اہل مدینہ پر جو ستم ٹھایا، وہ
 تاریخ اسلام کا ایک الگ غمناک باب ہے، جس میں مدینہ طیبہ کے کلی کوپے
 صحابہ کرام اور تابعین عظام کے غم سے بچیں نظر آتے ہیں۔

شیخ صالح بن محمد دہلوی مدارج النبوة میں لکھتے ہیں :

وواقعہ حرہ ماہ ایشیہ شائع است اور حرہ کا واقعہ یزید کے زمانے کے بہت
کہ در زمانہ یزید واقع شد، - ہی بڑے واقعات میں سے ایک واقعہ ہے
وقد ذکرناہ فی " تاریخ المدینہ " جس کو ہم نے تاریخ مدینہ میں بیان کیا ہے
بیرونی مدینہ منورہ مشرقی جانب جو سنگستانی علاقہ ہے، جہاں بڑے
بڑے سیاہ پتھر ہیں وہ مقام حرہ کہلاتا ہے، اس کو حرہ واقم بھی کہا جاتا ہے۔
واقم ایک شخص کا نام تھا جو زمانہ قدیم میں یہاں آکر رہ پڑا تھا، اسی مقام پر انھار بند
اور یزیدی لشکر کے مابین جنگ ہوئی تھی جو جنگ حرہ کہلاتی ہے۔

واقعہ حرہ کے بارے میں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی
صحیح بخاری میں حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے مروی ہے کہ :

أشرف النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار مدینہ میں
علیہ وسلم علی أطام من أطام المدینۃ فقال
جو گر لھیاں ہیں ان پر تشریف لے گئے اور وہاں
ایک مقام بلند پر چڑھ کر آپ نے فرمایا : " کیا
ہل ترون ما اری ؟
تمہیر بھی وہ دکھائی دیتا ہے جو میں دیکھ رہا
ہوں : میں تمہارے گھروں میں فتنوں کے
انی لازری مواقع الفتن
اترنے کی : گہوں کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح
خلال بیوتکم کمواقع
القطرے
بارش کے مقامات نظر آیا کرتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں فتنوں کے نزول کو بارش کے
نزول سے تشبیہ دی جس سے مراد فتنوں کا کثرت عام ہونا ہے، یہ پیشین گوئی
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک معجزہ ہے جو کہ حرف بحرف پوری ہو کر رہی، چنانچہ حافظ
ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں :۔

وقد ظهر مصداق ذلك من قتل عثمان وهلم جرا ولا سيما يوم الحرة

چنانچہ اس پیشین گوئی کا مصداق حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے ظاہر ہوا اور پھر سلسلہ چلتا ہی رہا اور بالخصوص حرہ کا واقعہ تو اس کا صریح مصداق ہے۔

اس حدیث میں جوہ رویت کا ذکر ہے اس سے رویت علی بھی مراد ہو سکتی ہے یعنی آپ کے علم میں ان فتنوں کا وقوع لایا گیا تھا اور رویت معنی بھی کر یہ تمام فتنے عالم مثال میں آپ کو دکھلا دیئے گئے ہوں۔ فتنہ حرہ سے کیسی تباہی مچی۔ اس کے بارے میں حضرت سعید بن السیب کا یہ بیان پڑھیے جو صحیح بخاری میں منقول ہے۔

وقعت الفتنۃ الأولى یعنی مقتل عثمان فلم يتبق من اصحاب بدر أحدا ثم وقعت الفتنۃ الثانية یعنی الحرة فلم يتبق من اصحاب الحديبية أحدا

پہلا فتنہ جب واقع ہوا یعنی عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت، تو اس نے بددی محابہ میں سے کسی کو باقی نہ رکھا (سب آخر ختم ہو گئے) پھر دوسرا فتنہ یعنی جنگ حرہ جب واقع ہوئی تو اس نے اصحاب بیعت الرضوان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑا۔

حرہ کے مظالم کی تفصیل اور امام دارمی اپنی سنن میں روایت کرتے ہیں :

أخبرنا مروان بن محمد عن سعيد بن عبد العزيز قال لما كان أيام الحرة لم يؤذن في مسجد النبي صلى الله عليه وسلم ثلاثا ولم يقيم ولم يبرح سعيد بن المسيب من المسجد وكان لا يعرف وقت الصلوة إلا بجمعة

سعید بن عبد العزیز کا بیان ہے کہ "جنگ حرہ میں تین دن تک مسجد نبوی میں نہ تو اذان ہوئی نہ اقامت البتہ حضرت سعید بن السیب نے مسجد نبوی کو نہیں چھوڑا۔ (وہ وہیں چپے بسے) اور وہ بھی نماز کا وقت صرف اس ہلکی سی آواز سے پہچانتے تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک سے وہ سنا کرتے تھے۔

يعرف من قبر النبي صلى الله عليه وسلم

جنگ حرہ کا سبب یہ تھا کہ جب انصارِ مدینہ نے یزید کی سے خواری و بدرکاری کے سبب اس کی بیعت توڑ دی تو یزید نے مسلم بن عقبہ کو ایک فوج کشی کے ساتھ مدینہ منورہ کی جانب یہ حکم دے کر روانہ کیا کہ تین دن تک مدینہ طیبہ کو اپنی فوج کے لئے حلال کر دینا۔ ان دنوں فوج کے لئے کھلی چھٹی ہے جو چاہیں وہاں کرتے پھریں اس مدت میں کسی کی جان و مال کو امان نہیں چنانچہ جیسا کہ امام طبری نے بسند نقل کیا ہے۔

فقتل جماعة صبرا منهم
معتل بن سنان ومحمد بن أبي
الجهم بن حذيفة ويزيد بن
عبد الله بن زمعة وبائع الباقين
على انهم خول ليزيد

اس مسلم نے ایک جماعت کو زندہ گرفتار کر کے قتل کرادیا جس میں حضرت معتل بن سنان محمد بن ابی الجہم بن حذیفہ اور یزید بن عبد اللہ بن زمعہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) بھی تھے اور باقی لوگوں سے اس شرط پر بیعت لی کہ وہ یزید کے غلام ہیں

اور عافظ ابو بکر بن ابی نعیم نے بسند صحیح جویریہ بن اسماء سے نقل کیا ہے :

وقتل من قتل و بايع
مسلم الناس على انهم خول
ليزيد يحكم في دمانهم و
اموالهم واهلهم بما شاء

اور جن کو قتل ہونا تھا وہ قتل کر دیئے گئے تو مسلم نے لوگوں سے اس شرط پر بیعت لی کہ وہ یزید کے غلام ہیں، ان کی جان و مال، بیوی بچوں کا بارے میں یزید جو چاہے حکم کرے

اور امام طبرانی نے اپنی معجم میں بطریق محمد بن سعید بن زمانہ، اس بیعت کے یہ الفاظ

نقل کیے ہیں :

فلما كان من خلا فهم
عليه ما كان فوجه
فأباحت لآثا
ثم دعاهم إلى
بيعة يزيد وأنهم

پھر جب اہل مدینہ سے یزید کی جو مخالفت ظاہر ہوئی تھی ظاہر ہوئی تو یزید نے مسلم کو ان کی طرف بھیجا اس نے آ کر تین دن تک مدینہ کو حلال کر دیا (کہ فوج کے لئے چاہیں وہاں پر) قسم کے ظلم و ستم کی گئی تھی) پھر لوگوں کو یزید کی بیعت کے لئے اس شرط پر دعوت دی کہ وہ یزید کے زور و غلبہ

أُعبد له قن في طاعة ہیں اور اللہ کی اطاعت ہو یا معصیت دونوں صورتوں
اللہ و معصیتہ میں اس کا حکم بجالانا ضروری ہے۔

اور امام بزرگانی ہی نے حضرت عروہ بن زبیر سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ :

فوجہ یزید مسلم بن عقبہ پس یزید نے مسلم بن عقبہ کو شامی فوجوں کے ساتھ
فی جيش أهل الشام وأمره روانہ کیا اور اس کو یہ حکم دیا کہ پہلے اہل مدینہ سے
أببدأ بقتال أهل المدينة قتال کرنا پھر حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما
ثم یسیر إلى ابن الزبیر سے لڑنے کے لئے مکہ معظمہ کا رخ کرنا۔ عروہ کا بیان
بمكة قال فدخل مسلم بن ہے کہ مسلم بن عقبہ جب مدینہ طیبہ میں داخل ہوا تو
عقبه المدينة وبها بقايا من وراں بقیہ صحابہ کی ایک جماعت موجود تھی اس
الصحابه فأسرف في القتل ثم (مردود) نے نہایت بے دردی سے ان کا قتل عام
سار إلى مكة فمات في بعض کیا، اور پھر مکہ معظمہ کی طرف چل پڑا مگر راہ ہی میں
الطريق۔ اس کو پیکل چل نے آیا۔

یاد رہے کہ یہی مسلم بن عقبہ ہے جس کو تاریخ میں اس کے ظلم و ستم کی وجہ سے
• سرف • یا • مجرم • کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ علامہ یاقوت حموی نے معجم البلدان
میں "حرہ واقم" کے تحت لکھا ہے کہ فتنہ حرہ میں شکر شام کے ہاتھوں
"موالی میں سے ساڑھے تین ہزار، انصار میں سے چودہ سو اور بعض
سترہ سو بتاتے ہیں اور قریش میں سے تیرہ سو حضرات تہ تیغ کر دیے
گئے۔ یزیدی لشکر نے مدینہ منورہ میں داخل ہو کر لوگوں کے احوال
لوٹے، اور ان کی اولاد کو اسیر بنلایا "

اور مخدرات عصمت کی جو عصمت دری ہوئی اس کو بیان کرتے ہوئے قلم بھی شرماتا ہے۔
حرم کا محاصرہ اور اس پر گولہ باری پھر یزید کی ہدایت کے بموجب اس لشکر نے مکہ مکرمہ

کارخ کیا اور وہاں جا کر حرم الہی کا محاصرہ کر لیا، مجرم غیث تو راستہ ہی میں مر گیا تھا اور اس کی وصیت کے مطابق حصین بن نیرس کوئی نے شکر کے کمان نبھال لی تھی چنانچہ اسی کی زیر کمان بھینق سے خانہ کعبہ پر گولہ باری کی گئی، مجرم نے ذی الحجہ ۱۳ھ میں مدینہ میں داخل ہو کر اس کو تباہ و تاراج کیا تھا۔ حصین بن نیرس نے سفر ۱۲ھ میں کعبہ شریف پر گولہ باری کی جس سے خانہ کعبہ کے پردے جل گئے اور چھت میں آگ لگ گئی اور حضرت اسماعیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے دنبہ کے دو دونوں سینگ بھی جل کر خاکستر ہو گئے جو اب تک خانہ کعبہ میں محفوظ چلے آ رہے تھے ایسی بُنہ کے سینگ تھے جو آپ کی قربانی کے فدیہ میں جنت سے لایا گیا تھا۔ اس کے بعد پھر حق تعالیٰ کی طرف سے یزید کو مزید مہلت نہ ملے اور وہ بھی اسی واقعہ کے کچھ دی بعد اسی سال ۱۵ھ ربیع الاول کو مر گیا۔

یزید کا انتخاب بد | امام بخاریؒ نے "الجامع الصحیح" میں باب باخصلہ جس کے الفاظ میں "باب اشعر من کاد اهل المدینة" یعنی جو شخص اہل مدینہ پر داؤ لگائے اس کے گناہ کا بیان۔ اور پھر اس کے ذیل میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

لا یکید اهل المدینة أحد إلا
انما ۛ کا ینما ۛ الملح فی الماء
اور صحیح مسلم میں بروایت حضرت سعد بن ابی وقاصؓ والی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ الفاظ آتے ہیں :

من أراد اهل المدینة بسوء
اذا به الله كما یذوب الملح
فی الماء ۛ
جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا حق تعالیٰ اس کو اسی طرح پگھلا کر رکھ دے گا جس طرح کہ نمک پانی میں گھل جایا کر تباہ

ۛ یعقوب بن سفیان ہسوی نے واقعہ قرہ کی تاریخ ذی قعدہ ۳۲ھ بیان کی ہے (فتح الباری) ۛ تاریخ الخلفاء از امام سیوطیؒ، تذکرہ یزید بسحاویہ۔

حدیث قاضی عیاض اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :

کما القضي شان من حاربها جس طرح کہ ان لوگوں کی شان (دشوکت) ختم ہو کر
 آیا مبنی امتیہ مثل مسلم رہ گئی جنہوں نے بنو امیہ کے عہد حکومت میں اہل بیت
 بن عقبہ فاشہ ہلاک فی سے جنگ کی تھی جیسے سلم بن عقبہ کہ وہ اسی جنگ سے
 منصورہ عنہا ثم ہلاک پلٹے ہی ہلاک ہو گیا اور پھر اسی طرح اسی ہم پر اس کو
 یزید بن معاویہ مرسلہ بھیجنے والا یزید بن معاویہ بھی اس کے پیچھے گئے موت
 علی اثر ذلك کے منہ میں چلا گیا۔

اور امام نسائی نے حضرت سائب بن غلاو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع روایت

کی ہے

من أخاف أهل المدينة جو ظالم اہل مدینہ کو خوف میں مبتلا کرے گا، اللہ تعالیٰ
 ظالماً لہم أخافہ اللہ و اس پر خوف کو مسلط کر دے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ
 کانت علیہ لعنة اللہ : کی لعنت ہوگی۔

صحیح ابن حبان میں بھی بروایت حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی
 مضمون کی روایت آئی ہے :

خود فیصلہ کیجئے ہم نے یزید پلید اور اس کے عمال بد اعمال کے اعمال بد کے سلسلہ
 میں صحیح بخاری کی احادیث میں جو کچھ آیا ہے آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ اب
 ان احادیث کی روشنی میں آپ خود فیصلہ کیجئے کہ اس کے جتنی ہونے کی شہادت دینا
 ضروری ہے یا اس کے اعمال بد پر نفیر کرنا، واقعی اگر وہ غزوہ قسطنطنیہ میں شہید
 ہو جاتا تو یہ اس کی بڑی سعادت ہوتی، لیکن اس کی قسمت میں تو یہ شقاوت
 لکھی تھی کہ وہ اپنی زندگی کے دن اس وقت تک پورے نہ کرے جب تک کہ
 اس کے ہاتھوں میں حقیر بنی زادیہا اللہ شرفاً و تعظیماً کی حرمت پامال نہ ہو، صحابہ کرام
 رضوان اللہ علیہم اجمعین کی توہین اور ان کا قتل عام نہ ہو اور حضرت پیغمبر ﷺ

کے فحش سے اس کے ہاتھ بچیں نہ ہوں۔ سوچیے اور خوب سوچیے کہ اس کا آخری انجام اگر لعنتی کاموں پر جو اتو دلعنت کا سختی ٹھہرے گا یا جنت کا حقدار؟ امام سیوطی اور علامہ تفتازانی اس لیے امام جلال الدین سیوطی جیسے محتاط بزرگ کا یزید پر لعنت کرنا

تھائی منہ کی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے یہ الفاظ نکل گئے ہیں :

لعن الله قاتله وابن زياد الله تعالى قاتلي حسين پر لعنت کرے اور معہ ویزید ایضاً۔ اسی کے ساتھ ابن زیاد اور یزید پر بھی۔

اور عالم ربانی علامہ سعد الدین تفتازانی "شرح عقائد نسفیہ" میں لکھتے ہیں والحق ان رضا یزید بقتل

المحسین واستبشاره بذلك کے قتل پر یزید کا راضی ہونا اور اس پر خوش ہونا

واہانتہ اہل بیت النبی اور اہل بیت نبوی کی اہانت کرنا، ان تمام امور کی

علیہ السلام مما تواتر تفصیلات کو بطریق احاد مروی ہوں لیکن معنی کے

معاہدہ وان کان تفاصیلہ لحاظ سے متواتر ہیں، اس لیے ہمیں تو اس کے بارے

میں کیا، اس کے ایمان کے بارے میں بھی کوئی تردد

نہیں، اللہ تعالیٰ کی اس پر لعنت ہو اور اس سلسلے

وعلی انصارہ واعوانہ بل میں اس کے اعوان و انصار پر بھی۔

نامیبیوں کا یہ عقیدہ کہ خلفاء اصل بات یہ ہے کہ جس طرح رافضی اپنے

حساب مذاب سے بری ہیں۔ ائمہ کو معصوم سمجھتے ہیں اسی طرح یہ نامیبی بھی

اپنے خلفاء کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ روز قیامت حساب و کتاب

سے بری ہیں اور ان پر کوئی مذاب نہیں ہوگا، چنانچہ مؤرخ اسلام حافظ شمس الدین

ذہبی نے "دول الاسلام" میں اموی خلیفہ یزید بن عبد الملک بن مروان کے

تذکرہ میں لکھا ہے کہ جب سرتولی خلافت ہوا تو اس نے لوگوں سے کہا کہ عمر بن عبد العزیز کی سیرت پر چلنا چاہئے اس پر چالیس شیوخ مملکت نے اس کے سامنے آکر شہادت دی کہ :

ان الخلفاء لاحساب عليهم خلفاء كان حساب هو كان ان پر عذاب ہوگا ولا عذاب

حافظ ذہبی کا بیان ہے :

وطائفة من الجہال الثامین شام کے ماہلوں کی ایک جماعت کا یہی معتقدون ذلك تھے

یزید بن عبد الملک کے بڑے بھائی ولید بن عبد الملک کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ چنانچہ ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں ابراہیم بن ابی زرعہ سے روایت کیا ہے کہ ولید نے ان سے دریافت کیا :

ایحاسب الخلیفۃ؟ کیا خلیفہ سے بھی قیامت کے دن حساب لیا جائیگا ابراہیم نے جواب دیا امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ زیادہ مکرم ہیں یا حضرت داؤد (علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت و خلافت دونوں عطا فرمانے کے بعد یہ وعید سنائی ہے کہ :

يٰۤاٰدٰۤاۤنَا جَعَلْنَاكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّ الَّذِيْنَ يُّضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ كَمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ

اے داؤد ہم نے تجھ کو ملک میں خلیفہ کیا، سو تو لوگوں میں انصاف سے حکومت کر اور اپنے جی کی خواہش پر نہ چل کہ وہ تجھ کو اللہ کی راہ سے ہٹا دے، جو لوگ اللہ کی راہ سے ہٹ جاتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے، اس بنا پر کہ انہوں نے حساب کا دن بھلا دیا۔

اور خود پر یہ بھی عیساکہ حافظ ابن کثیر کی تصریح سابق میں گزری چونکہ مرجئہ کا عقیدہ رکھتا تھا اس لئے اس کا بھی یہی عقیدہ ہوگا

موجودہ ناصبی جو روافض کی تقلید میں اپنے منہ پر تقیہ کا نقاب ڈال کر الہست بنے ہوئے ہیں اور مساجد میں ان کی امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں چونکہ اپنے بزرگوں کے اس عقیدہ کا بڑا اظہار نہیں کر سکتے اس لیے وہ طرح طرح کی ابلہ فریبیوں کے ذریعہ اپنے زعم و امام برحق اور خلیفہ راشد سیدنا یزید کے جنتی ہونے کی خود بھی شہادت دیتے اور دوسروں سے بھی شہادت دلوانا چاہتے ہیں لیکن کوئی سنی جس کو حق تعالیٰ نے عقل سلیم عطا کی ہے ان کے فریب میں آکر جس طرح حضرات مشرہ مشرہ اور سادات فاطمہ و حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جنتی مانتا ہے یزید کو کیسے جنتی کہہ سکتا ہے؟ سچ پوچھئے تو اس بارے میں ناصبی رافضیوں سے بھی زیادہ کھوٹے نکلے کیونکہ یہ تو یزید جیسے فاسق و فاجر اور خاکِ ظالم کو اپنا امام اور خلیفہ برحق مانتے اور اس کے جنتی ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں اور رافضی جن بارہ حضرات کو امام معصوم کہتے ہیں وہ تو سب اولیاء کبار اور اخیار امت ہیں، اہل سنت کے نزدیک نہ رافضیوں کا غلو اپنے ائمہ کے بارے میں صحیح ہے اور نہ ناقصیوں کا۔ دونوں سراپا مستقیم سے ہٹ گئے ہیں، نہ امر اثناعشر معصوم ہیں نہ یزید کا شمار بھلے آدمیوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک ہدایت دے۔ آمین۔

دوسرا شبہ اور اس کا جواب

دوسرا شبہ جو مستغنی کو پیش آیا ہے وہ یہ ہے کہ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیعت خلافت کی اور اس پر قائم رہے اگر یزید کا فریا فاسق و فاجر اور شرابی اور زانی اور دشمنِ دین جتنا تو یہ حضرات اس کے ہاتھ پر ہرگز بیعت نہ فرماتے اور اگر یہ بات نہ مانی جائے تو ان صحابہ پر کفر و فسق و نوازی اور فحشاء و بددیانتی کی سرپرستی و تعاون کا بڑا بھاری الزام آئے گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جس وقت یزید کی بیعت کی گئی۔ نہ وہ کافر تھا اور نہ اس کے فسق کی اتنی شہرت تھی کہ سب کو اس کا حال معلوم ہوتا۔ پھر ایک جماعت صحابہ کا مذہب یہ تھا کہ سلطان اگر عدل کرے تو رعیت کو اس کا شکر گزارنا چاہیے اور ظلم کرے تو رعیت کو مبرا سے کام لینا چاہیے کیونکہ اقتدار سے شکر لینا آسان کام نہیں اس میں سخت غور و تریزی ہوتی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اقتدار کی منتقلی میں کامیابی نہ ہو اور یزید ظلم و تشدد بڑھ جائے چنانچہ شمس اللامہ مخریٰ "شرع سیر کبیر" میں فرماتے ہیں :

وہن جماعة من الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک جماعت سے عنہم قالوا: اذا عدل السلطان منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا جب سلطان عدل کرے تو رعیت کا شکر کرنا چاہیے اور سلطان کو اس کا اجر ملے گا۔ اور اگر وہ ظلم کرے تو رعیت مبرا سے اور سلطان پر اس کا گناہ ہو گا۔

صحابہ یزید کے درباری نہ تھے | اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ یہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، یزید کے درباری تو تھے نہیں، اور نہ ان کو یزید کے سلطہ خلوت و جلوت میں رہنے کا موقع ملا تھا جو یزید کے کثرت ان کو معلوم ہوتے۔ چنانچہ علامہ شمس اللامہ مخریٰ نے ہی شرع سیر کبیر "میں یہ بھی لکھا ہے کہ

وقد روی انه لما ولي يزيد بن معاوية قال ابن عسرات يكن خيرا شكركنا وان يكن بلائنا مبرنا۔ ثم قال قوله تعالى : فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكُمْ مَآ حِقَّتْ وَعَلَيْكُمْ مَآ حِقَّتْ ثُمَّ (القرآن آیت ۷۳ س ۲۳)

اور یہ بھی مروی ہے کہ جب یزید بن معاویہ حکمران ہوا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا : اگر یہ بھلا ہوا تو ہم شکریں کریں گے، اور اگر بلا ہوا تو ہم مبرا سے کام لیں گے۔ پھر آپ نے یہ ارشاد باری نقل فرمایا (پھر اگر تم نے منہ پھیرا تو اس کے ذمے ہے جو بوجھ اس پر رکھا ایلانہ اور مبرا ذمہ ہے جو بوجھ تم پر رکھا گیا)

کفر و فسق کی سہ پرستی توجب ہوتی کہ جب یہ صحابہؓ بڑے بڑے کے ساتھ اس کی بڑی حرکات میں شریک ہوتے "خلیفہ فاسق" کا حکم یہی ہے کہ اگر کسی طاعت کا حکم دے تو اس کی اطاعت کی جائے اور معصیت کا حکم دے تو اس کا ساتھ نہ دیا جائے۔ اس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کو جو ہدایت فرمائی تھی وہ "جامع ترمذی" اور "سنن نسائی" میں بایں الفاظ

وعن كعب بن عجرة قال قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم ،
أعيذك بالله من اماراة السفهاء
قال وما ذلك يا رسول الله قال
امراء سيكفونون من بعدى
من دخل عليهم فصدتهم
بكد بهم و اعانهم على
ظلمهم فليسوا منى و لست
منهم و لن يردوا على
الحوض و من لم يمدخل
عليهم و لم يصد قهر بكد
و لم يعنهم على ظلمهم فاولئك
منى و اما منهم و اولئك يردون
على الحوض رواه الترمذى و النسائى
مروى ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
مجھ سے فرمایا کہ میں امارت سفہاء سے تجھے
اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ حضرت کعب
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ امارت سفہاء کیا چیز
ہے؟ آپ نے فرمایا کچھ امراء میرے بعد
منقرّب ہوں گے، جس نے ان کے دربار
میں جا کر ان کے جھوٹ کو سچ بتایا اور ان کے
ظلم میں ان کی اعانت کی نہ ان کا تعلق مجھ
سے ہے اور نہ میرا تعلق ان سے، اور نہ وہ کبھی
حوض کو تر پر پیرس پاس آئیں گے۔ اور جو ان کے دربار
میں داخل نہ ہوا اور نہ ان کے کذب کی اس نے
نصیحت کی اور نہ ان کے ظلم میں ان کی اعانت کی،
سو وہ لوگ میرے ہیں اور میں ان کا ہوں اور یہی لوگ ہیں جو حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گے۔
یاد رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

حق میں مقبول ہوئی چنانچہ ان کا انتقال یزید کی امامت سے پہلے ہی منہ کے بعد ہو گیا تھا اور سنن ابی داؤد میں

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الجہاد واجب علیکم مع کل امیر برّاً کان او فاجرًا وان عمل الکبائر والصلوة واجبة علیکم خلف کل مسلم برّاً کان او فاجرًا وان عمل الکبائر والصلوة واجبة علی کل مسلم برّاً کان او فاجرًا وان عمل الکبائر والصلوة واجبة علی کل مسلم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاد تم پر ہر امیر کی محبت میں واجب ہے خواہ وہ نیک ہو یا بد، اور خواہ مرتکب کبائر ہو یا نہ ہو اور نماز بھی تم پر ہر مسلمان (امیر) کے پیچھے پڑھنا واجب ہے خواہ وہ نیک ہو یا بد اور کبائر بھی تم پر ہر مسلمان پر نماز کا پڑھنا واجب ہے خواہ وہ نیک ہو یا بد اور خواہ کبائر میں مبتلا ہی کیوں نہ ہو۔

یہ شبہ را فضیوں کے شبہ کی طرح ہے | یہ بالکل اسی طرح کا شبہ ہے جیسے کہ روافض کہا کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چونکہ صحابہ ناراض تھے، اس لئے کسی صحابی نے بھی ای کی طرف سے کوئی دفاع نہ کیا بلکہ سب صحابہ سب نبوی ہیں اس شخص کے پیچھے کہ جو ان باغیوں کا سر فہنہ تھا اور اس فتنہ میں جمعہ و جماعت کا امام بن گیا تھا بڑے اہتمام سے نمازیں پڑھتے رہے حالانکہ اس کے پیچھے نماز کا (اگر ناخود غرض عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمان کے بموجب تھا جو صحیح بخاری میں ہے۔

وعن عبید اللہ بن عدی عبید اللہ بن عدی بن الحیار سے (جن کی حضرت بن الحیار اُنہ دخل علی عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قربت بھی تھی) مروی ہے کہ انہوں نے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

إنك امام عاقبة محصور تھے ان کی خدمت میں جا کر عرض کیا آپ
 ومنزل بك مآثری عامۃ المسلمین کے امام ہیں اور اس وقت آپ کے
 ویصلی لنا امام فتنۃ ساتھ جو معاملہ ہو رہا ہے آپ دیکھ رہے ہیں
 ونحتاج فقال الصلوة اب فتنہ بڑاڑوں کا امام ہماری امامت کر رہا ہے
 أحسن ما یعبد الناس جس سے ہم مل تنگ ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا :
 فاذا احسن الناس " نماز ان تمام اعمال میں سب سے بہتر عمل ہے
 فاحسن معهم واذا جو لوگ انجام دیتے ہیں لہذا جب لوگ نیکی کا کام کریں
 أسافا فاجنب إساءة تهم تم بھی ان کے ساتھ نیکی کرنے میں شریک ہو جاؤ اور جب
 بُرائی کے مرتکب ہوں تو ان کی بُرائی سے بچتے رہو۔

کیا یزید کے ظلم و ستم میں کبھی اب دیکھنے کی بات یہ ہے کہ کیا حادثہ کر بلا " واقعہ حترہ "
 کوئی صحابی شریک ہوا ہے ؟ اور " صابر حرم " کہ ان تینوں معرکہ بابت ظلم و ستم
 میں کوئی صحابی یا کوئی قابل ذکر تابعی شریک ہوا ہے ؟ یا اس کی بنیاد میں کبھی
 کسی بھلے مانس نے شرکت کی ہے ؟ جو یزید کی فسق نوازی اور فحور و بد دینی کی سرپرستی
 کا ان پر الزام عائد کیا جائے، باقی رہا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ فرمانا کہ
 انا قد بايعنا هذا الرجل ہم نے اس شخص سے اللہ اور اس کے رسول کے

علی بیع اللہ ورسولہ عہد پر بیعت کی ہے

تو اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ اللہ و رسول کے حکم کے مطابق ہم نے اس سے بیعت
 کی ہے، لہذا ہم کسی امیر کی اطاعت میں جادۂ شریعت سے باہر نہیں ہوں گے۔ اس میں

سنۃ رواہ البخاری۔ مشکوٰۃ باب تعجیل الصلوۃ۔ فصل ثانی ص ۲۲

۱۔ چنانچہ علامہ احمد قسطلانی نے " ارشاد الہامی لشرع صیح البخاری " میں اس کے کئی معنی لکھے ہیں
 فرماتے ہیں (علی سیم اللہ ورسولہ) ای علی شرط ما امر بہ من بیعة الامام۔ یعنی جس
 شرط کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے خلیفہ کی بیعت کا حکم دیا ہے، اس کے مطابق۔

قتل الذباب وقد قتلوا ابن بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم
وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ حسیں بنی ائمہ علیہم السلام نے فرمایا تھا
ہمارے بھائی من الدنیا۔

یاد رہے کہ یزید کا برادر عم زاد عبید اللہ بن زیاد (اگر زیاد کو واقعی پوچھنا
کا بیٹا تسلیم کیا جائے) یزید کی طرف سے کوڑا کا گود نہ تھا، اسی کے حکم سے عمر بن سعد
چار ہزار کالاشکر جبرائے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑنے کے لیے آیا تھا
اور اسی عراقی لشکر نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا تھا۔ ابن زیاد
بدنباؤ نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک کے ساتھ جوگستانی
کی تھی اس پر حضرت انس و حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جس طرح اس
پر اظہارِ ناراضگی کیا تھا وہ بھی آپ پڑھ چکے ہیں۔

اور حافظ ابن کثیر نے دارقطنی کے حوالے سے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے جو روایت اس سلسلہ میں نقل کی ہے، وہ دیچ ذیل ہے :

عن محمد وعبد الرحمن ابی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
جابر بن عبد اللہ قتالا کے دونوں بیٹوں محمد وعبد الرحمن کا بیانی
خرجنا مع ابینا یوم الحرة ہے کہ حترہ کے دن ہم اپنے ابا کے ساتھ باہر
وقد کف بصرہ فقال پہلے اس وقت آپ کی بینائی زائل ہو چکی تھی
نفس من أخاف رسول الله آپ نے فرمایا ہر باد ہر وہ شخص جس نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فقلنا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خوف میں مبتلا کیا ؟
یا أبت وهل أحد یخیف ہم نے عرض کیا ابا جان ! کوئی رسول اللہ
رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ؟ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ڈرا سکتا ہے ،

۱۔ صحیح بخاری ۱۵ ص ۵۳۰ مناقب الحسین -

۲۔ اس واقعہ کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ہمارا رسالہ شہداء اور بلا پر افتراء -

فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ
سَلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ”جس نے اس قبیلہ و انصاف
مِنَ أَخَافِ أَهْلَ هَذَا کو ڈرایا اس نے میرے ان دونوں پہلوؤں کے درمیان
الْحَتِّ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَدْ جو چیزیم (یعنی قلبِ نبوی) اس کو ڈرایا ہے“ اور جس
أَخَافَ مَا بَيْنَ هَذَيْنِ وَ وقت آپ کی زبان مبارک سے ارشاد ہو رہا تھا آپ اپنے
وَضَعَ يَدَهُ عَلَى جَنْبَيْهِ ۖ دونوں پہلوؤں پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے

پھر یہ بھی یاد رہے کہ ان حضرات کی بیعت کے باوجود جن کا مستحق نام نہا
ہے یزیدی لشکر نے حرہ کی جنگ میں ان بزرگوں کو کھجور کے ٹکڑوں کو قتل کرنے سے ذرا
بھی دریغ نہیں کیا اور یہ بھی پیش نظر رہے کہ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن عمرؓ
رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یزید کی ولی عہدی کی بیعت قطعاً نہیں کی تھی، اور پھر جب یزید
تحت حکومت پر بیٹھا، تب بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سب سے اخیر میں بیعت
کی تھی ۛ

غرض یزید کے دورِ حکومت میں یا تو صحابہ کرام اس سے برابر پر کیا نظر آتے ہیں،
جیسے حضرت حسینؓ، حضرت عبداللہ بن الزبیر اور وہ صحابہ جو جنگ حرہ میں اس کے
خلاف لڑے (رضی اللہ عنہم) اور یا پھر اس کو یا اس کے اہل کو ان کے ظلم و ستم پر کہتے
تو کہتے، جیسے (۱) حضرت عبد اللہ بن عباس (۲) حضرت عبد اللہ بن عمر (۳) حضرت
عبد الرحمن بن ابی بکر (۴) حضرت جابر بن عبد اللہ (۵) حضرت ابو شریح خزاعی (۶) حضرت
معتقل بن یسار رضی (۷) حضرت انس بن مالک (۸) حضرت زید بن عرقم (۹) حضرت عبد اللہ
ابن مفضل (۱۰) حضرت عائذ بن عمرو (۱۱) حضرت ابو بزرہ اسلمی وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہم۔ کوئی صحابی نہیں یزید کا شاخاواں اور اس کی تعریف میں رطب اللسان نہیں ملتا اور
نہ اس کی حمایت میں کسی حشر کر میں لڑتا ہوا نظر آتا ہے۔

اور یہ ہوتا بھی کس طرح جب کہ یزید کے عہدِ غمخت مہد کا نقشہ انوری کے اس شعر کے بالکل مطابق تھا

بر بزرگان زمانہ شدہ خردان سالار
بر کریمان جہان گشتہ نشیمان بہتہ

تیسرا شبہ اور اس کا جواب

تیسرا شبہ جو مستفی کو پیش آیا ہے، یہ ہے کہ حضرت محمد بن حنفیہ نے نہ صرف یزید کی بیعت کی بلکہ اس پر عائد کردہ الزامات کی پُر زور تردید بھی کی الخ

”مستفی“ کا غلط حوالہ مستفی نے اس سلسلہ میں ”البدایہ والنہایہ“ کا حوالہ

”مستفی ص ۲۸۱“ سے نقل کیا ہے۔ حالانکہ یہ بات سمجھ نہیں ہے۔ ”مستفی“ حافظ ذہبی

کی تصنیف ہے جن کی وفات ۳۴۰ھ میں ہوئی ہے اور البدایہ والنہایہ ان کے شاگرد حافظ ابن کثیر کی۔ اور ابن کثیر وفات ۷۴۲ھ ہے پھر لطف یہ ہے کہ ”مستفی“ میں خود اس کے خلاف صاف تصریح ہے کہ :

لم نفتقد انه من الخلفاء الراشدين كما قاله بعض الجهلة من الاكراد۔
ہمارا یہ اعتقاد نہیں کہ یزید خلفاء راشدین میں سے تھا جیسا کہ بعض جاہل گردوں کا عقیدہ ہے۔

ونحن نقول خلافة النبوة ثلاثون سنة ثم صارت ملكا كما ورد في الحديث۔۔۔۔۔ اور ہم تو اس کے قائل ہیں کہ خلافت نبوت تیس سال ہی رہی پھر بادشاہی ہو گئی، جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔

یزید کان ملك وقتہ وصاحب السيف كما مثاله من الروانية والعباسية۔
یزید بھی مروانیوں اور عباسیوں کی طرح اپنے وقت میں ایک صاحبِ شمشیر (و علم، بادشاہ) تھا۔

یاد رہے کہ حافظ ذہبی، یزید کو قطعاً اچھا آدمی نہیں سمجھتے۔ اور وہ خود ان الزامات کو اپنی تصانیف میں اس پر عائد کرتے ہیں چنانچہ اس سلسلے میں ان کی تصریحات آگے موقع بہ موقع آرہی ہیں۔

ائمۃ مسلمین میں کسی کا یہ عقیدہ نہیں | اور حافظ ابن تیمیہ نے "منہاج السنہ" میں جس کا خلاصہ یہی "منتقى" ہے صاف لکھا ہے کہ :

وَكذلك كونه عادلاً في كل | اور اسی طرح یزید کا تمام معاملات میں عادل امورہ مطیعاً لله في جميع أفعاله ہونا، اور اپنے تمام افعال میں اللہ تعالیٰ کا لیس هذا الاعتقاد أحد من مطیع ہونا۔ بھی ائمہ مسلمین میں سے کسی کا اعتقاد ائمۃ المسلمین۔ و كذلك وجوب طاعته في كل ما يأمربه وات نہیں ہے، اور اسی طرح یہ بات کہ یزید کی کان معصية لله فعلاً لیس ہو اطاعت اس کے ہر حکم میں واجب تھی خواہ اعتقاد لحد من ائمۃ المسلمین۔ معصیت الہی کا ہی حکم کیوں نہ دے یہ بھی ائمہ مسلمین میں سے کسی کا اعتقاد نہیں ہے۔

طہر مشقی کے مثنوی محب الدین خلیب نے (جو کہ بچکانا بھی ہے) اس افسانہ کو "البدایہ والنہایہ" کے حوالے سے نقل کیا ہے جس کی تردید محدث حرم محمد عربی بتانی نے "افادۃ الاختیار ببراۃ الابرار" میں بڑی تفصیل سے کی ہے۔

حافظ ابن کثیر کی تصریحات | اب غور کرنے کی بات یہ ہے کہ خود حافظ ابن کثیر یزید کے فسق کے بارے میں نے اپنی کتاب "البدایہ والنہایہ" میں ایک جگہ نہیں بلکہ متعدد جگہ یزید کے فسق کی تصریح کی ہے۔ مثلاً :

(۱) ایک مقام پر امام طبرانی کی یہ روایت نقل کی ہے کہ :

كان يزید في حدائشہ صاحب | یزید اپنی نوعمری میں پینے پونے کا شغل رکھتا شراب يأخذ مأخذاً لاحداثہ تھا اور اس میں نوجوانوں کی سی آزادی تھی۔

(۲) اور دوسری جگہ لکھتے ہیں :

وكان فيه ايضا اقبال على المشغور
وترك بعض الصلوة في بعض
الافقات واما تنها في غالب
الافقات وقد قال الامام احمد
حدثنا ابو عبد الرحمن ثنا
حبيبة حدثني بشير بن عمرو
الحولاني أن الوليد بن قيس حدث
ان سمع ابا سعيد الخدري يقول
سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم
يقول يكون خلف من بعدتين
سنة انا عمو الصلوة واقبعا
الطهات صلوة يلتون غيثا (الحديث)

اور یزید میں یہ بات تھی کہ وہ خواہشات نفسانی
کا متوالا تھا اور بعض اوقات بعض نمازیں بھی
چھوڑ دیا کرتا تھا اور اکثر نا وقت پڑھتا تھا۔
چنانچہ امام احمد بن حنبل، حضرت ابوسعید خدری
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے
سنا کہ ماٹھ سال کے بعد ایسے ناخلف ہوں گے
جو نمازیں چھوڑیں گے، اپنی خواہشات کی پیروی
کریں گے اور مستقریب قی جہنم میں (جو کہ جہنم کی
بدترین وادی ہے) داخل ہوں گے۔

(۳) اور پھر وہ حدیثیں ذکر کر کے جن میں یزید کی مذمت وارد ہے

لکھتے ہیں :

قلت : يزید بن معاوية اكثر ما
نقم عليه في علم مشرب الخمر باثنيان
بعض الفواحش .

میں کہتا ہوں یزید بن معاویہ پر اس کی بدکرداری
کے سلسلے میں سب سے زیادہ جو الزام ماندگی کا بلوہ
مے نوشی اور بعض فواحش کے ارتکاب کا ہے۔

یاد رہے یہ سب الزامات وہ ہیں جو صحابہ نے اس پر ماند کئے تھے۔

حافظ ابن کثیر نے ان الزامات سے یزید کی کہیں برأت نہیں کی ہے اب ظاہر ہے کہ
جب حافظ ابن کثیر عمود محمد بن حنفیہ کی اس روایت پر اعتماد نہیں کرتے اور جاہل اس کی
خلاف اپنے فیصلے صادر کرتے جاتے ہیں تو پھر ابن حنفیہ کی نسبت اس قول کی مصححانہ

اور یہ بھی خیال رہے کہ حضرت عبداللہ بن مطیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت

عبداللہ بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جن سے محمد بن حنفیہ کا یہ مکالمہ برأت یزید کے بارے میں نقل کیا جاتا ہے) دونوں صحابی ہیں اب اگر یہ مکالمہ صحیح تسلیم کیا جائے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ ان دونوں صحابیوں نے تو یزید پر جھوٹی تہمت جوڑی اور ابن حنفیہ جو کہ صحابی نہیں ہیں ان کی بات بھی نکلی یہ بات مستفی کا ذہن تو قبول کر سکتا ہے لیکن عام مسلمان کا نہیں۔

اس افسانہ کا ذکر دوسری کتابوں میں نہیں | پھر یہ بھی واضح رہے کہ اس افسانے کا ذکر صرف تاریخ ابن کثیر میں ملتا ہے اور انہوں نے بھی اس کی کوئی سند بیان نہیں کی کہ اس پر کوئی علمی بحث کی جاسکے۔ اس افسانہ کو نہ امام ابن جریر طبری نے ذکر کیا ہے نہ حافظ ابن الاثیر جزیری نے اور نہ کسی اور معتبر مؤرخ نے۔ لہذا پہلے محمد بن حنفیہ سے اس مکالمہ کو بسند صحیح ثابت کیا جائے۔ پھر شبہ ظاہر کیا جائے اور بالآخر اس افسانہ کو صحیح مان بھی لیا جائے تب بھی یزید کے بارے میں ابن حنفیہ کی تعدیل مستاتش تابعین کبار کی جرح کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتی، صحابہ کی جرح کا تو کیا ذکر ہے کیونکہ اصول حدیث کا مستفق قاعدہ ہے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے۔ پھر صحابہ کی جرح کے مقابلہ میں ابن حنفیہ کی تعدیل کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔

فہم رجال کا مستفق فیصلہ، یزید اس کا اہل نہیں | یاد رہے تاریخ وفہم رجال کی کہ اس کی روایت متبول کی جائے! تمام کتابوں کا مستفق فیصلہ ہے کہ یزید کی عدالت مجروح و مقدوح ہے اور وہ اس کا اہل نہیں کہ اس کی کوئی روایت متبول کی جائے چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ "تقریب التہذیب" میں فرماتے ہیں یزید بن معاویہ بن ابی سفیان یزید بن معاویہ بن ابی سفیان اموی ابو خالد الاموی ابو خالد ولی الخلافۃ سنۃ ستین ومات سنۃ أربع و ستین ولم یکل الاربعین، ایس باہل سال کا بھی نہ ہو سکا یہ اس کا اہل نہیں کہ اس سے کوئی حدیث روایت کی جائے۔

اب ظاہر ہے کہ محمد بن حنفیہ کی طرف اگر اس قول کا انتساب صحیح ہوتا یا کسی بھی صحابی و تابعی سے یزید کی ثنا و صفت منقول ہوتی اور وہ محدثین و ائمہ رجال کے نزدیک عادل ہوتا تو فنی رجال کا یہ فیصلہ ہرگز نہیں ہو سکتا تھا جو حافظ ابن حجر مستقلانی نے نقل کیا ہے

چوتھا شبہ اور اس کا جواب

چوتھا شبہ جو مستغنی کو پیش آیا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کی خبر ملی تو یزید کو ان کے خاندان کا نیک فرد قرار دیا اور اس کی بیعت اطاعت کا حکم دیا۔
افغانی کی روایت میں یہ بات مذکور نہیں | اس کا جواب یہ ہے کہ یزید کا فسق تو اثر سے ثابت ہے اس لیے اس کے صالح ہونے کا ذکر اگر کسی روایت میں آئے تو وہ روایت شاذنا قابل قبول ہوگی، علامہ ابوالفرج اصفہانی نے "الافغانی" میں اس سلسلہ میں جو روایت نقل کی ہے وہ یہ ہے

ان ابن عباس أتاہ نعی	حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جب
معاویۃ و ولایۃ یزید	حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خبر مرگ
وہو یعی اصحابہ و یا کل	اور یزید کے حاکم بننے کی اطلاع پہنچی تو وہ اپنے
معہم و قد رفع الی	اصحاب کو شام کا کھانا کھلا رہے تھے اور خود
فیہ لقمۃ فالتھا	بھی ان کے ساتھ کھا رہے تھے۔ اس وقت
و أطرق ہنیمۃ ثم	آپ اپنے منہ میں لقمہ ڈالنے ہی والے تھے کہ
قال جبل قد کدک	آپ نے لقمہ رکھ دیا اور تھوڑی دیر تک سر
ثم مال بجمیعہ فی	جھکائے رہے پھر فرمانے لگے کہ ایک پہاڑ تھا
البحر و اشملت علیہ	جو ریزہ ریزہ ہو کر سارے کا سارا سمندر میں چلا گیا

الابحر لله در ابن هند اور اس کے کئی سمند بن گئے بلکہ ابن ہند
 ماکان أجل وجهہ (معاویہ) کے کیا کہنے، اس کا چہرہ کتنا
 واکرم خلقہ واعظم حملہ قطع علیہ الکلام
 رجل وقال اتقول هذا ایک شخص ان کی بات کاٹ کر کہنے لگا آپ مجھ کو
 فیہ فقال: ویحک انک کے بارے میں ایسا کہتے ہیں، فرمایا تجھ پر انسو ہے
 لا تدری من معنی عنک تجھے پتہ ہی نہیں کہ تجھے چھوڑ کر کون چلا گیا اور تجھ پر
 ومن بقی علیک وتعلم مسلط ہونے کے لیے کون باقی رہ گیا، سو
 شمر قلعہ السلام! اب تجھے معلوم ہو جائے گا۔ اتنا کہہ کر آپ نے ہنس کر
 ختم کر دی۔

اور مستفیق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جو کچھ نقل کیا ہے اس کے لیے
 دو کتابوں کا حوالہ دیا ہے۔ ایک "الامامۃ والسیاستہ کا دوسرا "بلاذری" کا
 "الامامۃ والسیاستہ" قابل استناد نہیں | "الامامۃ والسیاستہ" قابل استناد
 کتاب نہیں معلوم نہیں اس کا مصنف کون ہے۔ مشہور ادیب ابن قتیبہ کی طرف
 اس کی نسبت جعلی ہے۔

بلاذری کی سند صحیح نہیں | رہا بلاذری تو اس کی سند میں محض معلوم نہیں
 ہوتی ایسی روایت ہر حال میں مردود ہے اور اگر کسی کو اس کی محض پر اصرار ہو تو
 سند پیش کر کے اس کی محض کا ثبوت دے۔ خود مؤرخ بلاذری کی "انساب الاشراف"

سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس موقع پر جو رائے ظاہر کی ہے آئندہ
 ہونے والے واقعات اس کی تصدیق کی۔ چنانچہ تقریباً چودہ پندرہ سال تک پھر اموی حکومت
 کو استحکام نصیب نہیں ہو سکا اور اسلامی دنیا اس عرصہ میں خانہ جنگی میں مبتلا رہی۔

میں یزید کا تذکرہ اس کے فسق و فجور کے ذکر سے پُر ہے تاہم اس میں بعض ایسی روایتیں بھی موجود ہیں جن کی اہمیت کے پیش نظر یہودیوں نے ۱۹ء میں یروشلم سے اس کتاب کو شائع کیا تھا اور انہی یہودیوں کی اتباع میں محمد احمد عباسی جیسے ملحدین نے مسلمانوں میں انتشار و فکر پیدا کرنے کے لیے اس قسم کی روایات کو اپنی تصانیف میں جگہ دی۔

بالضرر فیہ روایت صحیح ہو تو حضرت ابن عباس کی آخری رائے کا اعتبار ہو گا۔ | اور بالفرض تھوڑی دیر کے لیے مان بھی لیا جائے کہ حضرت ابن عباس

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کے بارے میں یہی اظہار خیال فرمایا تھا جو اس روایت میں مذکور ہے تو یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ یزید کا فسق ابھی ظاہر نہیں ہوا تھا اور اس کے والد امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی زندہ تھے اور وہ سب کے سامنے نیک بنا رہتا تھا اس لیے ممکن ہے نظر بظاہر آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے بعد اس کے بارے میں ایسا اظہار خیال فرمایا ہو۔ بعد کو جب اس کا فسق عالم آشکارا ہوا اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مطلوبانہ شہادت نے اس کے قلم و معدن پر مہر تصدیق ثبت کر دی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود یزید کو مخاطب کر کے جو کچھ فرمایا اصل اعتبار اس کا ہو گا۔

یزید اور حضرت ابن عباس کی خط و کتابت | چنانچہ یزید کے نام حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خط و کتابت جو کتب تواریخ میں درج ہے وہ دیکھ لی جائے۔

اس سے سب حقیقت عیاں ہو جائے گی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظروں میں یزید کا کتنا احترام تھا۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت ابی زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی بیعت خلافت کی دعوت دی تھی لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے بیعت کرنے سے صاف انکار کر دیا اس انکار سے یزید سمجھا کہ چونکہ یہ میری بیعت میں داخل ہیں اس لیے انہوں نے ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت سے انکار کیا ہے

اس بات پر خوش ہو کر اس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جو خط لکھا ہے وہ یہ ہے:

یزید کا خط حضرت ابن عباس کے نام

اما بعد : فقد بلغنی انت الملحد ابن الزبیر دعاک الی بیعتہ وانک لعصمت بیعتنا وفاء منک لنا فجزاک اللہ من ذی رحمہ خیر ما یجزی المواصلین لا رحا ہم الموفین بعہودہم فما أنسی من الأشياء فلت بناس برك و تعجیل ملتک بالذی انت له اهل فانظر من طلع علیک من الافاق من حمم ابن الزبیر بلسانہ فاعلمہم بحالہ فانہم منک اسمع الناس ولك اطلع منهم للمحل

اما بعد : مجھے اطلاع ملی ہے کہ ملحد ابن الزبیر نے آپ کو اپنی بیعت کے لیے کہا تھا اور آپ ہماری وفاداری میں ہماری بیعت پر مستقیم ہیں اللہ تعالیٰ آپ جیسے رشتہ دار کو بہتر سے بہتر جزائے خیر عطا فرمائے جو وہ ان حضرات کو عطا کرتا ہے کہ جو صلہ رحمی کرتے ہیں اور اپنے عہد پر قائم رہتے ہیں سوا اب میں کچھ بھی بھولوں پر آپ کے اس احسان کو نہیں بھولوں گا اور نہ آپ کی خدمت میں فوراً ایسے صلے کی روانگی کو جو آپ کے شایان شان ہو اب آپ ذرا اتنا خیال اور رکھیں کہ جو بھی بیرونی آدمی آپ کی خدمت میں گئے اور ابن زبیر نے اپنی جلد و بیانی سے اسے متاثر کر لیا ہو تو آپ ابن زبیر کے حال سے اسے آگاہ فرمائیں کیونکہ اس حرم کعبہ کی حرمت کے ملامت کرنے والے کی نسبت لوگ آپ کی زیادہ سنتے اور زیادہ مانتے ہیں

حضرت ابن عباس کا رزنش نامہ یزید کے نام | یزید کے اس خط کے جواب میں حضرت

ابن زبیر مراد ہیں کہ یزید کی بیعت نہ کرنے کے سبب یزید خاک بدھانگستاخ ان کو ملحد اور حرمت کعبہ کو ختم کرنے والا کہتا تھا۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کو جو سرزنش نامہ تحریر کیا ہے وہ یہ ہے :

أما بعد : فقد جاءني كتابك : أما بعد : تمہارا خط مجھے ملا میں نے جواب دہیز
 فأما تركيبيعة ابن الزبير : سے بیعت نہیں کی تو واللہ اس سلسلہ میں میں تم
 فواللہ ما ارجو بذاک برك سے حسن سلوک اور تمہاری ثنا و صفت کا خواہ
 ولاحمدك ولكن الله بالذی نہیں، بلکہ جس نیت سے میں نے ایسا کیا ہے وہ
 أنوی علیہ و زعمت انك اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور تمہیں جو یہ زعم
 لست بناس بزي فاحبس ہے کہ میرے حسن سلوک کو فراموش نہ کرو گے
 أيها الانسان برك مني فاني تو اے انسان اپنے اس حسن سلوک کو اپنے پاس
 حابس عندك بزي وسألت اٹھا رکھ کیونکہ میں اپنے حسن سلوک کو تم سے اٹھا
 أن أحبيب الناس إليك رکھوں گا اور تم نے جو مجھ سے یہ درخواست کی ہے
 أبغضهم وأخذ لهم کہ میں لوگوں کے دلوں میں تمہاری محبت پیدا
 لابن الزبير فلا ولاسرور ولا کروں اور ابن زبیر سے ان کو نفرت ڈلاؤں اور
 حكرامة كيف وقد فلت ان کو بے یار و مددگار چھوڑنے پر آمادہ کروں
 حيناً وفتيان عبد المطلب ایسا باطل نہیں ہو سکتا، نہ تمہاری خوشی میں غور
 مصابيح الهدى ونجوم اور نہ تمہارا اعزاز، اور یہ جو بھی کس طرح سکتا
 الاعلام غادر لهم خيولك ہے حالانکہ تمہارے حسین کو اور ان جو انان المطلب
 بأمر في سعيد واحد کو قتل کیا جو ہدایت کے چراغ اور ناموروں میں
 موملين بالدماء مسلين سے تارے تھے، تمہارے سوا انہوں نے تمہارے حکم
 بالعداء مقتولين بالظماء سے ان لوگوں کو آفستہ بخون ایک کھلے میدان میں
 لا مكفنين ولا مومدين اس حال میں ڈال دیا تھا کہ ان کے بدن پر جو کچھ تھا

سہ یا دہے، اکمال لابن ابیہ کے مطبوعہ نسخہ میں یہاں "مومدين" کے بجائے "مومدين"
 اور "تنتابهم" کی جگہ "ينتابهم" اور "عوج الضلع" کی بجائے "عوج البطن"
 غلط چھپ گیا ہے۔ ہم نے اس کی تصحیح "جمع الزائد" سے کر دی ہے

وہ چھینا جا چکا تھا، پیاس کی حالت میں ان کو قتل کیا گیا اور بغیر کفن بے سہارا پڑا رہنے دیا گیا، ہوائیں ان پر خاک ڈالتی رہیں اور بھوکے بھاری بار کی سے ان کی لاشوں پر پڑتے جلتے رہے تاکہ حق تعالیٰ نے ان کے لیے ایسی قوم کو بھیجا جن کے ہاتھ ان کے خونی سے رنگین نہ تھے، ان لوگوں نے آکر ان کو کھنڈیا اور دفن کیا حالانکہ بعد ان ہی کے طفیل ججے یہ عزت ملی ہے اور تجھے اس جگہ بیٹھنا نصیب ہوا جس جگہ اب بیٹھا ہوا ہے، اب میں خواہ سب چیزیں فراموش کر دوں، پر اس بات کو فراموش نہیں کر سکتا کہ تو نے ہی حسین کو مجبور کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم سے حرم الہی میں پہنچایا اور پھر تو اپنے سواروں کو براہران کے پاس بھیجتا رہا اور مسلسل لگا رہا تاکہ ان کو عراق کی طرف روانہ کر کے چھوڑا چنانچہ وہ حرم مکہ سے اس کیفیت میں نکلے کہ ان کو دھڑکا لگا ہوا تھا اور پھر تیرے سواروں نے ان کو جالیا۔ یہ سب کچھ تو نے خدا، رسول اور ان الہی بیت کی عداوت میں کیا کہ جن سے اللہ تعالیٰ نے نجاست دور کر کے ان کو خوب پاک صاف کر دیا تھا۔ حسینؑ نے تمہارے سامنے صلح کی بھی پیش کش کی اور واپس لوٹ جانے کی بھی درخواست کی مگر تم نے یہ دیکھ کر کہ وہ اس وقت بے یار و مددگار ہیں اور ان کے خاندان کا استیصال کیا

تسفی علیہم الریاح
وتنتابہم عوج العنایع
حق اتاح اللہ بقوم
لم یثروا فی دمائہم
کفروہم واجنوہم
وبرقی بہم تعزرت
وجلت مجلسک الذی
جلست فما أنسی من
الاشیاء فلت بسناہی
اطرادک حیثا من حرم
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
إلی حرم اللہ وتیسرک
الخیول إلیہ فما زلت
بذلک حتی أخصمتہ
إلی العراق فخرج خائفنا
یترقب فنزلت یہ
خیلک عداوة منک
للہ ورسولہ ولأهل بیتہ
الذین اذهب اللہ عنہم
الرجس وطہرہم تطہیرا
فطلب الیکم المودعة
وسألکم الرجعة
فما غنمتم قلة أنصارہ

واستیصال اهل بیتہ و
تعاونتہ علیہ کان حکم
قتلتہ اهل بیت من الشریک
والکفر فلا شئ اُحجِبَ عنْدی
من طلبتک و دَی
وقد قتلک ولد ابی و سینک
بقطر من دمی و أنت اُحد
شاری و لا یحجِبک ابن
ظفرت بنا الیوم فلنظفرت
بک یوماً و السلام

جاسکتا ہے۔ موقع کو غنیمت جانا اور تم ان کے خلا
بہم تعاون کر کے ان پر اس طرح ٹوٹ پڑے گے گویا
تم مشرکوں یا کافروں کے خاندان کو قتل کر رہے ہو
پس میرے نزدیک اب اس سے زیادہ اور کیا
تعجب کی بات ہوگی کہ تو میری دوستی کا طالب ہے،
حالانکہ تو میرے دادلے کے خاندان کو قتل کر چکا ہے
اور تیری تلوار سے میرا خون ٹپک رہا ہے۔ اب تو تو
میرے انتقام کا بدلتا، اور اس خیال میں نہ رہنا کہ
آج تو نے ہم پر فتح پال ہے ہم بھی کسی نہ کسی دن تجھ
پر فتح پا کر رہیں گے۔ والسلام

یزید کا یہ خط اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ جواب، مؤرخ
بلاذری نے بھی "انساب الاشراف" (ج ۳ ص ۱۸-۱۹ طبع بیروت) میں نقل
کیا ہے۔ لہذا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا آخری فیصلہ یزید کے حق
میں نہیں بلکہ اس کے خلاف ہے۔

پانچواں شبہ

مستغنی کو یہ پیش آیا ہے کہ امام غزالی کے شاگرد قاضی ابوبکر ابن العربیؒ
۲ "العوام من القوام" میں لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ نے "کتاب الزہد"
میں امیر یزید کا ذکر زہاد و صحابہ کے بعد اور تابعین سے پہلے اس زمرہ میں ذکر کیا ہے
جن کے وعظ و فرمان سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے۔

۱۔ کامل ابن اثیر۔ ج ۴۔ ص ۵۰/۵۱

۲۔ تاریخ شاہد ہے کہ حضرت کی یہ پیشین گوئی پوری ہو کر رہی اور عباسیوں ہی کے
ہاتھوں امویوں کی حکومت کا خاتمہ ہوا۔

اس کا جواب

ابن العربی کی رائے | یہ صحیح ہے کہ حافظ ابو بکر بن العربی، امام غزالی کے غزالی کے بارے میں | شاگرد تھے لیکن خود ان کے دل میں استاد کی جو قدر تھی وہ بھی محسوس کیجئے۔

حافظ ابن کثیرؒ انبیاء و النہایہ میں ۵۴۵ھ ہجری کے وفیات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

ومن توفي فيهما من الاعيان والفقهاء ابو بکر بن العربی المالکی شارح الترمذی کان فقیها عالما وزاهدا عابدا وسمع الحديث بعد اشتغاله في الفقه وصحب الغزالی و اخذ عنه و کان یتهمه برأی الفلاسفة ویقول دخل فی اجوافهم فلم یخرج منها۔ اور اس سہ میں جن بڑے لوگوں کا انتقال ہوا ان میں فقہ ابو بکر بن العربی المالکی شارح ترمذی بھی ہیں۔ یہ فقیہ عالم اور زاہد و عابد تھے۔ انہوں نے حدیث کا سماع فقہ میں مشغول ہونے کے بعد کیا تھا۔ غزالی کی صحبت میں رہے ان سے علم بھی حاصل کیا اور غزالی کو فلاسفہ کی رائے سے بھی متہم کیا کرتے تھے کہا کرتے تھے کہ فلاسفہ ان لوگوں کے پیٹوں میں ایسا گھسا کہ پھر نکلا ہی نہیں۔

ابن العربی کا فتویٰ کہ حسینؑ کا قتل جائز تھا | بجا ہے بقول شاگرد، استاد تو فلاسفہ کے چکر سے ساری عمر نہ نکل سکے۔ مگر خود بدعت کو آخر کیا ہو گیا تھا کہ مزید جیسا شقی تو آپ کو لویا، کبار کی صف میں نظر آیا اور ریکانۃ الرسول، سید شباب اہل الجنۃ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی نظر میں ایسے مجرم ٹھہرے کہ جناح بے جھٹ سے یہ فتویٰ صادر نہ دیا کہ :

قتل الحسين بشرع حسین کو ان کے ناماکی شرع کے مطابق
حبہ ۴۰ قتل کر ڈالا گیا۔

تازم برین فطانت۔ سچہ بوجہ ہو تو ایسی ہو۔ غالی نامبیوں کا بھی یہی
عقیدہ ہے۔ چنانچہ علامہ ابن تیمیہؒ منہاج السنہ میں لکھتے ہیں :
غلوا الناصبیۃ الذین نامبیوں کا غلو ہے جو یہ زعم کرتے ہیں
یرغمون ان الحسین کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلیفہ
سکان خارجیا وانہ کان وقت کے خلاف خروج کیا اور (اس لیے)
یحوز قتله ان کو قتل کرنا جائز تھا۔

قامنی ابوبکر بن العربی نامبی ہیں چنانچہ اسی لیے شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ
”فتاویٰ عزیزی“ میں لکھتے ہیں :

نواصب فرقہ جدا است، ورلے ”نواصب“ = خوارج سے جدا فرقہ ہے
خوارج در مغرب و شام بسیار یہ مغرب اور شام میں بہت تھے۔
بودہ اند، و متوکل عباسی و وزیر ابو خلیفہ المتوکل عباسی اور اس کا وزیر
و علی بن جہم نیز از جملہ نواصب است علی بن جہم بھی نواصب میں سے تھے خوارج ان
خوارج جمیع مقالین را از صحابہ تمام صحابہ کرام کو جن میں باہم جنگ
ہوئی یعنی حضرت طلحہ، حضرت زبیر، امیر المومنین علی مرتضیٰ، حضرت معاویہ
و معاویہ و عمرو بن العاص را تکفیر حضرت عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہم)
می کنند۔ و نواصب بعض عداوت ان سب کو کافر بتاتے ہیں اور نواصب
امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ نے صرف امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ عنہ
و ذریت طاہرۃ او شہداء خلا

۴۰ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ”مقدمہ ابن خلدون“ ص ۵۲۔ طبع مطبعہ بیہر

”العواصم من القواصم“ از ابی العربی ص ۲۳۲ طبع قاہرہ ۱۳۳۵ھ

سک ۲۵ ص ۲۵۶۔ طبع امیرۃ مصر ۱۳۳۵ھ

دارند و از دست آخرین حافظ مغربی اوران کی فدیت طاہرہ کی مدوت کو اپنا شمار
نیز نامی است ^۱ بنا ہے۔ متاخرین میں حافظ مغربی (ابوبکر بن العربی)،
بھی نامی ہے۔

کتاب الزہد میں جن صاحب کا تذکرہ ہے | اسی نامیت کی شامت سے شاید
وہ امیر یزید نہیں بلکہ اس نام کے دوسرے بزرگ ہیں قاضی جی کو وہم ہو گیا اور انہوں نے
”کتاب الزہد“ میں یزید بن معاویہ کا نام دیکھتے ہی اس کو اپنا ممد امیر
یزید سمجھ لیا، یہ امیر یزید اموی نہیں بلکہ اس نام کے دوسرے بزرگ یزید بن معاویہ نخعی
کوئی ہیں جو مشہور عابد و زاہد گذرے ہیں ان کا تذکرہ ”تہذیب التہذیب“ و دیگر
کتب رجال میں مذکور ہے۔ ہم ناظرین کی مینافیت طبع کے لیے حافظ جمال الدین
مزی کی ”تہذیب الکمال“ سے ان کا پورا ترجمہ نقل کیے دیتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے
وہ لکھتے ہیں :

یزید بن معاویہ النخعی	یزید بن معاویہ نخعی کوئی، ابوبکر بن ابی خثم نے
الکوفی ذکر ابوبکر بن ابی خثم	ذکر کیا ہے کہ۔ اور عمرو بن عتبہ بن فرقہ اور ربیع
انہ معدود فی العباد ہو و	بن خثیم اور سہام بن الحارث اور موہبہ شیبانی
عمرو بن عتبہ بن فرقہ و ربیع	اور جندب بن عبد اللہ اور کلیل بن زید نخعی
بن خثیم و ہمام بن الحارث معنفہ	اور اویس قرنی ان سب کا شمار عابدوں میں
الشیبانی و جندب بن عبد اللہ	ہے۔ اور عبد الرحمن بن یزید کوئی نخعی سے منقول
و کلیل بن زیاد النخعی و اویس	ہے کہ فارس کی ہم پر ایک شکر میں ہم بھی رواں
القرنی و حکم بن عبد الرحمن	ہوئے تھے اسی شکر میں ملکہ اور یزید بن جلولہ
بن یزید النخعی قال خرجنا فی	بھی تھے پھر یزید بن معاویہ اسی ہم میں شہید
جیش نحو فارس فیہ علفۃ و یزید	ہو گئے۔ صحیح بخاری، کتاب الدعاء کے باب
بن معاویہ فقتل یزید بن معاویہ	الموعظۃ سادۃ بعد سادۃ میں بروایت شتیق بن
لہ ذکر فی الدعاء من صحیح	سلمہ مذکور ہے کہ ہم حضرت عبد اللہ بن مسعود
البخاری فی باب الموعظۃ	رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باہر آنے کے منظر تھے

ساعة بعد ساعة ۛ في
 حديث شقيق بن سلمة
 قال : كنا ننتظر عبد الله
 اذ جاء يزيد بن معاوية
 فقلنا لا تقبلس - الحديث
 وذكره في التامع و
 ذكره ابن حبان في
 كتاب الثقات وقال
 قتل غازياً بفارس ۛ

کراسی اثنار میں یزید بن معاویہ بھی آگئے
 ہم نے ان سے عرض کیا آپ تشریف
 نہیں رکھیں گے ؟ ۛ
 امام بخاری نے اپنی تاریخ میں ان کا ذکر
 کیا ہے اور ابن حبان نے بھی یکتا بالثقاة
 میں ان کا تذکرہ لکھا ہے۔ اور یہ بیان
 کیا ہے کہ فارس میں جہاد کرتے ہوئے
 شہید ہو گئے۔

اب یہ خدا ہی جانے قاضی ابوبکر بن العربی کو اپنی خوش فہمی کی بدولت
 یہ وہم ہوا ہے یا انہوں نے قصداً ہی مغالطہ دینے کے لیے لوگوں کا ذہن یزید بن
 معاویہ کو نثر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بجائے (جو طبقہ کبار تابعین میں بڑے عابد
 و زاہد بزرگ گزرے ہیں) اپنے مدوح امیر یزید بن معاویہ کی طرف منتقل
 کر دیا، تاکہ لوگ اس یزید طبری کو بھی حضرت یزید کو نفی نفی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی طرح زہد و
 عبادت میں حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کا ہمسرہ سمجھنے لگیں۔

نامصبیوں کا امام طبری کو رافضی بتانا | درحقیقت یہ ویسی ہی ناپاک جسارت
 ہے جیسی کہ آج کل کے نامصبی حضرت امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں
 کرتے ہیں جو مجتہدین اہل سنت میں بڑے نامحدود امام گزرے ہیں اور انہیں
 صرف اس لیے رافضی بتاتے ہیں کہ اس نام کا ایک دوسرا رافضی عالم بھی گزرا ہے
 ان نامصبیوں کی یہ سعی نامحدود صرف اس لیے ہے کہ امام طبری کی تاریخ "نامصبیت"
 کا ساتھ نہیں دیتی۔ ۛ

ۛ اس کتاب کا فلسفی نسخہ جامعہ علوم اسلامیہ - علامہ بخاری ٹاؤن میں موجود ہے۔

ۛ نامصبیت کی طرف میلان کے سبب حافظ مغربی ابوبکر بن العربی اگرچہ تمام مفسرین اسلام
 ۛ (بانی حاشیہ) اچھے مفسرین

مطبوعہ کتاب الزہد اصل نہیں | واضح رہے کہ حال میں جو کہ کتاب الزہد امام
اس کا انتخاب ہے۔ احمد بن حنبل کے نام سے مطبع ام القرنی مکہ

سے شائع ہوئی ہے، وہ پوری کتاب نہیں بلکہ اس کا انتخاب ہے، پوری
کتاب جیسا کہ حافظ ابن حجر مقلانی نے "تعییل المنفعۃ" کے مقدمہ میں تصریح
کی ہے بڑی ضخیم کتاب ہے جو مسند احمد بن حنبل کی تقریباً ایک تہائی ہے۔
موجودہ نسخہ جو اصل کتاب کا انتخاب ہے اس میں "وونوں یزیدوں" کا تذکرہ
نہیں ہے۔ لہذا قاضی جی کی "العواصم" سے اس بارے میں استدلال کرنا
محض نادانی ہے۔

یزید کے بارے میں امام احمد کی تصریح | بہر حال حضرت امام احمد بن حنبل
کے اس سے کوئی روایت نہ کی جائے کی طرف اس خرافات کو منسوب
کرنا کہ "وہ یزید کو مایہ دوزا بد ملتے تھے" بہت بڑی جسارت ہے۔ حافظ ذہبی
نے "میزان الاعتدال" میں یزید کے بارے میں امام احمد بن حنبل کا یہ قول نقل
کیلئے کہ :

لا ینبغی أن یروی عنه اس سے روایت نہیں کرنا چاہیے۔
اور حافظ ابن تیمیہ اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں :

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) سے نالاں ہیں۔ مگر امام طبری سے ان کی عقیدت کا یہ عالم ہے کہ تنہا
مؤرخین اسلام میں اگر ان کو کسی مؤرخ پر اعتماد ہے تو وہ صرف امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری
رحمۃ اللہ تعالیٰ ہیں۔ چنانچہ العواصم من القواصم میں نہایت دل سوزی کے ساتھ ان کی
تائید یہ ہے کہ ولا تسمعوا لمؤرخ کلاما لا للطبری (ص ۲۸) طبری کے سوا کسی
مؤرخ کی کوئی بات نہ سنو۔

اب سچنے کی بات یہ ہے کہ رافضیوں کے پاس میں حافظ ابو جبر بن العری سے زیادہ
کون محاسن ہیں؟ امام طبری کی تعائیف بالخصوص تاریخ میں اگر رافضی کی ترجمانی ہوتی تو وہ
اس رائے کا اظہار کس طرح کر سکتے تھے۔

قید له أ تكتب للحديث عن يزيد بن معاوية قال لا ولا كرامة أوليس هو الذي فعل بأهل المدينة ما فعلت

حضرت امام احمد بن حنبل سے عرض کیا گیا کہ کیا
یزید بن معاویہ نے حدیث آپؐ کو لکھی ہے
فرمایا نہیں، اس کی کچھ وقعت نہیں کیا یہی
شخص نہیں ہے کہ جس نے اہل مدینہ کے
ساتھ وہ ظلم کیا جو یہاں سے باہر ہے۔

حافظ ابن حجر نے "تجمل المنفعة" میں امام احمدؒ کی کتاب الزہد
اور ان کی "مسند" کے ان تمام ارجاں کا ذکر کیا ہے جن سے صراحۃً "مسند" میں
روایتیں نہیں ہیں اس میں یزید بن معاویہ کے بارے میں یہ مذکور ہے
ولم يقع له في المسند رواية مسند میں اس کی کوئی روایت مذکور نہیں
وإنما له مجرد ذكر۔ مسند اس کا ذکر آیا ہے

پھر فرماتے ہیں :

وقد وقع ليزيد بن معاوية ذكر في الصحيح وفي السنن ايضا وظفرت له في الراسل لأبي داود برواية ذكرت له من أجلها تذكر في تهذيب التهذيب

یزید بن معاویہ کا "صحيح بخاری" میں بھی
ذکر آیا ہے اور سنن میں بھی، مجھے اس کی
ایک روایت مراسیل ابی داؤد میں ملی ہے
جس کی بنا پر میں نے "تہذیب التہذیب"
میں اس کا تذکرہ لکھا ہے۔

اور اسی کے ساتھ ساتھ "تہذیب التہذیب" میں یہ بھی تصریح کر دی
ہے ولیست له رواية تعتمد (اس کی کوئی روایت ایسی نہیں جو قابل
اعتماد ہو) واضح رہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے "تجمل المنفعة"۔ "تہذیب التہذیب"

۱۔ مجموع فتاویٰ ابن تیمیہؒ ج ۳-۴ طبع ریاض۔

۲۔ ذکر سے مراد یہ نہیں ہے کہ اس کی تعریف و توصیف کی گئی ہے بلکہ سلسلہ کلام میں
کہیں کسی کا ذکر آ گیا ہے۔

اور لسان المیزان۔ ان تینوں کتابوں میں اس کا ترجمہ لکھا ہے۔

حافظ ابن حجر مقلانی کی لسان المیزان سے یزید کا ترجمہ
 ہدیہ ناظرین کرتے ہیں، فرماتے ہیں:

یزید بن معاویہ بن ابی سفیان الاموی
 عن ابیہ۔ وعنہ ابنہ خالد وعبد الملک بن مروان،
 مقدوح فعدالتہ ولسر بأهل أن یروی عنه، وقال احمد بن حنبل لا ینبی أن یروی عنه انتہی وقد وجدت له روایة فی مراسیل ابی داود ونہت علیہا فی التکت علی الاطران، و اخباره متوفاة فی "تاسیج ابر عبا کر" و ملخصها أنه ولد فی خلافة عثمان وقد أبطل من زعم أنه ولد فی عهد النبوی وکنیتہ أبو خالد ولما مات أبوه بوج له بالخلافة سنة ستین، وامتنع من بیعتہ الحسین بن علی و یزید بن معاویہ بن ابی سفیان الاموی نے اپنے بچے روایت کی ہے اور اس سے اس کے بیٹے خالد اور عبد الملک بن مروان نے اس کی عدالت مجروح ہے اور یہ اس کا اہل نہیں کہ اس کی کوئی روایت لی جائے۔ لہذا احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ اس سے روایت نہ کرنا چلیج (یہاں ذہبی کی عبارت جو "میزان الاعتدال" میں ہے تمام چھٹی) مجھے اس کی ایک روایت "مراسیل ابی داود" میں ملی، جس پر میں نے "التکت علی الاطران" میں تبیہ کر دی ہے۔ یزید کے حالات تاریخ ابن عساکر میں تمام و کمال مذکور ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں پیدا ہوا، اور اس نے غلطی کی جس نے یہ کہا کہ اس کی ولادت عہد نبوی میں ہوئی تھی۔ اس کی کنیت ابو خالد ہے۔ سترہ ہجری میں اپنے والد کے انتقال پر اس سے بیعت خلافت ہوئی، حضرت حسین بن علی، عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما

عبد اللہ بن عمرو عبد اللہ
 ابن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما
 عنہم وعاد بحرم مکہ
 فستی عاخذ البیت ولما
 ابن عمر رضی اللہ عنہما
 فقال إذا اجتمع الناس
 بایعت ثم بايع وأما الحسين
 رضی اللہ عنہ فصار إلى
 مکة فوافق بیعته أهل
 الکوفة فصار إلیهم بعد
 أن أرسل ابن عتہ مسلم بن
 عقيل لأخذ البيعة فظفر
 به عبید اللہ بن زیاد
 أميرها فقتله وجهز
 الجيش إلى الحسين فقتل في
 يوم عاشوراء سنة إحدى
 وستين ثم إن أهل المدينة
 خلعوا يزيد في سنة
 ثلاث وستين فجهز إليهم
 مسلم بن عقبة المري في جيش فاضل
 فقاتلهم فهزمهم وقتل
 منهم خلق كثير من العصابة
 وابناءهم وسبق اکابر

عنہم نے اس سے بیعت نہ کی۔ اور حضرت
 ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو حرم مکہ میں
 پناہ گزی ہو گئے اور اس بنا پر ان
 کو "عاخذ البیت" کہا جانے لگا۔ اور
 حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا
 کہ "جب سب لوگ اس کی بیعت پر
 مجتمع ہو جائیں گے تو میں بھی بیعت کر لوں گا۔"
 بعد کو آپ نے بھی بیعت کر لی۔ رہے حضرت
 حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو آپ کے معزز و مخلص
 لے گئے اور پھر اہل کوفہ کے بیعت کرنے پر آپ
 ان کی طرف روانہ ہو گئے اس سے پہلے آپ
 اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو بیعت لینے
 غرض سے بجانب کوفہ روانہ کر چکے تھے وہاں
 امیر کوفہ عبید اللہ بن زیاد کا ان پر قابو مل گیا
 اور اس نے ان کو قتل کر ڈالا اور حضرت
 حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف فوج بھیجی۔
 چنانچہ آپ کو بروز عاشوراء رات کو قتل
 کر دیا گیا اس کے بعد اہل مدینہ نے سلام
 میں یزید کی بیعت توڑ دی تو یزید نے ان
 لوگوں کی سزا کو بی کے لئے مسلم بن عقبہ مری
 کی سرکردگی میں ایک بھاری لشکر روانہ کیا،
 جس نے اہل مدینہ سے جنگ کر کے ان کو ہزیمت
 دی، اس جنگ میں صحابہ، اولاد صحابہ اور

اکابر تابعین میں سربراہ آوروں حضرت اور فضلہ کی ایک کثیر خلعت قتل کر دی گئی، مسلم بن عقبہ نے تین دن تک مدینہ شریف کو لوٹ مار اور قتل و غارت کے لیے حلال کر دیا۔ پھر جو زندہ بچ گئے ان سے اس شرط پر بیعت لی کہ وہ یزید کے غلام ہیں اور جس نے بھی بیعت سے انکار کیا اس کا سر قلم کر دیا گیا۔ اس کے بعد سلم نے مکہ معظمہ کا رخ کیا تاکہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ کی جگہ نگہاے راہ میں ہی موت آگیا، مسلم نے حصین بن غیرہ کو سالار لشکر کیا تھا چنانچہ یہ لشکر کے کرمکہ معظمہ پہنچا اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا محاصرہ کر لیا اس لشکر نے کعبہ کے بالمقابل منجیق نصب کر کے اس پر گولہ باری شروع کر دی جس سے کعبہ کی بنیادیں کمزور ہو گئیں اور پھر اس میں آگ لگ گئی۔ اسی اشارہ میں یزید کے مرے کی خبر آئی اور پھر تھوڑی ہی مدت میں اس کا بیٹا معاویہ بن یزید بھی مر گیا۔ اب حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حق میں فضاہات ہو چکی تھی چنانچہ آپ نے اپنے بیعت کی دعوت دی اور تمام آفاق اور اہل شام کی اکثریت نے آپ سے خلافت پر بیعت کر لی پھر مروان نے آپ کے خلاف خروج کیا اور جو ہونا تھا ہو کر رہا۔ امام ابو یوسف اپنی سند میں روایت کرتے ہیں کہ ہم سے حکم بن

التابعین و فضلائہم و استباحہا ثلاثۃ ایتام نہبنا وقتلنا ثم بايع من بقى على انهم عبيد ليزيد و من امتنع قتل ثم توجهوا الى مكة للحرب ابن الزبير فسان في الطريق و عهد الى الحصين بن نمير فصار بالجيوش الى مكة فحاصر ابن الزبير و نصبوا المنجنيق على الكعبة فوهت امر كانها شرا حترقت و في اثناء ذلك ورد الخبر بموت يزيد ثم مات ابنه معاوية بن يزيد بعد قليل و صفا الجوز لابن الزبير فندعنا الى نفسه فبايعه اهل الافاق و اكثر اهل الشام ثم خرج عليه مروان بن الحكم فكان ما كان قال ابو يعلى في مسنده "حدثنا حكم

بن موسیٰ قال حدثنا
 الوليد بن الموزاعی عن
 مکحول عن أبي عبيدة بن
 الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال:
 قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم: «لا يزال امرأ من
 قاتلًا بالسوی حق یكون
 أول من یثلمه رجل
 من بنی أمیہ یقال له
 یزید» وقال أبو نرعة
 الدمشقی حدثنا أبو نعیم
 حدثنا شیبان عن
 ابن المنکدر قال لنا
 جاءت بیعة یزید قال
 ابن عمر رضی اللہ عنہما
 إن کان خیرًا رضینا و
 ان کان بلائًا صبرنا. وقال
 ابن شوذب سمعت ابراہیم بن
 أبي عبد یقول سمعت عمر بن
 عبد العزیز یقول یزید بن
 معاویة. وقال یحییٰ بن
 عبد الملک بن أبی عتبہ

موسیٰ نے حدیث بیان کی اور وہ کہتے ہیں
 کہ ہم سے ولسہ نے اوزاعی سے حدیث
 نقل کی، اوزاعی، مکحول سے راوی ہیں اور
 مکحول حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
 فرمایا، میری امت کا معاملہ ٹھیک چلنا
 رہے گا تا آنکہ بنی امیہ میں سے ایک
 شخص جس کا نام یزید ہے سب سے پہلے
 اس میں رخ نہ ڈالے گا۔ ابو زر عمر دمشقی
 کہتے ہیں کہ ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا
 کہ ہم سے شیبان نے ابن المنکدر سے
 روایت نقل کی ہے کہ جب حضرت
 ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس
 یزید کی بیعت کی اطلاع آئی تو آپ نے
 منہ دیا اگر یزید بھلا ہو تو ہم اسے
 پسند کریں گے اور بلا ہو تو صبر
 کریں گے۔ ابن شوذب کہتے ہیں کہ میں
 نے ابراہیم بن ابی عبد سے سنا وہ کہتے
 تھے کہ میں نے حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کو یزید پر دم کھاتے ہوئے سنا
 اور یحییٰ بن عبد الملک بن ابی عتبہ
 کا بیان ہے کہ ہم سے نوفل بن ابی مقر

سے یعنی ابنی رحمہ اللہ بنا پر اس پر ترس آتا تھا کہ خدا جانے لہجہ احوال بد کی پاداش میں اس کا کیا

خذ ثنا وفل بن الجعفی
قال كنت عند عمر بن عبد العزيز
فذكر رجلاً یزید بن
معاویة فقال امیر المؤمنین
یزید . فقال له عمر
نقول امیر المؤمنین
وامربه فغربه عشرين
سوطاً .

قال ابو بكر بن عیاش : بايع
الناس له في رجب سنة
ستين ومات في ربيع الأول
سنة ثلاث وستين كذا
قال ، والصواب في نصف
ربيع الأول سنة اربع و
كان سنة يوم مات ثمانياً
وثلاثين سنة .

نے بیان کیا کہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز کی
خدمت میں حاضر تھا کہ کسی شخص کی زبان سے
یزید بن معاویہ کا ذکر کرتے ہوئے امیر المؤمنین
یزید کے الفاظ نکل گئے تو اس پر حضرت عمر
بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو اس کو
امیر المؤمنین ہ کہتا ہے ! اور پھر آپ نے
حکم دیا کہ اس کو بیس کوڑے لگائے جائیں
چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی گئی ۔

ابو بکر بن عیاش کہتے ہیں کہ : یزید سے
لوگوں نے رجب سنہ ہجری میں بیعت
کی اور ربيع الاول سنہ ہجری میں وہ
مر گیا ، ان کا یہی بیان ہے ۔ لیکن
صحیح یہ ہے کہ یزید ۱۵ ربيع الاول سنہ
ہجری کو مرا ہے ۔ جس دن اسے موت
آئی اس دن اس کی عمر اڑتیس سال
کی تھی

امام احمد کی تصریح کہ یزید ملعون ہے | ظاہر ہے کہ اگر یزید کا ذکر امام احمد کی
کتاب الزہد میں ہوتا تو حافظ ابی جعفر مستطانی جنہوں نے " کتاب الزہد " کے
تمام رجال پر کام کیا ہے یزید کے تہجے میں اس کا ضرور ذکر کرتے یزید سے رعایت

۱۔ اس نے یزید کو احتراماً ایسا کہا ہوگا اس لیے اس کو یہ سزا دی گئی کیونکہ ناسخ کی
تعلیم اور اس کا احترام منوط ہے ۔

۲۔ لسان المیزان ص ۲۹۳، ۲۹۴-۶ ترجمہ یزید بن معاویہ بن ابی سفیان الاموی
طبع حیدرآباد دکن (انڈیا) مطبعہ ہجری

کے بارے میں تو امام احمد رحمہ اللہ نے جو رائے ظاہر کی وہ آپ کی نظر کے سنا ہے اب وہ مستحق لعنت تھا یا نہیں اس کے بارے میں بھی امام ممدوح کی یہ نصیحت پڑھ لیجئے۔ حافظ ابن تیمیہ اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں :

قال صالح بن احمد بن حنبل : صالح بن احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ میں نے اپنے
قلت لأبي إن قوماً يقولون : والد ماجد سے عرض کیا۔ کچھ لوگ ایسے ہیں جو
إنهم يحبون يزيد قال : یہ کہتے ہیں کہ وہ یزید سے محبت رکھتے ہیں،
يا بني : وهل يحب يزيد أحد : یہ سن کر آپ نے فرمایا: بیٹے کوئی شخص بھی جو
يؤمن بالله واليوم الآخر ؟ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہو یزید سے
فقلت : يا أبت فلماذا لا محبت کر سکتے؟ میں نے پھر عرض کیا ابا جان!
تلعنه ؟ قال يا بني : ومثله پھر آپ اس پر لعنت کیوں نہیں فرماتے، آپ نے
رأيت أبائك يلعن أحداً : جواب دیا بیٹا! تم نے اپنے باپ کو کسی پر لعنت
کرتے ہوئے کب دیکھا ہے

اس روایت میں امام ممدوح نے یہ نہیں فرمایا کہ اس پر لعنت نہیں کرنی چاہیے بلکہ اپنے عمل کو بتلادیا کہ میں کسی پر لعنت نہیں کیا کرتا۔ مگر دوسری روایت میں جس کو قاضی ثناء اللہ صاحب پانی تپی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری میں نقل فرمایا ہے اس کے مستحق لعنت ہونے کی صاف تصریح فرمادی ہے۔ یہ روایت حسب ذیل ہے:

قال ابن الجوزي انه روى ابن الجوزی کہتے ہیں کہ قاضی ابو یعلیٰ نے اپنی
القاضي أبو يعلى في كتابه كتاب "المعتقد في الأصول" میں بسند صالح
"المعتقد في الأصول" بن احمد بن حنبل سے روایت کی ہے کہ میں
بسند عن صالح بن احمد نے اپنے والد بزرگوار سے عرض کیا کہ
بن حنبل انه قال، قلت لأبي يا أبت يزعم بعض الناس
کہ ہم یزید بن معاویہ سے محبت رکھتے ہیں

انا نختب یزید بن معاویۃ
 فقال احمد: یا بنی ہل
 یسوغ لمن یؤمن باللہ ان
 یحب یزید و لعلہ لا یلعن
 رجلاً لعنہ اللہ فی کتابہ؟
 قلت یا ایت! ابن لعن اللہ
 یزید فی کتابہ؟ قال:
 حیث قال: فَمَلَّ عَیْنُہُ
 اِنْ تَوَلَّیْتُمْ اَنْ لَّیْسَ دُؤَا
 فِی الْاَرْضِ وَ تَقَطَّعُوا
 اَرْحَامَکُمْ اُولَئِکَ الَّذِیْنَ
 لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاصْمَتْهُمْ
 وَاَعْنِیْ اَبَسَا رَہْتُمْ لہ

آپ نے فرمایا: بیٹا! بھلا جو شخص اللہ تعالیٰ
 پر ایمان رکھتا ہو کیا اس کے لیے یہ روا ہے کہ
 ہے کہ وہ یزید سے محبت رکھے اور ایسے شخص پر
 کیوں لعنت نہ کی جائے جس پر حق تعالیٰ نے
 اپنی کتاب میں لعنت کی ہے میں نے عرض کیا
 ابا جانی! اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یزید پر
 کہاں لعنت فرمائی ہے۔ فرمایا جہاں یہ لڑنا
 ہو رہا ہے: "بھرتم سے یہ بھی توفیق ہے کہ اگر
 تم کو حکومت مل جائے تو غزالی ڈالو ملک
 میں اور قطع کرو اپنی قرابتیں، ایسے لوگ ہیں
 جن پر لعنت کی اللہ نے پھر کر دیا ان کو بہرا
 اور اندھی کر دیں ان کی آنکھیں۔

واضح رہے کہ علماء حنابلہ میں بہت سے اکابر ائمہ کا عمل بھی اسی قول پر ہے
 چنانچہ حافظ ابن کثیر نے "السبایہ والنہایہ" (ص ۲۲۳ ج ۸) میں جہاں
 واقعہ حرہ کے سلسلہ میں ان حدیثوں کا ذکر کیا ہے جن میں یہ مضمون آتا ہے کہ
 "ان لوگوں پر اللہ کی لعنت ہے جو اہل مدینہ کو ظلماً خون میں مبتلا کریں۔"
 وہاں ان کو بیان کر کے فرماتے ہیں:

وقد استدلل بهذا الحديث
 وامثاله من ذهب إلى
 الترخيص في لعنة يزيدين
 معاوية وهو رواية من
 احمد بن حنبل، اختارها

اس حدیث سے اور اس جیسی دوسری
 حدیثوں سے ان حضرات نے استدلال
 کیا ہے جن کی رائے یہ ہے کہ یزید بن معاویہ
 پر لعنت کرنے کی اجازت ہے۔ اور امام
 احمد بن حنبل سے بھی ایک روایت میں

الحلال و ابو بکر عبد العزیز یہی وارد ہے اور اسی کو خلل، ابو بکر عبد العزیز
و القاضی ابو یعلیٰ و ابنہ قاضی ابو یعلیٰ، اور ان کے صاحبزادے قاضی ابو الحسین نے
القاضی ابو الحسین و انتصر اختیار فرمایا اور حافظ ابو الفرج ابن الجوزی نے
لذلك ابو الفرج ابن الجوزی ایک مستقل تصنیف اس بارے میں لکھ کر اسی روایت کی
فی مصنف مفرد و جواز لعنتہ۔ تائید کی ہے اور مزید پر لعنت کرنے کو حائز تالیف ہے۔

اب سوچیے امام احمد بن حنبل کی "کتاب الزہد" میں اگر اس خلیفہ فاسق
یزید بن معاویہ کا ذکر زیادہ دو عباد میں ہوتا تو اس سے ائمہ خاندانہ امام
ابو بکر عبد العزیز، قاضی ابو یعلیٰ، ان کے فرزند قاضی ابو الحسین، حافظ ابن الجوزی
اور علامہ ابن تیمیہ جیسے اکابر ائمہ خاندانہ واقف ہوتے یا قاضی ابو بکر بن العربی نامی؟
قاضی ابو بکر بن العربی کی ہجو | قاضی ابن العربی کی اس حرکت پر ہمیں بے اختیار
وہ اشعار یاد آگئے جو ان کی زبان میں غلط ہی حرا دیب نے کہے ہیں فرماتے ہیں

یا اهل حصن ومن بها اوصیکم

بالبر والتقویٰ وصیۃ مشفق

اے حصن کے رہنے والو اور جو بھی وہاں ہوں تم کو ایک شفق کی طرح نیکی اور
تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں۔

فخذوا عن العربی اسماء التذبی

وخذوا الروایۃ عن امام متقی

اس ابو بکر ابن العربی سے انسانہائے شب تو سن لو! مگر حدیث کی روایت کسی
مستقی امام سے ہی کرو۔

ان الفتی حلوا الکلام مہذب

ان لم یجد خبراً صحیحاً بخلق

یہ نوجوان بڑا شیریں کلام اور مہذب ہے، اے اگر صحیح حدیث نہ ملے تو اپنی طرف
سے گڑبگڑ لیتا ہے۔

خلف کو ان اشعار کے کہنے کی نوبت اس لیے پیش آئی کہ اشبیلہ (واقع اندلس) میں نقباء کی ایک مجلس جمی ہوئی تھی۔ ابو بکر بن المرجی اور دوسرے حضرات بھی وہاں موجود تھے ابن العربی بھی شریک مجلس تھے۔ مجلس میں ملی مذاکرہ جاری تھا۔ "حدیث بخضرہ" کا ذکر پڑھا تو ابن المرجی نے کہا کہ یہ حدیث صرف بروایت "مالک عن الزہری" محفوظ ہے اس پر ہمارے قاضی جی ابن العربی فرماتے تھے

قد رویتہ من ثلاثۃ عشر طریقاً میں نے امام مالک کے علاوہ تیرہ سندوں سے غیر طریق مالک۔ اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

یہ دعویٰ سنی کر حاضرین دنگ رہ گئے اور انہوں نے ان کی خدمت میں درخواست کی کہ براہ کرم ہم کو اس سلسلے میں استفادہ کا موقع عنایت فرمایا جائے۔ چنانچہ ابن العربی نے حاضرین سے روایت کو بیان کرنے کا وعدہ تو کر لیا مگر بعد کو کچھ نہ بتا سکے۔ ادیب مذکور نے اسی واقعہ سے متاثر ہو کر ان کی ہجو میں یہ اشعار نظم کر دیئے۔ حافظہ دھبی تذکرۃ الحفاظ میں اس سارے واقعہ کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں

قلت هذه حكاية ما ذجة لاندل علی جرح مصیح، ولعل القاضی وہم وسری فکرہ الی حدیث فظنتہ هذا والشعراء یخلقون الافک بے میں کہتا ہوں یہ ایک سادہ سا واقعہ ہے جو صحیح جرح پر دلالت نہیں کرتا اور شاید قاضی جی کو وہم ہوا اور ان کا خیال کسی اور حدیث کی طرف چلا گیا جس کو وہ یہی حدیث گمان کر بیٹھے اور شعراء تو غلط بیانی کرتے ہیں

ہمیں بھی حائل ذہبی سے ان کے بابے میں کچھ زیادہ اختلاف نہیں جس طرح اس واقعہ میں ان کا خیال اس حدیث میں دوسری حدیث کی طرف منتقل ہو گیا اور وہ اسی حدیث کو تیسرے سندوں سے روایت کرنے کے مدعی بن بیٹھے۔ ایسے ہی نامہیت کی خواست نے حضرت یزید بن معاویہ غنی کو فی بکے نام کو دیکھ کر ان کے دماغ کو اپنے مدوح یزید کی طرف جواک سفاک ظالم بادشاہ تھا پھیر دیا اور یہ اسے اپنے خیال میں عابد و زاہد سمجھ بیٹھے۔

چھٹا شبہ

مستغنی کو یہ پیش آیا ہے کہ امام غزالی فرماتے ہیں: یزید بنہ تو سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا حکم دیا اور نہ ہی اس پر رضا مند تھا اور یزید کو رحمۃ اللہ علیہ کہنا جائز ہی نہیں بلکہ مستحب ہے۔

یزید کے جرائم کی فہرست طویل ہے | اس کا جواب یہ ہے کہ یزید پر صرف قتل حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کا الزام نہیں بلکہ اس کے جرائم کی فہرست طویل ہے۔ وہ بے نوش بھی تھا اور تادیک مصلوۃ بھی۔ اُس نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو قتل نہیں کیا بلکہ مدینہ نبویؐ ملی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں صحابہ کرام اور تابعین عظام کا قتل عام کر لیا، حرم نبویؐ کی بھرتی کی، بیت اللہ کی حرمت کو ہمال کیا۔ منجنیق سے عین حرم کعبہ میں گولہ باری کی، جس سے کعبہ شریف کی بنیادیں ہل گئی تھیں۔

امام غزالی کے فتویٰ کی تنقیح | امام غزالی نے اپنے فتویٰ میں ای جرائم کے ارتکاب سے یزید کی برأت نہیں کی ہے، نہ اس کی اس سلسلہ میں کوئی صفائی پیش کی ہے۔ بالفرض مان لیا جائے کہ یزید نے قتل حسین کا حکم نہیں دیا نہ وہ ان کے قتل پر راضی تھا مگر یہ تو ایک حقیقت ہے کہ حضرت حسینؑ کی شہادت اس کے ہاتھوں نہیں تو اس کے عمال بد اعمال کے ہاتھوں یقیناً عمل میں آئی ہے۔ پھر جب اس نے ان کے قتل کا حکم دیا تھا نہ وہ اس پر راضی تھا تو آخر اپنے عمال سے اس سلسلہ میں اُس نے کیا باز پرس کی؟ اس کے بارے میں بھی امام غزالی خاموش ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ غور طلب ہے کہ تاریخ ابن خلکان اٹھا کر ان کے اس فتویٰ کو اول سے آخر تک پڑھ لیجئے اس میں کہیں یہ مذکور نہیں کہ یزید متقی اور پرہیزگار آدمی تھا۔ اور نہ یہ ذکر ہے کہ وہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل میں حق بجانب تھا۔ اس فتویٰ میں تو صرف دو مسئلوں پر کلام ہے ایک تو یہ کہ اس پر لعنت کرنا مناسب نہیں کیونکہ امام غزالی کسی شخص کو عین پر اس کا نام لے کر لعنت کرنے

کے روادار نہیں خواہ وہ کافر ہو یا فاسق کچھ یزید تک اس مسئلہ میں تخصیص نہیں۔

دوسرے یہ کہ اس حقیقت کا معلوم کرنا کہ فی الواقع یزید قتل حسینؑ سے راضی تھا سخت دشوار ہے۔ امام غزالیؒ کے اس شبہ کا جواب حافظ محمد بن ابراہیم وزیر عیانی نے "الروض الباسم فی الذب عن شیعۃ اہل القاسم" میں اجمالی طور پر حسب ذیل الفاظ میں دیا کرتے ہیں:

ولما حکى ابن خلکان کلام اور جب ابن خلکان نے حافظ عماد الدین کیا،

لحافظ عماد الدین هذا ورد کے اس فتویٰ کو نقل کیا (کہ جس میں یزید پر لعنت

بعده کلاماً وراہ عن الغزالی کی اجازت دی گئی ہے) تو اس کے بعد غزالی کا

وکلامه ذلك شاهد ببرأۃ ایک فتویٰ بھی نقل کیا جو اس امر کا شہد ہے کہ غزالی

الغزالی من القول بتصویب قتل حسین کے حق بجانب ہونے میں یزید کی حمایت

یزید فقتل الحسين وانما تکلم سے بری ہیں۔ انہوں نے تو صرف دو مسکوں پر

فمسئلتین غیر ذلك احدثا بحث کی ہے۔ جی کا اس بات سے کوئی تعلق ہی

تحریر اللعن ولم يخص یزید نہیں ہے ایک یہ کہ کسی پر لعنت کرنا حرام ہے اس

فہو مذهبہ فی کل فاسق و میں یزید کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ ہر فاسق اور کافر

کافر۔ کما رواہ عنہ النوری کے بارے میں ان کی یہی رائے ہے۔ چنانچہ امام نوویؒ

فی الاذکار و قد ذکر النوری أن نے بھی اپنی کتاب الاذکار میں ان کا یہی مذہب

ظاهر الاخبار خلاف ذلك نقل کیا ہے اور امام نووی کا بیان ہے کہ ظاہر

وقد أفردت الکلام علی احادیث اس مذہب کے خلاف ہیں اور میں نے

ذلك في کتاب و ثانیہا ایک مسئلہ جزدہ اس مسئلہ پر تحریر کیا ہے۔

القول بأن العلم برضا اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اس بات کا یقینی علم

یزید بقتل الحسين متقدّر کہ واقعی یزید قتل حسینؑ سے راضی تھا، محال ہے

ولیس فہذا انزع ولواقر اور ہمیں بھی اس میں نزاع نہیں۔ بالفرض اگر یزید

یزید بلفظ صریح و سمعنا صاف اور صریح الفاظ میں بھی قتل حسینؑ کا سقر

ذلك منہ لم یعلم أن باطنہ ہوتا اور خود بھی اس کی زبانی اس کے اس اقرار

کما اظهر وقد جہل کو ہم جس لیے تب بھی اس کا یقین نہیں ہو سکتا تھا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 بواطن المنافقتین ووثقہ علم
 ذلك إلى الله تعالى ولكن
 الحكم للظاهر وقد روى
 البخاری فی صحیحہ عن عمر
 بن الخطاب أنه قال إن
 أنا ما كنا نرى يؤخذون بالوحي
 على محمد رسول الله صلى الله
 عليه وسلم وإن الوحي
 قد انتزع فمن أظهر لنا
 خيرا أمناه وقربناه وليس
 لنا من سريره شيء ومن
 أظهر لنا سوءا لم نأمنه
 ولم نصدقه وإن قال
 إن سريره حسنة

کراس کا ظاہر و باطن ایک ہے (کیونکہ اس امر کا امکان
 بہر حال تھا کہ اس شخص کو اقرار کیا ہو) خود آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم منافقتین کے باطنی حالات سے خبر تھے
 اور آپ نے حقیقت حال کا علم حق تعالیٰ کے سپرد کر دیا
 تھا لیکن شرع کا حکم یہ ہے کہ فیصلہ ظاہر حالات
 پر کیا جائے چنانچہ امام بخاری اپنی صحیح میں حضرت
 عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ انہوں
 نے ارشاد فرمایا: محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں
 دھوکے بنا پر لوگوں کی گزند پہنچاتی تھی اور اب وہی نعم
 ہو گئی لہذا جو شخص بھی مجھ سے اسے خیرا اظہار
 کرے گا ہم اسے ایسا سمجھیں گے اور آپ سے ایسا نہیں سمجھیں گے
 اور اس کے باطن کے ہم کچھ خبردار نہیں اور جو سارے
 سامنے بدی اظہار کرے گا اس کو نہ ہم اس میں سمجھیں گے
 اور نہ اس کی بات کی تصدیق کریں گے اگرچہ
 وہ یہ کہے جائے کہ میرا بطن باطل نہیں ہے۔

امام غزالی بزرگ آدمی ہیں وہ تو ابلیس پر بھی لعنت کرنے کو نہیں کہتے۔ اور
 نہ کسی کافر معین پر لعنت کو روا رکھتے ہیں۔ پھر یزید پر لعنت کرنے کو کیوں کہیں گے؟
 ان کے نزدیک ہر حال میں مومن کا ذکر الہی میں مشغول ہونا اولیٰ ہے۔ بہار نزدیک
 بھی یزید پر لعنت کو ناگوئی کا یہ ثواب نہیں ہے۔ کہ خواہ مخواہ آدمی اس کا نام لے کر اپنی
 زبان کو گندہ کرے ظاہر ہے کہ اس پر لعنت کی بجائے اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی تسبیح
 و تکبیر میں مشغول ہو تو اس میں بالاتفاق ثواب زیادہ ہوگا مگر یزید پر لعنت نہ کرنے
 سے اس کا شقی ہونا اور صالح ہونا کہاں سے ثابت ہو گیا؟

میدانِ کربلا میں حضرت حسین کا آخری خطبہ | خود امام غزالیؒ نے حضرت
 حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آخری خطبہ جو میدانِ کربلا میں آپ نے دیا تھا
 نقل کیا ہے۔ اس سے صورتِ واقعہ کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ امام غزالیؒ کہتے ہیں:
 لما نزل القوم بالحسين حب يزيدى فوج حضرت حسين رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ وأيقن أنهم قاتلوه قام في أصحابه خطيباً فحمد الله
 وأثنى عليه ثم قال نزل من الأمور ما ترون وان الدنيا قد تغيرت وتكثرت
 وأدبر معروفها وان شمرت حتى لم يبق منها إلا كصابة الأبناء الأخرى
 من عيش كالحرى الوبيل ألا ترون أن الحق لا يعمل به والباطل لا يتناهى
 عنه ليرغب المؤمن في لقاء الله تعالى ولأنى لأرى الموت إلا سعادة والحياة
 مع الظالمين إلا جحماً | حب يزيدى فوج حضرت حسين رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 کے مقابل آکر اُتری اور آپ کو یقین ہو گیا کہ یہ آپ کو ضرور قتل کر کے رہے گی تو آپ نے
 اپنے اصحاب کے سامنے کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ جس میں پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور پھر
 فرمایا: جو مصیبت نازل ہوئی ہے وہ تمہارا آنکھوں کے سامنے ہے، دنیا بدل گئی اور اجنبی
 بن گئی، اس کی خوبی نے بیٹھ بھری اور جلد ہی کھسک گئی۔ اب تو اس میں سے بس صرف اتنا
 سا باقی رہا ہے جتنا کہ برتن میں سے پی لینے کے بعد اس میں کچھ لگا رہ جاتا ہے اور بس
 اتنی سی نکمی زندگی جو اس چراگاہ کی طرح ہے کہ جس میں چرنے سے بد بھنی ہو جاتی ہے
 دیکھتے نہیں کہ حق پر عمل نہیں ہو رہا ہے اور باطل سے باز نہیں رہا جاتا۔ اب مومن کو چاہئے کہ
 حق قتل سے ملاقات کی رغبت کرے اور میں تو مرنے میں اپنی سعادت سمجھتا ہوں اور ظالموں
 کے ساتھ جینے کو مجہرم۔

۱۔ ”حسب“ احیاء العلوم میں غلط چھپ گیا ہے۔ ہم نے مجمع الزوائد سے اس کی تصحیح کی ہے
 ۲۔ احیاء العلوم ج ۴ ص ۳۹۸۔ طبع مصر

یہ ہے۔ یزید کے دور حکومت کا نقشہ جس کی تصویر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی مختصر مگر جامع تقریر میں کھینچ کر رکھ دی ہے۔ اب یہ مختصر غزالیؒ یا ان کے پرستار خود حل کریں کہ جس قوم نے حضرت حسینؑ کا محاصرہ کیا تھا وہ یزیدی فوج نہیں بلکہ جنات و شیاطین تھے۔ اور ابن خلقان ثاقب سے نہیں بلکہ کاف سے "ابن خلکان" ہے

امام کیا ہر اسی کا فتویٰ کہ یزید ملعون ہے | اسی تاریخ ابن خلکان میں امام غزالیؒ کے فتوے کے ساتھ ان کے استاد بھائی شمس الاسلام امام ابو الحسن علی بن محمد طری الملقب عماد الدین المعروف بالکتابر اسی (جن کے بارے میں خود مورخ ابن خلکان نے حافظ عبد الغافر فارسی سے نقل کیا ہے کہ وہ کان ثانی الغزالی (یہ غزالی ثانی تھے) کا یہ فتویٰ بھی نقل ہے کہ :

وسئل الکلیا ایضا عن یزید الکیا سے بھی یزید بن معاویہ کے بارے میں فتویٰ
بن معاویة فقال انه پوچھا گیا تھا انہوں نے فرمایا کہ یزید معاویہ نہیں
لم یکن من الصحابة لانه تھا کیونکہ وہ حضرت عمر بن الخطابؓ کے ایام خلافت
ولد فی ایام عمر بن الخطاب میں پیدا ہوا تھا۔ رہا سلف کا قول اس پر لعنت
رضی اللہ عنہ واما قول السلف کے بارے میں تو امام احمدؒ کے اس بارے میں دو
فی لعنته فیه واحد قول ہیں۔ ایک میں اسی کے ملعون ہونے کی طرف
قولان تلویح و تصریح و اشارہ ہے دوسرے میں اس کی تصریح ہے اور
لما لک قولان تلویح و تصریح امام مالکؒ کے بھی دو قول ہیں ایک میں اس پر لعنت کا
ولا فی حنیفة قولان اشارہ دوسرے میں تصریح ہے اھل امام ابو حنیفہؒ کے

مے ہمارے پاس مستطاب آیا اس میں ثاقب ہی مرقوم ہے۔

سے تاریخ ابن خلکان "اب تک چار بار طبع ہو چکی ہے ایک فواران میں اھتین و فومصر میں اس کے تمام مطبعہ نسخوں میں "عمر بن الخطاب" ہی مذکور ہے۔ لیکن مگر کمال الدین میری نے "حیوة النبیون" میں زیر عنوان "نہد" اور مؤرخ ابو العباس کرانی نے "انتہار العدل" (ص ۱۲۰) میں اس فتویٰ کے جو الفاظ ذکر کیے ہیں ان میں "عمر بن الخطاب" کے بجائے عثمان بن عفانؓ ہی اسٹہ مذکور ہے اور یہی صحیح ہے

تلویح و تصریح و
لنا قول واحد التصريح
دون التلویح و کیف
لا یکون كذلك وهو
اللاعب بالزرد والمتصيد
بالفهود ومدمن الخمر
وشعره فی الخمر معلوم،
ومنہ قوله :
بھی اس کے بارے میں دو قول ہیں ایک یہ اس پر
لعنت کا اٹھ ہے، دوسرے میں اس کی تہرک ہے۔
اور ہمارا تو بس ایک ہی قول ہے جس میں اس پر لعنت کی
تہرک ہے، اشارہ کنایہ کی بات نہیں اوروہ
کیوں ملعون نہ ہو گا حالانکہ وہ زرد کھیلتا تھا۔
چیتوں سے شکار کرتا تھا۔ شراب کا رسیا تھا، شراب
کے بارے میں اس کے اشعار سب کو معلوم ہیں۔
منجملہ ان کے یہ اشعار بھی ہیں :

أقول للحب نعت الكاس شملهم وداعی صبا بات الهوی یترنم
میں اپنے اسی قصیدے کہتا ہوں کہ جن کو جام شراب نے یکجا کر دیا ہے اور شوق محبت کا داعی ترنم ریز ہے
خذوا بنصيب من نعيم ولذة فكل وان طال المدى يتصمر
نعمت ولذت میں اپنا حصہ لے لو کیونکہ ہر ایک کو خواہ اس کی مدت کتنی ہی دراز کیوں ہو آخر ترنم ہوتا ہے
ولا تتركوا يوم السرور الى غدا فرب غدا يأتي بما ليس يعلم
اور آج کے یوم سرت کو کل پر نہ ٹالو کیونکہ بہت سے آنے والے کل ایسی کیفیت لے کر آجائے ہیں
جس کا پتہ بھی نہیں ہوتا۔

وكتب فصلاً طويلاً ثم قلب اس کے بعد الکیا نے ایک طویل فصل اسی موضوع پر
الورقة وكتب لو مددك لکھ ڈالی۔ اور پھر ورق الٹ کر اس پر یہ لکھ دیا کہ اگر
ببياض لم مدت العنان مزید اوراق مجھے دیئے جاتے تو میں اس شخص کی
فی محازی هذا الرجل رسوائیوں کے بیان میں عنانِ قلم کو مزید تیز کر دیتا۔
غزالی اور کیا ہر اسی دونوں شافعی مذہب کے فقیہ ہیں، ایک ہی استاد کے
شاگرد ہیں غزالی مورخِ مکتبہ نہیں، کیا ہر اسی محدث بھی ہیں اور تاریخ سے واقف
بھی۔ پھر ان کا فتویٰ کیوں قابلِ قبول نہیں ؟

۱۔ وہی بات ہوئی عابر بے پیش کوش کو عالم دوبارہ نیست
۲۔ تاریخ ابی خلکان ۵ ص ۳۲ طبع لولاق مصر

حافظ ابن الوزیر عیالی نے غزالی کے فتویٰ کا تفصیلی رد لکھا ہے

حافظ محمد بن ابراہیم ابن الوزیر میانی نے جن کو قاضی شوکانی "البدیع الطالع" میں حافظ

ابن تیمیہ کا ہمسرد ہم پلہ بتاتے ہیں اپنی مشہور مؤلفہ "تفتیح العوامم والقوامم فی الذنب عن سنیہ ابی القاسم" میں جو "شمیعہ زیدیہ" کے رد میں ان کی بے نظیر کتاب ہے امام فہرستی کے اس فتویٰ کی خوب پوست کنندہ تردید کی ہے اور ان کے استدلال کے ایک ایک جزو کا تار پود بکھر کر رکھ دیا ہے۔

یزید پر لعنت کے بارے میں اور شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی "تکلیل الایمان" شیخ عبدالحق کی رائے میں فرماتے ہیں :

و در اصل عادت و شیعہ اہل سنت ترک سب و لعن است کہ المؤمنین ایس جلتان لعنت بر مخصوص شخصے اگرچہ کافر بود، جائز نہ اند چہ دانی کہ عاقبت کار او بایمان و سعادت بود مگر آنکہ یہ یقین معلوم شد کہ موت و سے بر کفر و شقاوت است، تا آنکہ بعض در یزید شقی نیز نہ توقف کنند و بعض براہ غلو و افراط در شان و سے و مولات و سے روند و گویند کہ و سے بعد از آن کہ با اتفاق مسلمانان امیر شدہ املا و سے بر امام حسین واجب شد فتوہ بائد می بذالقول و من هذا الاعتقاد کہ و سے با وجود امام حسین امام المیر شود و اتفاق مسلمانان بر و سے

در اصل اہل سنت کا وطیرہ اور عادت یہ ہے کہ وہ لعنت اور سب و شتم سے بچتے ہیں کیونکہ مؤمن کا کام لعنت کرنا نہیں، وہ کسی بھی مخصوص شخص پر اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو لعنت کو روا نہیں رکھتے۔ کیا پتہ کہ اس کا انجام ایمان و سعادت پر ہوا آلا یہ کہ یقینی طور پر یہ معلوم ہو کہ اس کی موت کفر و شقاوت ہی پر ہوئی ہے۔ حتیٰ کہ بعض حضرات یزید شقی کے بارے میں بھی توقف کرتے ہیں اور بعض اس کی شان میں غلو اور افراط کرتے ہیں اور اس کی دوستی کا دم بھرتے ہیں او کہتے ہیں کہ وہ چونکہ مسلمانوں کے اتفاق سے لیر ہوا تھا لہذا اس کی اطاعت امام حسین رضی اللہ عنہ پر واجب تھی۔ ہم ایسی بات اور ایسے اعتقاد سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں کہ امام حسینؑ

شد جسے از مصلہ کہ در زبان ابوہند
 و اولاد اصحاب ہم منکر و خارج
 از اطاعت ابوہند نعم جماعہ از
 مدینہ مطہرہ بشام نزد وے کر ہوا
 و تبرارفتند و او جائزہ ہائے
 سنی و مائید ہائے ہنی نزد ایشان
 نہادہ ، بعد از ان کہ حال قباح
 مآل اورادیدند بیدینہ باز آمدند
 و خلیع بیعت او کردند و گفتند
 کہ وے مدواتہ و شاپ خمر و
 تارک مصلوہ و زانی و فاسق و متحل
 محارم است و بعضے دیگر گویند کہ
 وے امر بقتل آنحضرت نکردہ و بدان
 راضی نبود و بعد از قتل وے و اہل بیت
 وے مسرور و مستبشر شدہ و این سخن
 نیز مردود و باطل است چہ عدوت
 آن بے سعادت با اہل بیت نبوی
 صلی اللہ علیہ وسلم و استبشار وے
 بقتل ایشان و اذلال و اہانت او
 مرایشان را بدرجہ تواریخ منوی رسیدہ
 است و انکار آن تکلف و سکارہ است
 و بعضے دیگر گویند کہ قتل پیام حسین کبیرہ
 است چہ قتل نفس مؤمن با حق کبیر است

کے ہوتے ہوتے وہ امام اور امیر ہوا اس کے امیر
 ہونے پر مسلمانوں کا اتفاق کبیر ہوا ہ صحابہ کی ایک
 جماعت جو اس کے زمانہ میں تھی اور صحابہ زادے بھی
 اس کی اطاعت صحیحہ خارج اور اس کی خلافت سے منکر
 تھے۔ ہاں مدینہ مطہرہ کی ایک جماعت جنہر اوکر ہوا اس
 کے پاس شام گئی تھی اور یزید نے ان کو بڑے بڑے
 انعام اور لذت و عوتوں سے نوازا بھی، لیکن یہ حضرات
 جب اس کا حال قباح مآل دیکھ کر مدینہ منورہ
 واپس ہوئے تو اس کی بیعت توڑ دی اور صاف
 بتا دیا کہ وہ دشمن خدا تو ہے نوش، تارک مصلوہ،
 زانی، فاسق اور مجرمات الہی کا حلال کرنے والا ہے
 اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ اُس نے آنحضرت کے قتل
 کا حکم ہی نہیں دیا اور نہ وہ آپ کے قتل پر راضی
 تھا اور نہ آپ کی اہل بیت کی شہادت پر
 خوش ہوا اور نہ اس پر اس نے کچھ خوشی کا اظہار
 کیا اور یہ بات بھی مردود و باطل ہے کیونکہ
 اہل بیت نبوی سے اس بد بخت کی عدوت اور
 ان حضرات کے قتل پر اس کا خوشیاں منانا اور
 خاص طور سے ان حضرات کی تذلیل و اہانت کرنا
 تو اتنے معنی کے درجہ تک پہنچ چکا ہے اور اہل مور
 کا انکار محض بناوٹ اور زبردستی ہے اور
 بعض یہ کہتے ہیں کہ امام حسین کا قتل مجاہد کبیرہ
 ہے کیونکہ کسی مؤمن کا ناحق قتل کما گتہ کبیر ہی ہے

و کفر و لعنت مخصوص بکافران است و لیت خمری کما رباب این تاویل با احادیث نبوی کہ ناطق اند بآنکہ بغض و عداوت و ایذا و اذیت با کافر و اولاد او موجب بغض و ایذا و اذیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم است چہ بے گویند قآن سبب کفر موجب لعن خلودنا و جہنم است بلا شک بموجب آیت **إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَ أَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا** و بعض دیگر گویند کہ خاتمہ دے معلوم نیست شاید کہ او بعد از ارتکاب آن کفر و معصیت توبہ کردہ باشد و در نفس اخیر بر توبہ رفتہ باشد و میل امام محمد غزالی در احیاء العلوم باین حکایت است و بعض از علماء سلف و اعلام امت مثل امام احمد بن حنبل و امثال او بر دے لعنت کردہ اند و ابن جوزی کہ کمال شدت و عصبیت در خطبہ سنت شریعت دارد

اور کفر و لعنت تو کافروں کے ساتھ مخصوص ہے اور کاشش مجھے تپہ چلتا کہ یہ سب باتیں بتانے والے ان احادیث نبوی کے بارے میں کہ جو اس امر پر ناطق ہیں کہ حضرت فاطمہ اور ان کی اولاد کی ایذا و اذیت اور ان سے بغض و عداوت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا و اذیت اور آپ سے بغض کا موجب ہے، کیا کہتے ہیں و حالانکہ ایسا کتنا تو بڑا آیت **إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَ أَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا** ہے اور انہوں نے ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے) بلا شک سبب کفر ہے جس کی بنا پر لعنت اور عیدہ ہمیشہ جہنم میں رہنا واجب ہو جاتا ہے۔ اور بعض دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ یزید کے خاتمہ کا تپہ نہیں شاید اس نے کفر و معصیت کے ارتکاب کے بعد توبہ کر لی ہو، اور آخری سانس میں توبہ ہی کی جائے گی ہو۔ احیاء العلوم میں امام غزالی کا یہاں بھی اسی حکایت کی طرف ہے اور بعض علماء سلف و اعلام امت نے جن میں امام احمد بن حنبل اور جیسے حضرات شامل ہیں یزید پر لعنت کی ہے۔ اور محدث ابن حزمی کہ جو سنت و شریعت کو پاسداری میں پوری شدت و سرگرمی دکھاتے ہیں

در کتاب خود لعنت دے را از
سلف نقل کرده است۔ و بعضے
منہ کردہ اند و بعضے متوقف اندہ اند

لعن یزید میں اختلاف علماء کی بابت
شاہ عبدالعزیز صاحب کی تحقیق

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے فتاویٰ عزیزی میں یہ بیان فرمائی ہے
و در لعن یزید توقف از ان جهت

است کہ روایات متعارضہ و متخالفہ
از ان پلید در مقدمہ شہادت امام

حسین وارد شدہ۔ از بعض
روایات رضاد استبشار و امانت

اہل بیت و خاندان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم مفہوم میگردد

و کسانیکہ این روایات در نظر آنہا
مرجع واقع شدہ حکم بہ بعضی نمودند

چنانکہ احمد بن حنبل و کیا ہر سی از فقہائے
شافعیہ و دیگر علمائے کثیر۔ و از بعضے

روایات کراہت این امر و عقاب
این زیاد و اعوان او و نہ امت برین

کار کہ از دست نواب و بوقوع آمد
معلوم می شود کسانیکہ این روایات

نزد ایشان مرجع شد از لعن او
انہوں نے اس پر لعنت کرنے سے منع کیا۔

منع نمودند چنانچہ امام حجۃ الاسلام
امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ و دیگر علمائے
شافیہ و اکثر علمائے حنفیہ، و جہتے
از علماء کہ نزد آقا ہر دور وایت
متعارض شدند و ترجیح یک طرف بر
دیگر حاصل نشد بنا بر اعتبار توقف
نمودند بحین است واجب بر علماء
عند التعارض و هو قول ابی حنیفہ
آرے در لعنہ شریروا بن زیاد کہ
رفنا و استبشار آنها با فیعل شنیع
قطعی است من غیر التعارض و بحکم
و اوان توقف نیست

چنانچہ امام حجۃ الاسلام غزالی رحمۃ اللہ
تعالی علیہ اور دوسرے علماء شافعیہ
اور اکثر علمائے حنفیہ ہیں (کہ ان کی رائے
یہی ہے) اور علماء کی ایک جماعت کہ جن
کے نزدیک دونوں روایتوں میں تعارض تھا
اور ایک طرف کی روایت کو دوسری پر ترجیح حاصل
دہی انہوں نے احتیاط کی بنا پر توقف کیا اور تعارض
کے وقت علماء پر یہی واجب بھی ہے اور یہی امام ابو حنیفہ
کا قول ہے۔ ہاں شمار و ابن زیاد پر لعنت کرنے میں
کہ ان کا اس فعل شنیع کے ارتکاب پر راضی و خوش
ہونا روایات میں کسی قسم کے تعارض کے بغیر قطعی طور پر
معلوم ہے کسی شخص کو توقف نہیں ہے۔

یزید پر جب لوگوں نے پھٹکار کی تو
قتل حسین پر اظہارِ مذمت کیا۔

مذکور ہیں سرے سے کوئی تعارض ہے ہی نہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ پہلے
یزید قتل حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بہت خوش تھا۔ بعد کو جب ملاؤں نے ہر طرف
سے اس پر لعنت اور پھٹکار شروع کی اور اہل اسلام کی نظر میں وہ حقیر ہونے لگا
تو پھر اس نے اظہارِ مذمت شروع کر دیا چنانچہ حافظ سیوطی تاریخ الخلفاء میں
لکھتے ہیں :

ولما قتل الحسين وبنو ابيه جب حضرت حسین اور ان کے بھائی شہید
بعث ابن زیاد برؤسہ کر دیئے گئے تو ابن زیاد نے ان شہداء کے
سے غلط فہمی نہ ہو امام ابو حنیفہ سے یزید پر لعنت کے بارے میں توقف کی تصریح ثابت نہیں ہے
ان سے جو کہ مغل ہے وہ تعارض روایات کے وقت توقف کا قائل ہے۔ یزید کے بارے میں خود ان کی
تصریح آگے آرہی ہے کہ اس پر لعنہ جائز ہے۔ ۱۵ ص ۱۰۰ طبع مجتبیٰ دہلی

إلى يزيد فترقتهم سروں کو یزید کے پاس بھیجا۔ وہ اول تو اس پر
 أولاً ثم ندّم لما مقتہ بہت ہی خوش ہوا پھر جب مسلمانوں نے اس جہ سے اس
 المسلمون على ذلك پر پھٹکار شروع کی اور اس سے نفرت کرنے لگے تو اس نے
 و أبغضه الناس وحت اظہارِ مذمت کیا اور مسلمانوں کو تو اس سے نفرت
 لهم أن يبغضوه کرنا ہی چاہیے تھی۔

خود شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق میں بھی یزید ہی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ کا قاتل ہے۔ چنانچہ ”تحفہ اشاعت عشرہ“ میں فرماتے ہیں :
 و بعض قتل انبیاء و پیغمبر زادہ ہوا اور بعض انبیاء اور پیغمبر زادوں تک کو قتل
 مینا یند مشہل یزید و انخوان اولہ کر دیتے ہیں جیسے کہ یزید اور اس کے معنوی
 بھائی ہوئے ہیں۔

یزید پلعت کے بارے میں | اور یزید پلعت کے بارے میں بھی خود حضرت
 شاہ عبد العزیز صاحب کا فیصلہ شاہ صاحب ممدوح کی جو رائے ہے وہ ان کے
 مشہور شاگرد مولانا سلامت اللہ صاحب کشفی نے ”تحریر الشہادین“ میں نقل
 کر دی ہے فرماتے ہیں :

در ہی شکے نیست کہ یزید پلید اس میں کوئی شک نہیں کہ یزید پلید ہی حضرت
 آمروا فی دستبشار قتل حسینؑ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا حکم دینے والا
 بود و ہمیں است مذہب مختار اور اس پر راضی اور خوش تھا اور یہی جمہور اہل سنت
 جمہور اہل سنت و جماعت۔ چنانچہ و جماعت کا پسندیدہ مذہب ہے۔ چنانچہ معتزلہ
 در کتب معتبرہ مثل مفتاح النجا، مرزا کتابوں میں جیسے کہ مرزا محمد حبیب کی ”مفتاح النجا“
 محمد بخشی و ”مناقب السادات“ اور ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی
 ملک العلماء قاضی شہاب الدین کی ”مناقب السادات“ اور ملا سعد الدین قزوینی
 دولت آبادی و ”شرح عقائد نسفی“ اور شیخ عبد الحق محدث

ملا سعد الدین تفتازانی وہ تکمیل لایا۔
شیخ عبد الحق محدث دہلوی وغیرہ
از اسفار معتبرہ بشواہد و دلائل مذکور
و مسطور است و لہذا العین ملعون
بہ مجمع قاطعہ و براہین ساطعہ ثابت کردہ
اند۔ و متاثر اراقم الحروف و اسانہ
صوری و مخفی ماہمین است کہ یزید کمر
ورانی و مستبشر بقتل حسین بودہ و مستحق
لعنت ابدی و وبال و نکال سردی است
و اگر تائسل بکار رود قصرہ مجرور لعنت
در حق آن ملعون تصور است کہ مقصور بر آن
نباید بود چنانچہ اسناد البریہ صاحب
"تحفۃ الشاعریہ" علیہ الرحمۃ
در سالہ "حسن العقیدہ" در حاشیہ
کہ بر کلمہ "علیہ مایستحقہ" تعلیق
فرمودہ اند افادہ مینمایند کہ "علیہ مایستحقہ" کنایہ است از لعنت -
"والکفایۃ المبلغ من التصحیح" از قواعد
مشہورہ عربیت است مع ہذا دلیل
مایستحقہ غنیمہ و تشبیہ است کہ در تفسیر
بلغظ لعنت فوت میگردد،
چنانچہ در تفسیر "فَیُشِیْخُہُمْ مِیْتٌ"
النِّجْمَ مَا لَیْشِیْخُہُمْ مذکور می شود

دہلوی کی "تکمیل الایمان" اور ان کے
عماود دوسری معتبر کتابوں میں مع دلائل
شواہد مذکور و مرقوم ہے اور اسی لیے
اس ملعون پر لعنت کے روا ہونے کو قطعی
دلائل اور روشن براہیں سے ثابت کر چکے
ہیں۔ اور اراقم الحروف اور ہمارے اسانہ
صوری و مخفی نے جس مسلک کو اختیار کیا ہے
وہ بھی یہی ہے کہ یزید ہی قتل حسین کا حکم دینے
والا اور اس پر راضی اور خوش تھا۔ اور وہ
لعنت ابدی اور وبال و نکال سردی کا
مستحق ہے اور اگر سوچا جائے تو اس ملعون کے
حق میں صرف لعنت ہی پر اکتفا کرنا بھی ایسی کجی بات
ہے کہ اس پر بس نہیں کرنا چاہیے۔ چنانچہ اسناد
البریہ صاحبہ "تحفۃ الشاعریہ" (شاہ مبارک عزیز
صاحب) علیہ الرحمۃ نے رسالہ "حسن العقیدہ"
کے حاشیہ میں جملہ "علیہ مایستحقہ" پر جو تعلیق
(نوٹ) سپرد قلم فرمایا ہے اس میں افادہ فرمایا
ہیں کہ "علیہ مایستحقہ" لعنت سے کنایہ
ہے اور یہ بات کہ کنایہ تصحیح سے زیادہ بلیغ
ہوتا ہے عربیت کا مشہور قاعدہ ہے اسی کے
ساتھ مایستحقہ یعنی (جس کا وہ مستحق ہے) کے
ابہام میں اس پر تشبیہ اور اس کی مدد پر قرآنی
جو پہنان ہے وہ صراحتاً لعنت کے

فی رد کشف الغطار " میں لکھتے ہیں :

و ظاہر است کہ گفتن لعن و لعن موجب
سقوط و زور از مطعون میگردد لهذا
زبان پر لعن او آلودہ نمی کنند و در با
یزید پلید را بتخفیف و زور شادمان
نمی سازند بلکه می خواهند بچنان
حاصل و زور گراں بود مقصود المتن
باشد

بعض کے پیش نظر مصلحت ہے
کہ کہیں سلسلہ آج تک بڑھ جائے
لعنت کرنے سے منع کرتے ہیں ان کے
پر لعنت کرتے کہتے بزرگوں تک نہ پہنچ جائیں
جسکا کہ رافضیوں کا شعار ہے ۔
چنانچہ فرماتے ہیں :

فان قيل فمن علماء المذهب
من لم يجوز اللعن علي يزيد
مع علمهم بانہ يستحق ما
يربوا على ذلك ويزيد ،
قلنا تحاميا عن ان يرتقى الى
الاعلى فالاعلى كما هو شعار
الرافضيه

پھر اگر یہ کہا جائے کہ بعض علماء مذہب شافعی
میں ایسے بھی ہیں کہ جو یزید پر لعنت کرنے کی اجازت
نہیں دیتے حالانکہ ان کو یہ علم ہے کہ وہ لعنت
سے بھی بڑھ کر اور زیادہ وبال کا مستحق ہے تو
ہم کہیں گے کہ یہ منع کرنا اس احتیاط کی بنا پر
ہے کہ کہیں یہ سلسلہ ترقی کر کے اعلیٰ سے اعلیٰ تک
نہ پہنچ جائے جیسا کہ روافض کا شعار ہے ۔

مگر جیسا کہ ہم نے سابق میں تحریر کیا ہے یزید کی فرد جرم میں صرف قتل حسین ہی کا اندراج نہیں بلکہ اس کے گناہوں کی فہرست بڑی طویل ہے آخر اس کے کس کس جرم کا انکار کیا جائے گا۔ پہلے شبہ کے جواب میں جو کچھ لکھا جا چکا ہے اسے ایک بار پھر پڑھ لیجیے، جلوم ہو جانے لگا کہ اس امت کے ہلاکوؤں میں اس کا نام سرفہرست ہے۔

قریب ہے یار و رو بہ محشر چہے گماشتوں کا خون کیونکر

جو چپ رہے گی زبانی غمخوار ہو پکا سے گماستیں کا

یہ تو بات ہوئی اس کے جرائم اور قبائح کی، رہا اس پر لعن کا مسئلہ تو اس تفصیلی بحث سے آپ نے بخوبی اندازہ لگالیا ہو گا کہ جن علماء نے بھی یزید پر لعن سے روکا ہے وہ اس لیے نہیں کہ یزید کوئی بھلا آدمی تھا بلکہ دوسرے مصالح کے پیش نظر اس کو مناسب نہیں سمجھا۔

یزید پر لعن کے بارے میں | ائمہ اہل سنت میں امام احمد بن حنبل کا جو مقام
امام احمد کی تصریح ہے وہ کسی تعارض کا محتاج نہیں۔ پہلائی دنیا میں

جن چار اماموں کی فقہ کو قبولیت عام اور شہرت دوام نصیب ہوئی اور جن کے مذہب پر آج تک مسلمانوں کا جلا آتا ہے، ان میں ایک یہ بھی ہیں۔ یزید کے بارے میں ان کی تصریحات آپ پانچویں شبہ کے جواب میں پڑھ چکے ہیں۔

(۱) لا ینفع ان یرد ی عندہ اس سے کوئی روایت نہیں کرنا چاہیے۔

(۲) وہل یحب یزید احد کوئی بھی شخص جس کا ایمان اللہ اور روز قیامت پر ہے بھلا

یومن باللہ والیوم الآخر وہ یزید سے محبت کر سکتا ہے ؟

(۳) لہو لعن رجل لعنہ آخر اس شخص پر کیوں لعنت نہ کی جائے کہ جس پر چٹا

اللہ فی کتابہ نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہے ؟

پھر یزید کے ملعون ہونے کی دو وجہیں بیان کریں (۱) ایک فساد فی الارض۔

(۲) دوسرے قطع رحمی، پھر فساد فی الارض کی تفصیل میں فرمایا :

اولیس هو الذی فعل باہل کیا یہ وہی نابکار نہیں جس نے اہل مدینہ پر وہ

المدینۃ ما فعل۔ ظلم تو اوجوبیان سے باہر ہے۔

اور قطع رحمی کے بارے میں تو سب کو معلوم ہے کہ میدانِ کربلا میں اہل بیت معصومان اللہ علیہم اجمعین پر کیا جتنی ذرا بھی قرابت کا پاس ولیاظہ نہیں کیا گیا۔

یزید پر لعن کے سلسلہ میں امام احمد کی جو رائے ہے
اور دوسرا حنفیہ کی تصریحات

یہ منقول ہے: اکابر حنفیہ میں امام ابو بکر احمد بن علی جصاص رازی رحمہ اللہ التوفی ۳۷۰ھ نے
”احکام القرآن“ میں یزید کو لعین ہی نکھلے ہے چنانچہ ان کی تصریح پہلے شبہ کے جواب میں
گزر چکی ہے۔

امام جصاص | امام جصاص کا شمار مجتہدین فقہاء حنفیہ میں ہے۔ صاحب ہدایہ ان کی
تخریجات کو اکثر ذکر کرتے رہتے ہیں اور صاحب ”الاختیار لتعلیل الخیار“ نے ”کتاب الشہادۃ“
میں امام ممدوح کے متعلق لکھا ہے :

ولقد تصنیف کثیراً من کتب
ابی بکر الرازی فمادایتہ راجع علی
قول ابی حنیفۃ قول غیروہ إلا
فی ہذہ المسئلۃ

امیر بخارا کا فتویٰ | بعد کے اکابر علماء حنفیہ میں امام طاہر بن احمد بن عبد الرشید بخاری
التوفی ۷۸۰ھ خلافت الفداوی میں رقمطراز ہیں :

اللعن علی یزید بن معاویۃ لا
ینبغی ان یفصل وکذا علی
الاحتجاج قال رحمہ اللہ سمعت

سے ملاحظہ ہو جز الشہادۃ والشیبہ میں ارتکاب النعیۃ۔ مولانا عبدالحی نوری علیہ السلام ۲۰ طبع ۱۳۸۰ھ
شائع کردہ مکتبہ دار فین کریم۔ ۱۳۷۰ھ الاختیار ۲۶ ص ۱۴۲

۱۳۷۰ھ یعنی یہاں صاحبین کے قول پر فتویٰ دے دیا کہ شہود کا ترکیب تمام حقوق میں برتا جاوے گا
امام صاحب کے مذہب میں صرف حدود قصاص میں ترکیب ضرور ہے۔

عن الشيخ الامام الزاهد صفاری سننہ دہ اپنے والد بزرگوار سے نقل
قوام الدین صفاری اندکان کرتے ہیں کہ اس پر لعنت کرنا جائز ہے۔ فرماتے
یحکم من أبیہ أنه یجوز ذلك و تھے : یزید پر لعنت کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں ۔
یقول ... لا بأس باللعن علی یزیدؓ

امام قوام الدین صفاری کا تعارف علامہ کفوی نے ان لفظوں میں کیا ہے :
”شیخ الاسلام و امام المائتۃ أوحد عصره فی العلوم الدینیۃ أصولاً
وفروعاً مجتہد زمانہ : شیخ الاسلام ، امام الائمہ اپنے زمانہ میں علم دینیہ میں
خواہ ان کا تعلق اصول سے ہو یا فروع سے یحکم اور مجتہد عصر تھے ۔ لہذا ان کے والد ماجد
رکن الاسلام ابراہیم بن اسماعیل زاہد صفاری امام غزالی کے معاصر ہیں ۔ ان کے بارے میں
حافظ سمعانی نے ” کتاب الانساب “ میں لکھا ہے کہ ” کان اماماً ورعاً زاہداً “
(یہ امام تھے اور زہد و ورع سے موصوف) فقہ میں امامت کے ساتھ ساتھ بڑے پایہ
کے محدث بھی تھے ۔ قاضی خان کے استاد ہیں ۔ انہوں نے فقہ کی تعلیم انہی سے حاصل
کی ، ان کی وفات ۵۳۲ھ میں ہوئی ۔ نسلاً انصاری و ائلی ہیں ۔ ان کا پورا خاندان اہل علم و
فضل کا خاندان ہے ۔ چنانچہ حافظ عبد القادر قرشی نے ” الجوہر المفیض “ میں ان کے
ترجمہ میں لکھلے : اہل بیت علماء و فضلا

چونکہ صاحب خلاصہ نے ان کے فتویٰ کو آخر میں نقل کیا ہے اور اس سے اپنے
اختلاف کا اظہار کیا اس سے معلوم ہوا کہ ان تینوں ائمہ بخارا (۱) امام طہا ہر
افتخار الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ (۲) امام قوام الدین حاد بن ابراہیم صفاری
بخاری المتوفی ۵۶۹ھ (۳) امام رکن الدین ابراہیم صفاری بخاری المتوفی ۵۳۳ھ

جلد ۳ ص ۳۹۰ طبع نول کشور ۔

۲۔ ملاحظہ ہو ” الفوائد البہیہ فی طبقات الحنفیہ “ از مولانا عبدالحی عسکری فرنگی علی
رحمۃ اللہ علیہ کتاب الانساب نسبت صفاری

کے نزدیک یزید پر لعنت کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں باطل جائز ہے لیکن چاہئے نہیں کیونکہ ایسا کرنا فرض واجب یا مستحب نہیں محض مباح ہے۔

امام کردری کا فتویٰ اور امام حافظ الدین محمد بن محمد بن شہاب المعروف بابن البرزازی کردری حنفی المتوفی ۸۲۴ھ فتاویٰ بزازیہ میں رقمطراز ہیں :

اللعن علی یزید یجوز ولکن ینبغی ان لا یفعل وکذا علی
یزید اور اسی طرح حجاج پر لعنت کرنا جائز ہے مگر کرنا نہ چاہئے۔ اور امام قوام الدین صفاری سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ "یزید پر لعنت کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں... کردری کہتے ہیں اور حق یہ ہے کہ یزید پر اس کے کفر کی شہرت نیز اس کی گناہوں کی شہرت کی متوازن خبروں کی بنا پر جس کی تفصیلات معلوم ہیں، لعنت ہی کی جائے گی۔

خلاصۃ الفتاویٰ اور فتاویٰ بزازیہ کا شمار فقہ حنفیہ کی معتبر کتابوں میں ہے

معتبر کتابوں میں شمار ہے۔ صاحب کشف الظنون نے لکھا ہے کہ علامہ ابو السعود مفتی روم سے جب یہ فرمائش کی گئی کہ ہم مسائل کے بارے میں آپ کوئی کتاب کیوں تالیف نہیں فرماتے؟ تو جواب دیا کہ

أنا أستاذی من صاحب البرزازیہ مجھے فتاویٰ بزازیہ کے معنی شرم آتی ہے کہ مع وجود کتابہ لا ینفع مجموعۃ ان کی کتاب کے ہوتے ہوئے یہ حرجت کروں، کیونکہ شریفۃ جامعۃ للہدایات کما ینبغی۔ یہ فتاویٰ کا ثبات بالقدر محمود ہے جس میں بہانہ مسائل کو جیسا کہ چاہئے قایم کر دیا ہے۔

لعن کے باب میں کتاب العالم | متاخرین علمائے حنفیہ میں سے جن حضرات نے بھی لعن
والتعلم کی عبارت | یہ زید سے روکا ہے وہ امام غزالی کی رائے سے متاثر ہیں
ورنہ اصل مذہب میں مرتکب کبیرہ کے حق میں اگرچہ استغفار افضل ہے مگر اس پر بدعا
اور لعنت کی جا سکتی ہے چنانچہ امام اعظمؒ کتاب العالم و التعلم میں فرماتے ہیں۔ متعلم
سوال کرتا ہے :

أخبرني عن الاستغفار | یہ تو فرمائیے کہ جو شخص کسی کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو اس
لصاحب الكبيرة أفضل أو | کے لیے دعائے مغفرت کرنا افضل ہے یا اس کے
الدعاء عليه أو انت بالخيار | حق میں بد دعا کرنا یا اختیار ہے خواہ اس کے
فيما بين الدعاء عليه باللعنة | حق میں استغفار کرے خواہ لعنت۔ یہ سب مجھے
والاستغفار في حق هذه الآية | صاف بتائیے۔

امام صاحب جواب دیتے ہیں :

الذنب على منزلتين غير | شرک کے علاوہ گناہ کے دو درجے ہیں جس
الاشراك بالله تعالى فأتى | درجہ کے گناہ کا بھی یہ بندہ مرتکب ہوگا اس کے
الذنبين ركب هذا العبد | حق میں استغفار کرنا افضل ہے اور اگر اس پر لعنت
فان الدعاء له بالاستغفار | کی بد دعا کر وجب بھی تمہیں گناہ نہیں ہوگا۔
أفضل وإن دعوت عليه | کیونکہ اگر اس نے تمہارے ساتھ گناہ کا ساتھ
باللعنة لم تأثم وذلك | کیا اور تم نے اس کو معاف کر دیا اور اس پر
بأنه إذا ركب ذنباً منك | بد دعا نہ کی تو یہ افضل ہے اور اگر اس نے اللہ
وعفوت عنه ولم تدع | میاں کا گناہ کیا مگر شرک کا مرتکب نہیں ہوا اور
عليه كان أفضل وإن | پھر تم نے اس کے کلمہ گو ہونے کی وجہ سے
ركب ذنباً فيما بين وبين | اس کے حق میں رحمت و مغفرت کی دعا کی
خافه بعد أن كان لم | تو یہ بھی افضل اور اگر اس کے لیے بربادی
يشرك بالله فرحمته ودعوت له | و ہلاکت کی دعا کی تب بھی گنہگار نہ ہوگے

بالغفرة لحرمة الشهادة كان
هذا أفضل وإن دعوت عليه
بالعلاک لعننا ثم وذلك
بأنک تقول یا رب خذہ بذنبہ
وإنما تكون أنا إذا أنت قلت
یا رب خذہ بغیر ذنب.

کیونکہ اس صورت میں تو تم یوں کہہ رہے
ہو کہ یا اللہ تو اس کو اس گناہ کی سزا
دے۔ گنہگار تو تم جب ہوتے جبکہ گناہ
کیے بغیر اس کے حق میں بد دعا کرتے،
اور یوں کہتے کہ یا اللہ بغیر گناہ اس
کو پکڑ لے۔

مسلمان کے حق میں لعنت کرنے کا مطلب | جو مسلمان مرتکب کبیرہ ہو اس کے
حق میں لعنت کرنے کا یہی مطلب ہے جو امام صاحب نے بیان فرمایا ہے۔ امام نووی
نے بھی شریعہ صحیح مسلم میں حدیث
من أحدث فیہا حدثا فعليه
لعنة الله والملائكة والناس
أجمعین
کے تحت یہی لکھا ہے۔

جو مدینہ منورہ میں گناہ کا ارتکاب کر لیا
اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور سب
لوگوں کی لعنت ہو۔

فألوا ان المراد باللعن
هنا العذاب الذي يستحقه
على ذنبيهم والطرود عن
الجنة أقول المرة وليس
هي كلجنة الكفار الذين يبعدون
من رحمة الله كل الأبعاد بل

علماء نے بیان کیا ہے کہ لعنت سے مراد
یہاں وہ عذاب ہے جس کا وہ اس گناہ کے سبب
مستحق ہے اور ابدار میں جنت سے محرومی
ہے یہ لعنت کفار پر لعنت کی طرح نہیں کہ جو
بالکلیہ حق تعالیٰ کی رحمت دور کر دیئے گئے
ہیں کہ کبھی جنت میں جائیں گے ہی نہیں۔

یزید پر بھی لعنت کرنے کے یہی معنی ہیں کہ حق تعالیٰ اس کے ان بُرے کرتوتوں
پر اس کو سزا دے جس کا وہ مستحق ہے۔ اور اس کے حق میں ایسا کہنا خواہ افضل
نہ ہو سیکن اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں ہے۔

معلوم ہوا کہ یزید کا صالح اور مستحق ہونا تو کجا اس کی جو حیثیت علماء کی نظر میں

ہے وہ اس سے زیادہ نہیں کہ ان میں باہم اس امر پر اختلاف ہے کہ اس کی موت اسلام پر جوئی یا کفر پر اور آیا اس پر لعنت کی جا سکتی ہے یا نہیں بس اتنی ہی بات اس کی شخصیت کا اندازہ لگانے کے لیے کافی ہے

ساتواں اور آٹھواں شبہ

یہ ہے کہ یزید نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تایازاد بھائی حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی ام محمد اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پوتی ام مسکین سے نکاح کیا تھا۔

انشاہوں کا منشا کیسے؟ کیا یہ کہ ان دونوں بیبیوں کا نکاح یزید سے کیوں ہوا؟ تو یہاں خود طلب امر یہ ہے کہ ام محمد اور ام مسکین سے یزید نے کب نکاح کیا تھا؟ اس کے فسق و فجور کے الم نشرح ہو جانے کے بعد اپنی ابتدائی عمر میں جبکہ اس کا فسق ظاہر نہ ہوا تھا اس لیے پہلے تاریخ سے یہ ثابت کیا جائے کہ یہ دونوں امین شہادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد یزید کے جبارہ عقد میں آئیں تب کچھ بات بنے ورنہ ظاہر ہے کہ اگر یزید نے ان سے نکاح اپنے والد ماجد کی زندگی ہی میں اس وقت کیا جبکہ اس کی بری شہرت نہ تھی اور اس وقت تک اس سے ان مظالم کا ظہور بھی نہ ہوا تھا کہ جس پر امت اس کو آج تک لعنت ملامت کرتی چلی آتی ہے تو پھر اس سے نکاح میں کیا قباح تھی؟ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ یزید اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد ہی کھلی کھیلایا ہے ورنہ اگر ان کی زندگی ہی میں اس کا فسق اس طرح عالم آشکارا ہو جاتا تو ظاہر ہے کہ وہ اس کو ولی عہد ہی کیوں بناتے؟

اور اگر شبہ کا منشا یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تایازاد بھائی کی لڑکی چونکہ اس کے جبارہ عقد میں تھی اس لیے وہ بھیج داماد ہونے کی بنا پر اپنے سرور کو کس طرح قتل کر سکتا تھا؟ تو اس شبہ کا پوچھ کرنا بالکل بظاہر ہے۔ آئے دن اخبارات میں سرور داماد کے قتل کے واقعات آتے رہتے ہیں اور یزید کو حضرت حسین

کا حقیقہ دانا دہمی نہ تھا۔ برادرانِ یوسف علیہ السلام کا قصہ تو ہر شخص کو معلوم
ہی ہے۔

نواں شبہ

یہ ہے کہ حضرت زین العابدین نے یزید سے بیعت کی اور واقعہ حرہ کے
موقع پر اس کا حسن سلوک دیکھ کر اس کے حق میں دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ یزید کو اپنی
رحمت سے ڈھانکے۔

اس شبہ کا جواب | اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ سیدنا علی بن حسین المعروف بہ
زین العابدین، دمشق اپنی خوشی سے نہیں گئے ان کو تو پابہ زنجیر ایران کر بلا کے ساتھ
عبید اللہ بن زیاد نے دمشق بھیجا تھا۔ وہاں یزید نے ان سے سخت کلامی کی اور انہوں نے
بھی اس کو ویسے ہی سخت جواب دیئے یزید سے بطوع و رغبت لئی کا بیعت کرنا اور اس
کے حق میں دعائے خیر کرنا، خصوصاً واقعہ حرہ کے بعد ان سے ثابت نہیں۔ طبقات
ابن سعد میں جو کچھ مذکور ہے وہ یہ ہے کہ مسروق (مسلم بن عقبہ) نے حضرت زین العابدین
سے یہ کہا تھا کہ امیر المؤمنین نے مجھے آپ کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی ہے (ابن
امیر المؤمنین اوصاف بنک غیڑا) اور اس پر آپ نے فرمایا تھا کہ وصل اللہ
امیر المؤمنین (اللہ تعالیٰ امیر المؤمنین کو اس کا صلہ دے) لیکن اس کی اسناد یہ
ہے: أخبرنا محمد بن عمرو قال حدثني أبو بكر بن عبد الله بن أبي سبرة
عن يحيى بن شبيل عن أبي جعفر عليه السلام اس کا پہلا راوی محمد بن عمرو اقدی ہے
جو مشہور ضعیف الروایہ ہے، دوسرا ابی بکر بن عبد اللہ بن ابی سبرہ ہے جو وضع حدیث
میں ملوث ہے۔ یزید کی منتقبت ایسے ہی ناکارہ لوگوں کی روایت سے ثابت کی جاسکتی
ہے صحیح روایت کہاں مل سکتی ہے اور اتنی باک کسی کافر کے بارے میں کبھی جملئے
تو اس میں بھی کچھ مضائقہ نہیں۔ یزید کے اس سلوک کا یہی بہتر جواب ہو سکتا تھا

اور یہ کن الفاظ کا ترجمہ ہے مگر اللہ تعالیٰ امیر المؤمنین یزید کو اپنی رحمت سے ڈھلنے کے بلا ذری اور طبقات ابن سعد کی اہل عبارت پیش کی جاتے کسی کتاب کا غلط حوالہ دینا باعث شرم ہے۔

یزید کے کماٹر کی حضرت زین العابدین کے ساتھ بدتمیزی | واقعہ حرہ میں حضرت زین العابدین
 اُڑھ باطل الگ رہے کیونکہ کربلا میں خاندان اہل بیت پر یزیدی لشکر نے جو قیامت
 ڈھائی تھی وہ یا اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے مگر پھر بھی یزیدی فوج کے کمانڈر مسلم بن عقبہ
 نے (جس کو دو بخین ملافہ مجرم یا سرف بن عقبہ کے بے نام سے یاد کرتے ہیں ان کے
 ساتھ جس بے ہودگی کا مظاہرہ کیا اس کی تحصیل ماحظ ابن کثیر کی زبانی سینے سے نکلتے ہیں :

واستدعی بعلی بن الحسین
 نجاء یستی بین مروان بن الحکم
 وابنہ عبد الملک لیاخذہ
 بما عنده امانا ولم یشرأف ان
 یزید اوصی بہ فلتا جلس بین
 ید یہ استدعی مروان بشراب
 وقد کان مسلم بن عقبہ حمل
 معہ من الشام ثلجا المالدینۃ
 لکان یشاب لہ بشرابہ فلما
 جمہ بالشراب شرب مروان
 فایذ شم اعطی الباقی لعلی
 بن الحسین لیاخذہ بذلک
 امانا وکان مروان مولیٰ العلی
 بن الحسین فلما نظر الیہ
 مسلم بن عقبہ قد اخذ

مسلم بن عقبہ نے حضرت علی بن حسین (زین العابدین)
 کو طلب کیا وہ مروان اور اس کے بیٹے عبد الملک
 کے درمیان پایادہ چل کر اس کے پاس پہنچے تاکہ ان
 دونوں کے ذریعے اس سے امان لے سکیں ان کے
 علم میں یہ بات تھی کہ یرید نے ان کا خیال رکھنے
 کے بارے میں مسلم کو تاکید سے کہہ دیا تھا چنانچہ جب
 آپ اُس کے سامنے آکر بیٹھ گئے تو مروان اُٹھ کھینے
 کے لیے اٹھا مسلم بن عقبہ بیٹھام سے مدینہ کی طرف
 چلا تھا تو اپنے ساتھ وہاں سے برف لیکر آیا تھا اور
 وہ برف اس کے معروب میں ڈال دی جاتی تھی۔
 چنانچہ جب پینے کے لیے لایا گیا تو مروان نے اس میں سے
 تھوڑا سا پی کر باقی حضرت علی بن حسین کو دے دیا
 تاکہ اس ذریعہ سے ان کے لیے امان حاصل کر لی
 جائے۔ مروان حضرت علی بن حسین کا دوست
 بنا ہوا تھا۔ مسلم بن عقبہ کی جیسے ہی اس پر نظر

پڑی کہ حضرت زین العابدین نے برتن اپنے ہاتھ میں اٹھایا تو کہنے لگا ہمارا پانی نہ پینا اور پھر کہا، تو ان دونوں کے ساتھ اس لیے آیا ہے کہ ان کے ذریعہ ایمان حاصل کر سکے! یہ سب آپ کا ہاتھ کاٹنے لگا اور نہ برتن ہی ہاتھ سے رکھا جاسکتا تھا اور نہ ہی اسے پی سکتے تھے۔ تب اس شقی نے آپ کو تھپا کر اگر امیر المؤمنین تمہارا خیال رکھنے کی مجھے تاکید نہ کرتے تو میں تمہاری گردن مار دیتا۔ اس کے بعد کہنے لگا: اچھا اب تم پینا چاہتے ہو تو پی لو اور چاہو تو پیو تمہارے لیے اودھ لگا دیں، حضرت نے فرمایا: بس میرے ہاتھ میں ہے وہی پینا چاہتا ہوں چنانچہ آگے وہ پی لیا۔ پھر سلم بن عبیدان سے کہنے لگا ادمر تھ کر بیٹھ جاؤ اور آپ کو اپنے پاس تخت پر بٹھالیا اور کہنے لگا کہ امیر المؤمنین نے تو مجھے تمہارے بارے میں تاکید کر دی تھی مگر ان لوگوں نے مجھے اتنا مشغول رکھا کہ تمہاری طرف توجہ ہی نہ ہو سکی پھر حضرت سے کہنے لگا شاید تمہارے گھر والے تمہاری طرف سے پریشان ہوں حضرت نے فرمایا: بخدا ایسا ہی ہے۔ چنانچہ مسلم نے اپنی سولہی پرزی کسے کا حکم دیا اور پھر اس پر سوار کر کے باغرت طور پر اپنی گواہی گھر پہنچا دیا۔

الافاء فی یدہ قال لہ : لا تشرب من شرابنا ثم قال لہ : انما جئت مع ہذین لتامن بھما فارعدت ید علی بن الحسین وجعل لایضع الا ناء من یدہ ولا یشر بہ ثم قال لہ : لولا امیر المؤمنین اوصانی بک لھربت عنک ثم قال لہ : ان شئت ان تشرب فاشرب وان شئت دھونالک بغیرھا فقال : هذا الذی فی کفی ارید فشرب ثم قال لہ سلم بن عقبہ : قم الی ہھنا فاجلس فاجلسہ معہ علی التریو وقال لہ : ان امیر المؤمنین اوصانی بک و ان ہولاء یشفلون عنک ثم قال لعلی بن الحسین لعل اھلک فرعوا فقال ای و املہ ، فامر بدابنہ فاسرجت ثم حملہ علیھا حتی رقدہ الی منزله مکرما۔

اہل شام کا حضرت زین العابدین کو سنانا اور بلجاتا ابن سعد میں ہے :
 أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ دَكِينٍ قَالَ :
 أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ :
 بَنِي حُسَيْنٍ كَانُوا مَشَى إِلَى الْجَلْدِ وَكَانَ
 لَهُ مَنْزِلٌ بَنِي وَكَانَ أَهْلُ النَّاصِرِ
 يُوَدُّونَهُ فَفَتَحُوا إِلَى قَرْنِ الثَّعَالِبِ وَأَوْ
 قَرِيبَ مِنْ قَرْنِ الثَّعَالِبِ وَكَانَ يَرْكَبُ
 فَأَذَانُ مَنَزَلِهِ مَشَى إِلَى الْجَمَارِثِ
 حضرت علی بن حسین کنکریاں مارنے کے لیے
 پیدل جایا کرتے مٹی میں آپ کا ایک مکان تھا۔
 اہل شام آپ کو ستایا کرتے تھے اس لیے آپ
 اپنے مکان سے قرین الثالب یا اس کے قریب
 اٹھ کر آگئے اب آپ سواری پر آنے لگے اور جب اپنے
 گھوڑے پہنچے تو پھر کنکریاں مارنے کے لیے پاسبانہ
 جایا کرتے .

اہل بیت کی حق تلفی | اور اسی میں ہے :

أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَسْعَدٍ قَالَ :
 حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ شُعَيْبٍ النَّهْمِيُّ كَانَ
 نَازِلًا فِيهِمْ يَوْمَ تَهَمُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ
 الْمُهَالِ ، رِيعِي بْنِ عَمْرٍو قَالَ دَخَلَتْ
 عَلَيَّ عَلِيٌّ بْنُ حُسَيْنٍ فَقُلْتُ كَيْفَ
 أَصْبَحْتَ أَصْلَحَكَ اللَّهُ ؟ فَقَالَ مَا
 كُنْتُ أُرَى شَيْخًا مِنْ أَهْلِ الْمَرْثَلِكِ
 لَا يَدْرِي كَيْفَ أَصْبَحْنَا فَأَمَّا إِذَا لَمْ
 تَدْرُوا وَتَعْلَمُوا فَأَخْبِرُوا أَصْبَحْنَا
 فِي قَوْمِنَا بِمَنْزِلَةِ بَنِي إِسْرَءِيلَ
 فِي آلِ فِرْعَوْنَ إِذْ كَانُوا
 يُدَبِّحُونَ أَبْنَاءَهُمْ وَنِسْتَعْيُونَ
 نَسْلَهُمْ وَأَصْبَحْنَا وَسِيدَنَا
 يَنْتَقِبُ إِلَى عَدُوِّنَا بِشُجْمِهِ
 سہل بن شعیب بھی جو بنی نہم میں امامت کرنے
 کی وجہ سے رہا کرتے تھے اپنے باپ شعیب اور
 شعیب منہال بن عمرو سے روایت کرتے ہیں کہ میں
 نے حضرت علی بن حسین کی خدمت میں حاضر ہو کر
 عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ کو خیریت سے رکھے صبح کس
 حال میں ہوئی ، فرمایا میں نہ سمجھتا تھا کہ شہر ہی آپ
 جیسا بزرگ بھی یہ نہیں جانتا کہ ہم نے صبح کس حال
 میں کی . اور جب آپ یہ نہیں جانتے یا اس کا علم
 آپ کو نہیں تو پھر سیدنا اب بتائے دیتا ہوں کہ ہم
 نے اپنی قوم کے ساتھ اس حال میں صبح کی جس طرح
 بنی اسرائیل نے قوم فرعون کے ساتھ کی تھی کہ وہ
 اہل کے لڑکوں کو قودع کر دیتے تھے اور ان کی مورتوں
 کو جینے دیتے تھے . اور ہمارے شیخا اور پکار سزار
 (حضرت علی کرم اللہ وجہہ) کے ساتھ یہ معاملہ ہوتا ہے ؟

کہ بر سر منبر ان پر سب دشمتم کر کے ہمارے دشمن کا تقرب حاصل کیا جاتا ہے اور قریش نے اس حال میں مسیح کی کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کو عرب پر اس لیے فضیلت حاصل ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم قریشی ہی اور ان کے بغیر ان کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی اور اہل عرب نے اس حال میں مسیح کی کہ وہ بھی قریش کی اس فضیلت کے معترف ہیں نیز اہل عرب نے اس حال میں مسیح کی کہ وہ بھی اہل عجم پر اپنی فضیلت کو اسی لیے شمار کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عربی تھے اور آپ کے بغیر عرب کی فضیلت شمار نہیں ہو سکتی۔ اور اہل عجم نے اس حالت میں مسیح کی کہ انہیں بھی عرب کی اس فضیلت کا اعتراف ہے پس اگر عرب اس دعویٰ میں سچے ہیں کہ ان کو عجم پر فضیلت ہے اور قریش بھی سچے ہیں کہ ان کو عرب پر فضیلت حاصل ہے کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرب بھی تھے اور قریش بھی تو ہم اہل بیت کو بھی قریش پر اسی لیے فضیلت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے تھے۔ اب قریش (وقت کے حکمران بنی امیہ مراد ہیں) نے اس حال میں مسیح کی ہے کہ خود تو یہ ادعا کرتے چکے ہیں مگر اپنے اوپر ہمارا کوئی حق نہیں سمجھتے۔ اب نہ جب ہمیں یہ علم ہے کہ یہ سچ ہیں مسیح کس حال میں آئی تو اس حال میں آئی ہے منہاں کیا بیان کہ مجھے خیال یہ پڑتا ہے کہ حضرت اہل لوگوں کو سنار تھے جو اس وقت گھر میں آئے ہوئے تھے۔

أوستبه على المنابر وأباحت
قریشی فقد أن لها الفضل على
العرب لأن محمداً صلى الله
عليه وسلم منها لا يعدة لها
فضل إلا به وأباحت العرب
مقترة لهم بذلك وأباحت
العرب لقد أن لها الفضل على العجم
لأن محمداً صلى الله عليه وسلم
منها لا يعدة لها فضل إلا
به وأباحت العجم مقترة
لهم بذلك فلتن كانت
العرب صدقت أن لها الفضل
على العجم وصدقت قریش
أن لها الفضل على العرب
لأن محمداً صلى الله عليه وسلم
منها أن لنا أهل البيت الفضل
على قریش لأن محمداً صلى الله عليه وسلم
منافصبحوا يأخذون
بحقنا ولا يعرفون لنا حقاً
فهكذا أصبحت اذ لم تعلم
كيف أصبحت قال فظننت انه
اراد ان يبيع من في البيت

دسواں شبہ

یہ ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد ملوی سادات کی رشتہ داریاں اموی سادات سے ہوتی رہی ہیں۔

اس شبہ کا جواب

واقعہ کربلا کے بعد بنی فاطمہ اور یزید کی اولاد میں کوئی رشتہ نہیں ہوا | یہ ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد بنی فاطمہ اور یزید کی اولاد کے درمیان کوئی رشتہ مناکحت قائم نہیں ہوا، کتب تواریخ و انساب کا پڑھنا تو بڑی بات ہے اس سلسلے میں ایک قریب کا ذکر بھی کتب تاریخ و انساب سے ثابت نہیں۔ محمود احمد عباسی نے اپنی کتاب خلافت معاویہ و یزید میں بنی اہل شام اور بنی امیہ کی بہت سی قراہتوں کا ذکر کیا ہے لیکن اس سلسلہ میں ایک نظیر بھی پیش کر سکے اور امویوں کو سادات میں شامل کرنا نامصیبت ہے، امویہ کا شمار اہل بیت میں نہیں ہے۔

عبدالملک کا زوال یزید سے عبرت پکڑنا | یہ بھی واضح رہے کہ بنو امیہ اور بنی ہاشم کے بہت سے خاندان تھے۔ عبدالملک مروانی جب تخت حکومت پر براجمان ہوا تو اس نے یزید کے زوال سے عبرت پکڑ کر حجاج بن یوسف کو یہ تاکید کر دی تھی کہ بنو ہاشم سے کسی قسم کا کوئی تعرض نہ کیا جائے کیونکہ آل ابی سفیان نے جب ان پر زیادتی کی تو ان پر زوال آگیا چنانچہ حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں :

فان الحجاج مع كونه مہیڑا بلاشبہ حجاج نے باوجودیکہ وہ بڑا ہلاک اور سفاک لادعاء قتل خلفاء کثیرا سخت خونریز تھا اور اُس نے اکثرین کثیر کو قتل لم یقتل من اشراف بنی ہاشم کر دیا تھا تاہم اشراف بنی ہاشم میں سے کسی کو قتل اُخذ اقط بل سلطانہ عبداللہ نہ کیا بلکہ اس کو اس کے سلطان عبداللہ بنی ہاشم سے بن مروان نہماہ عن التعرض جواشراف کہلاتے ہیں کسی قسم کا بھی تعرض کرنے لہی ہاشم و ہم الاشراف سے منع کر دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ بنو ہاشم جب

و ذکر انه اُتٰ اِلٰی بنی ان سے تعرض کیا تو ان کی مشامت آگئی مطلب
الحرب لما تعرضوا لہو یعنی یہ ہے کہ حضرت حسینؑ کو قتل کیا تو ان پر
لما قتل الحسینؑ ادا ہوا گیا۔

اس لیے جو اہل شیعہ اور بنو مولین میں اگر تعلقات قرابت بعد میں قائم ہوئے اور ایک دوسرے رشتہ
مناکحت کا سلسلہ چلتا رہا تو اس میں حجب کی کیا بات ہے؟ یزید کے مظالم کے موافق بھی انھیں تھی
گیارہ سوال شب

یہ ہے کہ امیر معاویہ کی وفات کے بعد کوفہ کے شریعہ النفس لوگوں نے سیدنا
حسینؑ کو یزید کے خلاف خروج پر آمادہ کیا اور جب آپ نے یہ جان لیا کہ یزید کی بیعت
پر تمام امت متفق ہے تو آپ اپنے ارادہ سے دستبردار ہو گئے۔

اس کا جواب

یہ ہے کہ یہ محض ہرزہ سرائی ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ تاریخ طبری،
الہدایہ والنہایہ، ابن الاثیر، الاصابہ لابن حجر اور تاریخ الخلفاء یہ سب کتابیں
ہمارے پیش نظر ہیں۔ ان میں کہیں یہ مذکور نہیں جو مستفی نے سوال میں ذکر کیا ہے۔
کیا العیاذ باللہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ محض نے نادان عقل سے
کورے، احکام شرع سے بالکل ناواقف اور دینی تقاضوں سے سرسے سے نا آشنا
تھے کہ سب مل کر تو اس حقیقت کا پتہ چل گیا مگر ان کی سمجھ میں کچھ نہ آیا اور ان شریر النفس
لوگوں کے بہکانے میں آ کر جن کے

۱۔ نامبارک عزائم و مقاصد کہیں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور
سیدنا عثمان غنیؓ کی شہادت کی شکل میں نمودار ہوئے اور کبھی جنگ
جمل و صفین کی ہلاکت سامانیوں کی شکل میں ظاہر ہوئے حتیٰ کہ حضرت علی
للر تعالیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت اور حسنؑ کی توہین و تحقیر سے بے جا نہیں

کے نامہ اعمال سیاہ اور دامن و افکار ہیں ؟

آپ نے یہ یاد کر لیا کہ امیر یزید امت کے متفق علیہ غلبہ نہیں اور پھر ان کے خلاف خروج پر

آباد ہو گئے۔ سبحان اللہ! اس سے زیادہ اور کیا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحقیر و تجہیل میں کہا جاسکتا ہے۔ اور پھر اس پر طرہ یہ ہے کہ نہ صرف حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ ان کے بعد ساری امت اسلامیہ پر آج تک یہ حقیقت منکشف ہی نہ ہو سکی جو مستغنی پر واضح ہوئی ہے نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات، جھوٹ بولنے کی حد ہو گئی۔

ناروق معظم کی شہادت میں کسی کوئی کا ہاتھ نہ تھا | حضرت فاوق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت میں کسی کوئی کا ہاتھ نہ تھا یہ محض جھوٹ ہے، نہ ان کی شہادت کسی سازش کے تحت عمل میں آئی ان کی شہادت کے بارے میں سادکس کا افسانہ موجودہ دور کے ملحد نا صبیروں کے ذہن کا ساختہ و پروا خستہ ہے۔

بقیہ غلط باتوں پر تنبیہ | حضرت ثمانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلین میں بھی کسی کوئی کا نام نہیں لیا جاتا۔ محاصرین میں بھی اکثریت اہل مصر کی تھی۔ جنگ جمل و صفین میں کیا طرفین سے سارے صحابہ کرام (نعوذ باللہ) دیولے ہو گئے تھے کہ وہ بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرح ایشیرینس لوگوں کی شرارت کو بالکل نہ سمجھ سکے اور قتل و قتال کا ہنگامہ کارزار جاری رکھا۔ ایک ملحد تو ایسی بات سہجہ کہتا ہے لیکن کئی مسلمان کا ذہن اس خرافات کو باور نہیں کرسکتا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قاتل عبدالرحمن بن ملجم مرادی بکا خارجی تھا، خارجیوں کا گروہ کو ذ نہیں نہروان تھا۔ ابن ملجم قاتل علی کوئی نہیں مصری تھا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی توہین و تحقیر میں خوارج اور ناصبیہ پیش رہے ہیں۔

یزید کے خلاف حضرت حسینؑ کا اقدام بشارتی اللہ تھا | حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اقدام یزید کے خلاف اس کی اپنی کی بنا پر دو سروں کے کھنسے نہیں بلکہ دینی بصیرت کے مطابق محض بشارتی اللہ بفرمانِ اعلامہ کلمہ اللہ تھا۔ چنانچہ ما فظ ابن جبرہ فرخ الباری میں لکھتے ہیں،

قسم خرجوا غصبا للدين من	ایک قسم ان حضرات کی ہے جو حکام کے ظلم و ستم اور
اجل جور الولاة و تروا عليهم	سنت نبوی پر ان کے عمل نہ کرنے کی بنا پر دینی فیرت
بالسنة النبوية فهو لا اهل	وحییت میں نکلے یہ سب اہل حق ہیں اور حضرت حسین بن
الحق ومنهم الحسين بن علي و	علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور اہل مدینہ منورہ و مدینہ منورہ

أهل المدينة في الحرة والعزاد
الذين خرجوا على الحجاج عليه السلام
میں جہاد کیا اور وہ تمام ملابرجو حجاج کے غلام
نکلے سب کا شمار ان ہی اہل حق میں ہے۔

جن حضرات نے یزید و حجاج کے خلاف
اقدام کیا ان سے جنگ کرنا ناجائز تھا
شعبی نقطہ نظر سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
اور اصحاب حمہ سے یزید کا جنگ کرنا کسی طرح بھی
قطعا جائز نہیں تھا چنانچہ حافظ ابن حجر فتح الباری میں رقمطراز ہیں :

من خرج عن طاعة امام جائز
أراد الثبوت على ماله أو نفسه
أو أهله فهو معذور ولا يحل
قتاله بوله أن يدفع عن
نفسه وماله وأهله
بقدر طاقتة -
جو کسی ایسے حکمران کی اطاعت سے نکلے کہ جو ظالم ہو
اور اس شخص کے جان یا مال یا اہل و عیال پر غلبہ
کرنا چاہتا ہو تو ایسا شخص معذور ہے اور اس سے
قتال حلال نہیں اور اس شخص کو اپنی طاقت کے مطابق
اپنی جان مال اور اپنی اہل و عیال کی طرف سے دفاع
کا حق حاصل ہے۔

وقد أخرج الطبري بسند
صحيح عن عبد الله بن الحارث
عن رجل من بني مضر عن
علي، وقد ذكر الخوارج قتال
إبن خالفوا إماما عدلا قتلكم
وإبن خالفوا إماما جائرا
فلا قتالواهم فإن لهم
مقالات -
چنانچہ امام طبری نے بسند صحیح عبد اللہ بن حارث
سے روایت کیا ہے اور وہ بنی مضر کے ایک شخص کے
ذریعہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ
آپ نے ان لوگوں کا ذکر فرماتے ہوئے جو خلیفہ کے خلاف
خروج کرتے ہیں نہ رایا اگر یہ لوگ امام عادل کے خلاف
خروج کریں تو ان سے قتال کرو اور اگر ظالم حکمران کی طاعت
کریں تو ان سے قتل و قتال نہ کرو کیونکہ ان کو کہنے کا حق
حاصل ہے (اس لیے معذور ہیں)

اس روایت کو منتقل کرنے کے بعد حافظ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

وعلى ذلك يحمل ما وقع لعين
بن عمر وفضل المدينة
والخوارج ثم لعبد الله بن الزبير
اور اسی صورت پر محمول ہو گا جو حضرت حسین علیہ السلام
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہمیشہ آیا اور پھر معاویہ
میں اہل مدینہ کے ساتھ پھر عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ثم للقراء الذين خرجوا عنهم کے ساتھ اور ان علماء کے ساتھ کہ جنہوں نے
 على المحتاج في قصة عبدالرحمن عبد الرحمن بن محمد بن الاشعث کے واقعہ میں حجاج
 بن محمد بن الاشعث کے خلاف خروج کیا تھا کمان سب حضرات سے قتال
 والله اعلم له ناجائز تھا۔ واللہ اعلم۔

حرمین میں یزید اور اس کے عمال نے | چوتھے شبہ کے جواب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ
 عنہما کو مدینہ سے نہ بیٹھے دیا۔ | تعالیٰ انہما کا وہ خط جو یزید کے نام لکھا گیا تھا صحت
 کیا جا چکا ہے اس کے پڑھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 کو یزید کے عمال نے حرمین میں ہی سے بیٹھے ہی نہ دیا۔ مدینہ میں تھے تو بیعت یزید پر اصرار
 تھا، مگر منظر آگئے تو وہاں بھی یزید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نام خط
 لکھ کر اپنے قطعہ اشعار میں حضرت حسینؑ کو قتل کی جھلکی دکھائی۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 یہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی وجہ سے حرم مکہ میں غزیری ہو اور حرم کی عزت خاک میں ملے گی۔
 اس لیے آپؑ کو کوفہ کا رخ کیا کہ وہاں آپ کے اعوان و انصار تھے۔

جن حضرات نے کوفہ جانے سے حضرت حسینؑ | اور جن حضرات نے آپؑ کو کوفہ جانے سے روکا
 کو روکا برجلے شفقت روکا۔ | وہ بھی برجلے شفقت تھا نہ اس بنا پر کہ آپ
 کا یہ اقدام خود باطل شرع تھا۔ ورنہ روکنے والے آپ سے صاف صاف کہہ دیتے کہ آپ
 مرتکب معصیت ہو رہے ہیں یزید جیسے خلیفہ برحق کے خلاف خروج کرنے سے آپ شرع کے تد
 سے بانی مباح الدم اور واجب قتل ہو گے۔ اس لیے خلیفہ برحق سے بغاوت کرنا آپ کے
 شایان شان نہیں۔ غور فرمائیے یہ حضرات کوفیوں کی ہوفانی کا اندیشہ تو ظاہر کرتے ہیں مگر
 آپ کے اس اقدام کو گناہ قرار نہیں دیتے۔

کوفہ کے سب لوگ غدار نہ تھے | کوفہ کے سب لوگ غدار نہ تھے، ان میں مخلصین کی

کثیر جماعت تھی حضرت حسین کو مرتبہ شہادت پر فائز ہونا تھا اس لیے لاکھ جن کے جلتے ہونا یہی تھا جیسے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قسمت میں ازل سے شہادت مقدر تھی۔ بہت سے صحابہ کرام نے آپ کی نصرت میں اپنی خدات پیش کیں اور محاصرین سے جنگ کی اجازت مانگی بظاہر خیال ہوتا ہے کہ اگر محاصرین سے جنگ کی جاتی تو ان کا فرار پر قرار ضروری تھا لیکن آپ نے اسے پسند ہی نہ فرمایا۔ اور آخر جو ہونا تھا ہو کر رہا۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی انجام سے ناواقف نہ تھے۔ راہ حق میں شہادت مطلوب مومن ہے اس لیے آپ نے جو قربی مصلحت سمجھا اس پر عمل کیا۔

کود کی گورنری پر ابن زیاد کا مقرر | کوذ کے گورنر اس وقت نمنان بن بشیر یعنی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حسینؑ کی شہادت تھے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی تھے۔ یزید

کو جیسے ہی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عازم کوذ ہونے کی اطلاع ملی اُس نے فوراً حضرت نمنان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو واپس کی گورنری سے معزول کر کے عبید اللہ بن زیاد کو جسے یزید اپنا چچا زاد بھائی بتاتا تھا، کوذ کا گورنر بنا کر روانہ کر دیا۔ اس سے آتے ہی جو ظلم و ستم ڈھایا اس سے تاریخ کے اوراق پر ہیں۔ بڑے بڑے سرکردہ لوگوں کو داد و دہش سے سر کیا۔ اور عوام کو جبر و قہر سے کوذ کی چاروں طرف سے ناکر بندی کر دی کہ کسی کو کسی کی خبر نہ ہو، اور کوئی کہیں نہ جلسے کے موقع پر مل جائے۔ چنانچہ ان کے آپ کی نقل و حرکت کی خبر نہ ملنے کے سبب مدد کا موقع نہ مل سکا۔ حضرت حسینؑ ابھی کوذ سے پچیس میل دور ہی تھے کہ ابن زیاد کے حکم سے راہ ہی میں عربین یزیدی کے دستہ فوج نے جو ایک ہزار سواروں پر مشتمل تھا آپ کا محاصرہ کر دیا۔ پھر عمرہ سعد کی سرکردگی میں مزید چار ہزار سپاہ روانہ کر کے پہلے حضرت حسینؑ ہی کو شہادت کا روئے کار دیا۔ ان کا پانی بند کیا پھر ان سب حضرات پر حملہ کر کے ان کو شہید کر ڈالا۔ چنانچہ امام بخاریؒ تاریخ تفسیر میں لکھتے ہیں :

حدثنا موسى ثنا سليمان بن | ہم سے موسیٰ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم کو سلیمان
مسلم ابو المصلی العجل قال | بن مسلم ابو المصلیٰ عجل نے بتایا کہ میں نے اپنے والد

سمعت ابي ان الحسين لما نزل
حرب بلا فاوّل من طعن في
سرادقه عمر بن سعد فرأيت
عمر بن سعد وابنيه قد ضربت
أعناقهم وعلقوا على الخشب
ثم ألحبت فيهما النار
سب شہداء کربلا کے سر کاٹ کر ان کو کو ذروا نہ کر دیا گیا۔

حضرت حسینؑ کے سر مبارک | حضرت حسینؑ کا سر مبارک جب عبید اللہ بن زیاد
کے ساتھ ابھی زیاد کی گستاخی کے سامنے طشت میں رکھ کر پیش کیا گیا تو اس ابن زیاد
بد بناد نے آپ کے سر مبارک کے ساتھ جگستاخی کی اس کی تفصیل ”صبح بخاری“ میں ان
الفاظ میں مذکور ہے :

حدّ ثنا محمد بن الحسين بن
ابراهيم ثنا حسين بن محمد
ثنا جريح عن محمد بن انس بن مالك
قال ألقى عبید الله بن زیاد
برأس الحسين فجعل في طشت
فجعل يكتو وقال في حنہ شيئاً
فقال أنس كان أشبههم
برسول الله صلى الله عليه وسلم
وكان مخصوياً بالوصمة
محمد بن سيرين حضرت انس بن مالك رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ عبید اللہ بن زیاد کے سامنے
حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک
طشت میں رکھ کر پیش کیا گیا تو وہ مردود چھڑی
سے اس کو چھیرنا رہا اور آپ کے حسن کے بارے
میں بد بانی کی۔ اس پر حضرت انسؓ نے فرمایا کہ
یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت مشابہ
تھے اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر
مبارک پر اس وقت دسمہ کا غضب تھا۔

اور جامع ترمذی میں یہ روایت ان الفاظ سے آئی ہے۔

حدّ ثنا خلاص بن اسلم البغدادي | حضرت بن سيرين کا بیان ہے کہ مجھے حضرت انسؓ

نا الخضر بن شمیل ناھشام بن
حسن بن حفصہ بنت سیرین
قالت ثقی النس بن مالک قال
صحت عند ابن زیاد فجئت
برأس الحسين فجعل يقول بقتیب
فی أفضہ ویقول ما رأیت مثل
هذا حسنا لم یذکر قال قلت
اما أنتہ کان اشہد برسول الله
صلی الله علیہ وسلم۔ هذا حدیث
حسن صحیح غریب۔ ۱۷

عمر بن سعد کا شہر | عمر بن سعد کا جو شہر ہوا وہ ابھی تاریخ بخاری کے حوالہ سے
آپ پڑھ چکے کہ وہ بھی کچھ عرصہ کے بعد ہی قتل کر دیا گیا اور پھر اس کے لاشے کو لوگ میں
جلا دیا گیا۔ یہ واقعہ ۶۰ھ کا ہے۔

ابن زیاد کے سر کے ساتھ | اور ۶۰ھ میں ہمد زما شہزادہ ابن زیاد بد نہاد بھی
کیا عبرتناک معاملہ ہوا | ابراہیم بن الاشتہ کے ہاتھ سے مارا گیا اور اسی تصریح
جہاں ۶۰ھ میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک اس کے سامنے پیش کیا گیا تھا
اس کا سر مبارک بھی رکھا گیا پھر اس کے سر پر جو جتی وہ سننے کے لائق ہے۔ امام ترمذی
اپنی جامع میں فرماتے ہیں :

عن عمارہ بن عبدی قال لما جئ برأس
عبید الله بن زیاد واصحابہ فحدث
فی المسجد فی الرحبة فانتهت الیہم
وہم یقولون قد جاءت قد جاءت
عمارہ بن عبدی کہ جب عبید اللہ بن زیاد
اور اس کے ساتھیوں کے سر لاکر چوک کی مسجد
میں بالترتیب رکھے گئے تو میں بھی وہاں پہنچا
اس وقت لوگوں کی زبان پر تھا وہ آیا وہ آیا

فاذا حیتہ قد جاءت تغلل
الرؤس حق دخلت فی مغری
عبید اللہ بن زیاد فمکثت
ہینۃ ثم خرجت فذهبت
حتی تقیبت ثم قالوا قد
جاءت قد جاءت ففعلت ذلك

مریناً لؤلؤاً. ہذا حدیث صحیح

یزید کا دنیا سے ناکام و نامراد جانا | اور یزید کا جو شر ہو اور وہ حافظ ابن کثیر کے

الفاظ میں یہ ہے :

وقد اخطأ یزید خطأ فاحشاً
فی قوله لمسلم بن عقیبة أن
تبیح المدینة ثلاثة أيام
وهذا خطأ کبیر فاحش مع
ما انعم الی ذلك من قتل
خلق من الصحابة وابناءهم
وقد تقدم أنه قتل
الحسین وأصحابه علی یدی
عبید اللہ بن زیاد وقد وقع
فی هذه الثلاثة أيام من
المفاسد العظيمة فی المدینة
النبوۃ ما لا یجد ولا یوصف
ما لا یصلہ إلا اللہ عز وجل

یزید نے مسلم بن عقبہ کو یہ کہہ کر کہ وہ تین دن تک
مدینہ نبوی میں قتل و غارت گری جاری رکھے
بڑی خطا فاحش کی۔ یہ بڑی سخت اور فحش غلطی
ہے اور اس کے ساتھ صحابہ اور صحابہ زادوں
کی ایک خلقت کا قتل عام شامل ہو گیا۔ اور
سابق میں گزر چکا کہ حضرت حسین اور ان کے
اصحاب عبید اللہ بن زیاد کے ہاتھوں قتل کر ڈالے
گئے۔ مدینہ منورہ میں ان تین دنوں میں ، وہ
مفاسد عظیمہ واقع ہوئے کہ جو حد و حساب سے باہر
ہیں اور بیان کیے ہی نہیں جاسکتے۔ بس اللہ
عز وجل ہی کو ان کا علم ہے۔ یزید نے تو مسلم بن
عقبہ کو بھیج کر یہ چاہا تھا کہ اس کی سلطنت و
اقتدار کی جڑیں مضبوط ہوں اور اس کے

و قد اراد بار سال مسلمین
عقبہ تطوید سلطانہ و
ملصکہ و دو امر آیتامہ من
غیر منافع فعاقبہ اللہ
بنقیض قصدہ و حال بدینہ
و بین مایشتہیہ فقصمہ اللہ
قاصم الجبارۃ و اخذہ اخذ
عزیزین مقتدر و کذلک اخذ
ربک اذا اخذ القرنی و ہی ظالمۃ
ان اخذہ الیہ شددیدہ

ایام مکرانی کو بلا نزاع دوام حاصل ہو
مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے خلاف مراد اس
کو سزا دی اور اس کے اور اس کی خواہش کے
درمیان آرٹے آگیا۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے
جو سب ظالموں کی کر توڑ دیتا ہے اس کی بھی مکر
توڑ کر رکھ دی اور اسے اسی طرح دھوکہ دیا جس طرح
کہ غالب اور با اقتدار پڑا کرتا ہے اور اسی
طرح ہے تیسہ رب کی پکڑ جبکہ وہ پکڑ تیسہ ہے سبیل
کو اور وہ ظلم کرتے ہوئے ہیں بے شک اس کی پکڑ
دردناک ہے شدت کی)

اس کی نسل کا منقطع ہو جانا | اور خواجہ محمد پارسا محدث نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ فیصل النکاح

میں فرماتے ہیں :

روز طفت باقی فائدہ از اولاد و سے مگر
زین العابدینؑ بہر حق تعالیٰ از صلب
وے افتقد کہ خواست از اہل بیت نبوت
بیسرون آورد و در شرق و غرب منتشر
گردانید چنانچہ پنج ناحیہ و پنج شہر
از وجودشان خالی نیست و نباشد
و از یزید و اخلافش یک تن نگذاشت
کہ خانہ آبادان کنند و آتش انہوں نہ
و اللہ تعالیٰ ماست تربیہ گویند گا قاتل
بہ حبیب خود کہ فرمود اے

کر بلا کے دن حضرت حسینؑ کی اولاد بزمیں
بجز حضرت زین العابدینؑ کے کوئی مرد باقی نہ بچا
بجز حق تعالیٰ نے آپؑ کی پشت سے خانہ نبوت
کے جتنے افراد کو بھی پیدا کرنا چاہا پیدا فرمایا اور
اور ان کو شرق و غرب میں پھیلا دیا چنانچہ کوئی نواح
اور کوئی شہر ایسا نہیں کہ جو ان حضرات کے وجود
خالی ہوا اور نہ کبھی خالی ہو گا اور زید اور اس کی
نسل سے ایک شخص کو بھی تو باقی نہ چھوڑا کہ جو مگر
آباد رکھے اور اس میں دیا جلا سکے (نہ کوئی نام ایسا
رہ نہ پانی دیا) اور اللہ تعالیٰ سب سے سچا ہے کہ سچ

شَايَنْكَ هُوَ الْاَبْنَاءُ ۛ اپنے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا تھا کہ بے شک جو دشمن ہے تیرا وہی رو گیا ذمہ کنا۔

یہ صحیح نہیں کہ اخیر وقت میں حضرت حبیبؐ پر راضی ہو گئے تھے | اور ہمارے نزدیک یہ بات بھی محل نظر ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اخیر وقت میں عمر بن سعد کے سامنے جو تین شرطیں رکھیں ان میں ایک یہ بھی تھی کہ مجھے دمشق بھیج دیا جائے تاکہ میں اپنے ابن عم (چچا زاد بھائی) امیر یزیدؓ کے ہاتھ میں ہوتا دیکر معاملہ اس طریقے سے کر لوں جس طرح میرے بھائی حسنؓ نے امیر معاویہؓ کے ساتھ کیا تھا۔ سائل نے فاضل یدی فی دیدہ کے الفاظ تو فصل کے بقیا الفاظ تاریخ کی کسی کتاب میں منقول ہیں۔

اس پر روایت کے اعتبار سے تفصیلی بحث | یہاں سب سے پہلے غور طلب بات یہ ہے کہ کیا حضرت حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زندگی کے کسی دور میں بھی یزید کی خلافت منقہ ہونے پر اپنی رضامندی ظاہر کی؟

سب سے پہلے حبیب یزید کی ولیعہدی کی تقریب عمل میں آئی تو کیا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی ولیعہدی کی بیعت کی اور اس کو درست بتایا؟ پھر جب امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر یزید کے عامل مدینہ ولید بن عتبہ نے آپ سے بیعت کا مطالبہ کیا تو کیا آپ نے اس مطالبہ کو منظور فرمایا؟ کیا آپ نے مدینہ طیبہ کو صرف اسی بنا پر خیر باد نہیں کہا کہ یزید کے مقرر کردہ عامل مدینہ کی طرف سے اس سلسلہ میں آپ پر ناجائز دباؤ والا جبار ہاتھ آیا؟ کیا آپ اسی وجہ سے وہاں سے چل کر حرم مکہ میں نہیں آ گئے تھے؟ حرم مکہ میں بھی آپ نے یزید کی بیعت کر لی ایک لمحے کے لیے بھی اظہار رضامندی کیا تھا؟ پھر اخیر وقت میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کی بیعت پر کس طرح راضی ہو سکتے تھے جبکہ وہ اس بیعت کو بیعت ضلالت بھی کہتے تھے چنانچہ حافظ ابن حزم ظاہری "الفصل فی الملل والایمان والاعمال" میں رقمطراز ہیں:

اِذْ رَاۤیْ اَنْهَآ بِعِثَةُ ضَلَالَةٍ ۛ حضرت کی رائے یہ تھی کہ اس کی بیعت بیعت ضلالت ہے۔

آپ کا اخیر خطبہ جو آپ نے میدانِ کربلا میں دیا، آپ کے موقف کو صاف صاف بتا رہا ہے یہ خطبہ احیاء العلوم امام غزالی کے حوالے سے نقل کیا جا چکا۔ حضرت ابن عباس کا وہ خط بھی پڑھ لیجئے جو آپ نے یزید کے نام لکھا تھا اور جو سابق میں تاریخ الکامل ابن اثیر کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں ان میں کہیں یہ ذکر نہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے موقف سے رجوع کر کے یزید کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے راضی ہو گئے تھے حالانکہ یہ دونوں موانع ایسے تھے کہ جہاں ایسی اہم بات کا ذکر ضروری تھا۔ پھر یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کے رفقاء یا حضرات انصارِ مدینہ میں سے کسی ایک فرد نے بھی جب سے وہ یزید کے خلاف کھڑے ہوئے کبھی اپنے موقف سے رجوع کیا جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کرتے۔ حضرت تو عزم و ہمت اور عزیمت کے اعتبار سے اس سب حضرات سے برتر اور بڑھ کر تھے۔ اور کمالات و فضائل کے اعتبار سے اپنے تمام معاصرین میں اس وقت کوئی ان کا ہمسرہ تھا وہ بھلا کس طرح اپنے صحیح موقف سے رجوع فرما سکتے تھے وجہ یہ ہے کہ ان حضرات صحابہ و تابعین کے نزدیک یزید کی شخصیت ناپسندیدہ تھی۔ چنانچہ حافظ ابن حزم اندکی گتے ہیں

انما انکروا من الصحابة
رضی اللہ تعالیٰ عنہم ومن التابعین
بیعتہ یزید بن معاویۃ والولید و سلیمان بنی بعتتہ سے انکار فرمایا وہ مرن
لا نفہم کا فواغیر مرضیین ۛ

اس بنا پر تھا کہ یہ ناپسندیدہ شخصیتیں تھیں۔

نتیجہ ظاہر ہے کہ نہ یزید نے اپنی حرکات سے توبہ کی، نہ ان حضرات میں سے کسی نے اس سے بیعت کا ارادہ منہ مایا، بہر حال اگر اہل سنت کی کتابوں میں یہ روایت معاصرین واقعہ سے پسند صحیح مذکور ہو تو ضرور پیش کی جائے ہم بعد شکر یا اس حقین کو قبول کریں گے۔

حضرت حسینؑ کا شمار نجباء صحابہ میں ہے | حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار صحابہ کرامؓ کے اس اعلیٰ طبقے میں ہے جن کو حق تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے ”نجباء“ (خاص برگزیدہ اصحاب) اور ”رقباء“ (جو آپ کے احوال کے نگراں ہیں) میں داخل فرمایا ہے۔ چنانچہ جامع ترمذی میں ہے :

عن علی قال : قال رسول الله ﷺ : ان لكل نبی سبعة نجباء و رقباء و أعطيت انا اربعة عشر قلنا من هم ؟ قال انا و ابناي و جعفر و حمزة و أبو بکر و عمر و مصعب بن عمیر و بلال و سلمان و عمار و عبد الله بن مسعود و أبو ذر و لقدا دلیہ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کے سات نجباء اور رقباء ہوتے ہیں اور مجھے حق تعالیٰ نے چودہ عنایت فرمائے ہیں ہم نے عرض کیا یہ کون کون حضرات ہیں آپ نے فرمایا میں (یعنی حضرت علی) اور میرے دونوں بیٹے (حسن و حسین) جعفر، حمزہ، ابوبکر، عمر، مصعب بن عمر، بلال، سلمان، عمار، عبد اللہ بن مسعود، ابو ذر اور مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

”نجیب“ کے معنی برگزیدہ اور ”رقیب“ کے معنی نگراں احوال کے ہیں، شیخ اجل عبدالحی محمد دہلوی ”اشعۃ المصابیح“ میں اس حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں :

ازین معلوم میشود کہ درین چہارہ بحسب نجات و رقابت خصوصیت است کہ در دیگران نیست۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان چودہ کے چودہ بندگان کو نجات و رقابت کے اعتبار سے وہ امتیاز و خصوصیت حاصل ہے جو اوروں کو نہیں ہے۔

اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ علیؑ | اب غور فرمائیے کہ جو حضرات شہیدِ نجابت
 حسینؑ اپنی نام جنگوں میں حق پر تھے۔ | سے ممتاز ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے تمام حالات کے سچا ہوں ان کے مزاج مثلاً سب نبوت ہونے میں یکساں
 ہو سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان حضرات کا جو اقدام بھی ایسے مواقع پر ہوگا وہ
 جادۂ شریعت سے ذرا بھی ادھر ادھر نہیں ہو سکتا۔ اس لیے حضرت علیؑ، حضرت حسنؑ
 اور حضرت حسینؑ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے اپنے وقت میں مخالفین کے ساتھ جنگ
 و صلح کا جو اقدام بھی کیا وہ امت کے عین مفاد میں تھا اور تمام اہل سنت کا اس پر
 اتفاق ہے کہ حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ اپنی تمام جنگوں میں حق پر تھے اور حضرت حسینؑ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کا اقدام یزید کے خلاف بالکل صحیح تھا۔ چنانچہ علامہ عبدالحی بن محمد حبیبی رحمہ اللہ
 ”شدائد الذہب میں لکھتے ہیں

و العلماء مجمعون علی تصویب
 قتال علیؑ لمخالفیہ لامسہ
 الامام الحق ونقل الاتفاق
 ایضاً علی تحسین خروج الحسین
 علی یزید وخروج ابن الزبیر
 وأهل الحرمین علی بنی امیہ
 وخروج ابن الأشعث ومن
 معہ من کبارنا بیہ فی خیال السلین
 علی المحتاج شہر الجہور رأوا
 جواز الخروج علی من کان مثل
 یزید والمحتاج ومنہم من
 جوز الخروج علی کل ظالم لہ

اور علماء کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت علیؑ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ اپنے مخالفین سے قتال کرنے میں حق پر تھے
 کیونکہ آپؑ غلبہ برحق تھے۔ نیز اس پر بھی اتفاق
 منقول ہے کہ حضرت حسینؑ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا
 خروج یزید کے خلاف اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ
 تعالیٰ عنہما اور اہل حرمین کا بنی امیہ کے خلاف
 اور ابن الاشعث اور ان کے ساتھ کبار تابعین
 اور بزرگانِ مسلمین کا خروج حجاج کے خلاف مستحسن
 تھا پھر جو علماء کی رائے یہ ہے کہ یزید اور حجاج
 جیسے (ظالم اور فاسق) حکمرانوں کے خلاف اٹھ
 کھڑا ہونا جائز ہے اور بعض حضرات کا مذہب تو
 یہ ہے کہ ہر ظالم کے خلاف خروج کیا جا سکتا ہے۔

حسین اگر یزید کی بیعت پر راضی تھے | یہاں یہ امر بھی غور طلب ہے کہ اگر حضرت حسین
تو پھر بیعت کیوں نہ کی ؟

تھے تو پھر ان کو عمر بن سعد یا عبید اللہ بن زیاد کے ہاتھ پر یزید کی بیعت کر لینے سے آخر
کو نسا امر مانع تھا کیا وہ بھی ان خود باللہ (خبط جاہ میں گرفتار تھے کہ مرثیہ بادشاہ وقت
ہی کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اس کے عمال کے ہاتھ پر بیعت کرنا ان کی کسر شان ہے
اسی طرح ایسی صورت میں خود یزیدی عمال کو انہیں دمشق پہنچانے میں اصرار کیا مگر تھا ؟
اور جب یہ اطاعت کے لیے تیار تھے تو پھر انہیں ناحق قتل کرنے سے کیا فائدہ تھا ؟

اور اگر یہ کہا جائے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو بیعت پر آمادہ تھے مگر
عبید اللہ بن زیاد نے زبردستی آپ کو قتل کر دیا تو سوال یہ ہے کہ عبید اللہ بن زیاد اور
عمر بن سعد کو آخر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسی کونسی ذلتی عداوت تھی جس نے ان
لوگوں کو آپ کے قتل پر مجبور کیا تھا ؟

اور اگر یہ لوگ اس قدر خود مرے تھے کہ باوجود اس کے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
یزید کی بیعت پر آمادہ تھے مگر پھر بھی وہ ان کے قتل سے باز نہ رہے تو یزید کیا برے نام
خلیفہ تھا کہ جو عضو معطل بنا بیٹھا تھا اور جو کچھ کرتے تھے اس کے عمال بلا عمل ہی کرتے
تھے۔ اور اگر واقع میں یزید با اقتدار خلیفہ تھا اور اس کے منشا کے بغیر شہدائے کربلا کو قتل
کیا گیا تو پھر اس نے اس بارے میں اپنے عمال بد سے باز پرس کیوں نہ کی ؟

اتنی بحث و رایت کے اعتبار سے اس روایت کے ناقابل قبول ہونے کے لیے کافی
ہے جو مستفتی نے نقل کی ہے کہ " فاضل یدی فی یدہ " اور یہ کسی قابل وثوق
سند سے ثابت بھی نہیں ہے۔

مزید یہ کہ اس کے برخلاف عقبہ بن سحمان کی صاف تصریح کتب تواریخ میں
موجود ہے۔ چنانچہ حافظ عز الدین ابن الاثیر ہزری اپنی تاریخ الکامل میں فرماتے ہیں :
وقد ردی عن عقبہ اور بلاشبہ عقبہ بن سحمان سے مروی ہے کہ انہوں نے
بن سحمان انہ قال صحبت بیان کیا میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ

الحسین من المدینة إلى مكة ومن مكة إلى العراق ولم أفرقه حتى قتل و سمعت جميع مخاطباته الناس إلى يوم مقتله فوالله ما أعطاهم ما يتذكرون به الناس من انه يضع يده في يدي يزيد[ؓ] مدینہ سے مکہ اور مکہ سے عراق تک برابر ساتھ رہا اور ان کی شہادت کے وقت تک ان سے کہیں جدا نہ ہوا۔ میں نے یوم شہادت تک آپ کی وہ تمام گفتگوئیں سنی ہیں جو آپ نے لوگوں سے فرمائی ہیں۔ سو بخدا یہ بات آپ نے لوگوں کے سامنے رکھی ہی نہیں جس کا لوگ ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے ان کے سامنے یہ بات رکھی تھی کہ وہ یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیدیں گے اور اس سے بیعت کر لیں گے۔

یہ عقبہ بن سحمان حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ باب کے غلام تھے عمر بن سعد نے غلام ہونے کے باعث ان کو زندہ چھوڑ دیا تھا۔^۱
خضریٰ کی تحقیق ”محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ“ کے مصنف محمد خضریٰ کی تحقیق بھی یہی ہے وہ لکھتے ہیں :

ولیس بصحیح انه عرض علیہم ان يضع یدہ فی ید یزید فلم یقبلوا منه تلك العودۃ وعرضوا علیہ ان یبذل علی حکم ابن زیاد[ؓ] یہ بات صحیح نہیں ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزیدی لشکر کے سامنے یہ بات رکھی تھی کہ وہ بیعت کے لیے یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دینے کے لیے تیار ہیں مگر ان لوگوں نے آپ کی یہ پیشکش قبول نہ کی اور آپ کے سامنے یہ بات رکھی کہ ابھی یزید کے فیصلہ پر تسلیم فرم کریں۔

غرض یہ دعویٰ کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخر وقت میں یزید کی بیعت پر راضی ہو گئے تھے۔ نہ درایت کے اعتبار سے صحیح ہے نہ روایت کے اعتبار سے۔ اور جو اس

امری صحت کا مدعی ہو اس کو چاہئے کہ وہ اس بارے میں صحیح سند کے ساتھ کوئی روایت پیش کرے تاکہ اس کا مدعا ثابت ہو۔

بارہواں شبہ

یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ خروج بغاوت نہیں بلکہ ایک اجتہادی سیاسی خطا تھی جس کا اصل سبب صرف سبائی کوفیوں کے جھوٹے دعاوی پر اعتماد تھا

اس شبہ کا جواب

یہ شبہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی یہ کہنے لگے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلوایتوں کے خلاف کوئی اقدام نہ کر کے سیاسی غلطی کی تھی اور یہ خطا آپ کی اجتہادی تھی۔ بہر حال بغاوت ہو یا اجتہادی سیاسی خطا جب بقول مستفی حضرت نے اپنے پہلے موقف سے رجوع نہ لایا تھا تو اب اُن کو شبید کرنے کا کیا جواز تھا؟ اور خیر حضرت کو تو خاک بد میں گستاخ بقول مستفی شریر النفس لوگوں نے امیرِ یزید کے خلاف غریج پر آمادہ کیا تھا اور اس کا سبب صرف سبائی کوفیوں کی دھوکہ دہی اور ان کے جھوٹے دعاوی پر اعتماد تھا مگر ان نامحبی قاتلانِ حسین کو خاندانِ نبوت کا چرخِ گل کرنے کیلئے کس شیطان نے کہا تھا اور انہوں نے اپنا دین و ایمان کس خبیث کے کہنے میں آکر برباد کیا؟ اس پر مستفی نے کچھ روشنی نہ ڈالی۔

سبائی کون تھے | اور یہ ایچ بھی خوب ہے کہ "اس کا اصل سبب سبائی کوفیوں کی دھوکہ دہی ہے" سبائیوں کو تو خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے زندہ جلایا تھا۔

صحیح بخاری میں آتا ہے کہ

أَفَى عَلَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کچھ زندا دق
بِرِزَادَةِ فَأَحْرَقَهُمْ لائے گئے آپ نے ان کو زندہ آتش کر دیا۔

یہ زنادق کون تھے ان کے بارے میں علامہ محمد بن یوسف کرمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ
 علیہ الکوکب الدراری شرح بخاری میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے امام
 ابوالمظفر الاسفرائینی کی کتاب "التبصرہ" سے ناقل ہیں :

هم طائفة من الوافض تدعى السبائية ادعوا ان علياً اله و
 كان رئيسهم عبد الله بن سبا و سمر براہ عبد اللہ بن سبا تھا جو اصل میں
 یہودی تھا۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی "سان المیزان" میں لکھتے ہیں :

وأخبار عبد الله بن سبا شهيرة في التواريخ وليست له رواية وقيل له
 عبد الله بن سبا في واقعات تواریخ میں مشہور ہیں بحد اللہ اس سے کوئی روایت نہیں ہے۔
 وله أتباع يقال لهم السبائية اس کے متبعین کو "سبائیہ" کہا جاتا ہے یہ
 يعتقدون إلهية علي بن أبي طالب لوگ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 وقد أحرقهم علي بالنار في کی الوہیت کے قاتل تھے۔ ان کو حضرت علی
 خلفته کرم اللہ وجہہ نے زندہ جلادیا تھا۔

اب ذرا غور فرمائیے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سبائیوں کے ساتھ جو
 عبرت انگیز معاملہ کیا وہ سب کچھ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں کے سامنے
 ہوا پھر کیسی لغو بات ہے کہ یہ سب کچھ دیکھنے اور جاننے کے بعد بھی ان سے دھوکہ کھانے
 کے لیے خود حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو تجویز کیا جائے اس سے زیادہ حضرت عیسیٰ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اور کیا غلط بیانی ہو سکتی ہے۔ نامی اودوافض دونوں
 کا شمار خلق خدا میں بدترین جھوٹ بولنے والوں میں ہے۔

یہ افتراء ہے کہ کوئی سبائیوں نے لڑائی اور یہ قطعاً افتراء ہے کہ یہ کوئی سبائیوں کی
 میں پہل کرے شیعہ نہ ہونے دی کی محض سوچی سمجھی سبکدوشی کی لڑائی میں پہل کر کے

علاج کو پورا نہ ہونے دیا جائے، جنگ میں پہل کرنے والے نامی تھے سبائی نہیں۔
 مستثنیٰ نے ابن زیاد اور ابن سعد کے سبائی ہونے پر کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔
 اس دور کے نامی ملحدوں نے ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت اب یہ جھوٹا ہنس گھڑت افسانہ
 تیار کیا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ صرف یزید کی بیعت پر بالکل تیار ہو گئے
 تھے بلکہ اس سے بیعت کرنے کے لیے دمشق کی طرف بھی چل پڑے تھے اور عمر بن سعد،
 حرب بن یزید اور شمر ذی الجوشن اپنی اپنی سپاہ کے ساتھ قافلہ حسینی کی نگرانی کے لیے ان کے
 ساتھ تھے جو خدشات حرم کے احترام کی وجہ سے قافلہ سے پیچھے رہتے تھے کہ اسی اثناء
 میں ان ساتھ کو فیصلہ نے جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ نکلے سے کہ بلا تک
 ساتھ رہے تھے ایک روز عصر کی نماز کے بعد موقع پا کر جھپٹے کے وقت حضرت حسین رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کے کیپ پر حملہ کر کے ان کو مع ان کے رفقاء کے اچانک شہید کر ڈالا۔ اور پھر شمر
 اور عمر بن سعد کے دستہ فوج نے ان قاتلوں کو کڑکڑا کر قتل کر دیا۔ یہ وہ فساد ہے جو
 "مجلس عثمان غنی" کے اراکین نے اپنے دل سے گڑھ کر یہ داستان کہلا "اور حادثہ کہلا"
 نامی دو کتابوں میں کچھ کر شائع کیا ہے اور پھر ان کو بار بار طبع کر کر ہزاروں کی تعداد میں
 مقنت تقسیم کیا ہے حالانکہ یہ وہ جھوٹ ہے جس کا ذکر صحیح تو درکنار کسی جھوٹی اور موضوع
 روایت میں بھی موجود نہیں، اس سے پہلے محمود احمد عباسی نے اس سلسلہ میں یہ داستان
 لکھی تھی کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر بن سعد کے درمیان مسلح کی گفتگو جاری
 تھی اور معاملہ باہمی طے ہونے کو تھا کہ جب مزید احتیاط کی غرض سے قافلہ حسینی سے تھپا
 لینے کا مطالبہ کیا گیا تو ان کو فیوں نے اور مسلم عقیل کی اولاد نے اچانک عمر بن سعد کی فوج
 پر تھاکہ حملہ کر دیا جس کی بنا پر عمر بن سعد کی فوج کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
 باتیں محض جھوٹ اور من گھڑت ہیں۔ خدا تعالیٰ ان جھوٹوں کا منہ کالا کرے۔ اس جھوٹ کی
 تفصیل معلوم کرنا ہو تو ہمارے رسالہ "شہدائے کربلا پر افتراء" کا مطالعہ کرنا چاہئے
 صحابہ کی جماعت حضرت حسین کے موقف کی حامی تھی اور یہ کہنا کہ "کسی صحابی نے اس

خروج میں آپ کا ساتھ نہ دیا حالانکہ اس وقت خاصی تعداد صحابہ کرام کی موجود تھی باطل غلط ہے صحابہ کرام کی جو تعداد ہی بہت تعداد اس وقت باقی رہ گئی تھی وہ آپ کے موقف کی حامی تھی چنانچہ حافظ ذہبی "سیر اعلام النبلاء" میں جہاں یہ لکھتے ہیں کہ "حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے فرزدق شاعر کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نفرت کے لیے ترغیب دے کر روانہ کیا تھا" وہاں ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں :

قلت : هذا يدل على میں (ذہبی) لکھا ہوں کہ یہ واقعہ اس امر پر دلائل
تصويب عبد الله بن عمرو کرتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ
لحسين في ميسره وهو تعالیٰ عنہما حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کوفہ کی مہم پر
رأى ابن الزبير وجماعة جانے کو بھیج سمجھتے تھے اور یہی رائے حضرت عبداللہ
من الصحابة شهدوا بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور صحابہ کرام کی اس جماعت
الحزبة کی تھی جو واقعہ حرہ میں شریک ہوئے ۔

علامہ ابن حزم ظاہری اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تصریحات اس بارے میں آپ کی نظر سے گزر چکی ہیں اور حافظ ابن کثیرؒ "البدایہ والنہایہ" میں لکھتے ہیں :

بل الناس انما يملحهم الى الحسين بلکہ سب لوگوں کا میلان حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ
لانه السيد الكبير وابن بنت عنہ ہی کی طرف تھا کیونکہ وہ سید کبیر اور آنحضرت
رسول الله صلى الله عليه وسلم فليس صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے تھے اور ان دونوں
عليه السلام يومئذ أحديهما روئے زمین پر کوئی شخص ایسا نہ تھا کہ جو ان کے
ولا سواه ولكن الدولة يزيدية مماثل و مساوی ہو لیکن یزیدی حکومت سب کی
كانت كلها تناوبه سب آپ کی عداوت پر تلی ہوئی تھی ۔

یہاں "الناس" کا لفظ قابل غور ہے کہ جس میں یزیدی اراکین سلطنت کے علاوہ اس عہد کے سارے ہی حضرات آجاتے ہیں اس لیے یہ شبہ باطل ایسا ہی ہے جیسا کہ رافضی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں پیش کیا کرتے ہیں کہ مدینہ طیبہ اس وقت صحابہ کرامؓ سے بھرا ہوا تھا مگر کسی ایک صحابی نے بھی اس وقت ان کا ساتھ نہ دیا ۔

آخر نہایت بے کسی کی حالت میں امین حرم نبوی میں گھر کے اندر گھس کر ان کو قتل کر ڈالا گیا۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکہ معظمہ سے نکلنے وقت یہ کس کو معلوم تھا کہ اسی سفر میں آپ کو منزل پر پہنچنے سے پہلے ہی راہ میں شہید کر ڈالا جائے گا۔

صحابی رسول کا معرکہ کربلا میں شہید ہونا | پھر بھی حضرت انس بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ ہی کے ساتھ معرکہ کربلا میں شہید ہوئے ہیں چنانچہ امام بخاری "التاریخ الکبیر" میں فرماتے ہیں :

انس بن الحارث قتل مع الحسین انس بن الحارث یہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ شہید ہوئے۔ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سنی ہے

احادیث کی رو سے حضرت حسینؑ کے موقف کی صحت | حضرت انس بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی اس کا متن یہ ہے :
ان ابی یعنی الحسین۔ یقتل بارض میرا بیٹا حسین مقام کربلا میں قتل کیا جائے گا
یقال لها کربلا دفن شهد منکم تم میں سے جو کوئی اس موقع پر موجود ہو اس
ذلت فلینصرہ۔ کی مدد کرے۔

اسی حدیث کی بنا پر یہ صحابی معرکہ کربلا میں آپ کے ساتھ رہے۔ اس روایت کو حافظ ابن کثیرؒ نے "البیہ والنہایہ" میں امام بغویؒ کی "معجم الصحابہ" کے حوالہ سے بسند نقل کیا ہے۔

اس روایت سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موقف کی صحت روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی اور جیسا کہ سابق میں بھی گزرا۔ حضرت علی اور حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس امت کے نجباء و رقباء ہیں سے تھے اور اس منصب کی ذمہ داری تھی کہ امت میں جب بھی کوئی غمراہ پیدا ہو یہ اس کا بروقت تدارک کریں خواہ اس

سلسلہ میں مجاہد کی قربانی دینی پڑے یا جان کی یا جان و مال دونوں کی۔ اس لیے ان تینوں بزرگوں نے اپنے اپنے وقت میں اصلاح امت کے سلسلہ میں جو بھی قدم اٹھایا وہ عین رضائے الہی اور شریعت کے مطابق تھا اور حدیث نبوی سے ثابت ہے کہ ان ہر سہ حضرات کا جنگ و صلح کے باب میں جو اقدام بھی ہوگا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی منشا کے عین مطابق ہوگا۔ چنانچہ جامع ترمذی میں ہے :

عن زید بن أرقم أن حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روایت ہے کہ آنحضرت اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قال لعلي وفاطمة والحسن حضرت علی وفاطمہ حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم والحسين أتاحرب لمن کے بارے میں فرمایا ”جو ان سے لڑے میری اُن حاربهم وسلم لمن سے لڑا ہے اور جو ان سے صلح کرے میری اُن سالمهم به سے صلح ہے“

اور سنن ابن ماجہ میں یہ روایت حضرت زید بن ارقم سے ”باب فضائل الحسن والحسين بن علي بن ابي طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم“ کے تحت ان الفاظ سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات وسلم لعلي وفاطمة والحسن علی، فاطمہ، حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم والحسين أنا سلم لمن سے فرمایا جس سے تم صلح کرو میری ان سے سلمتم وحرب لمن صلح ہے اور جس سے تمہاری لڑائی ہو ان سے حاربتم۔ میری لڑائی ہے۔

جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ کے علاوہ صحیح ابن حبان میں بھی حضرت زید بن ارقم کی یہ روایت موجود ہے اور مسند احمد میں یہ روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان الفاظ میں آئی ہے :

عن أبي هريرة قال نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات علی، و النبی صلی اللہ علیہ وسلم حسن و حسین وفاطمہ کی طرف دیکھ کر فرمایا

إلى على والحسن والحسين وفاطمة فقال أنا " جو تم سے جنگ کرے ان سے میری جنگ
حرب بن حارثکم و مسلم لمن سالکم " ہے اور جو تم سے صلح کرے ان سے میری صلح ہے
اس لیے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس اقدام کو خطا کہنا بہت بڑی
خطا ہے۔

اہل بیت سے جنگ کرنا باجماع امت مذہب ہے | اہل بیت سے جنگ کرنا ایسی مذہب
حکمت ہے کہ جس کی مذمت پر تمام اہل سنت کا اتفاق ہے
چنانچہ محدث ملا علی قاری مشکوٰۃ کی شرح "مرقاۃ" میں لکھتے ہیں :

ففضل أهل البيت و ذم من | اہل بیت کی فضیلت اور ان سے جنگ کرنے
حارثہم أمر مجہم علیہ عند علماء | والوں کی مذمت علماء اہل سنت اور اکابر ائمہ
أهل السنة و أكابر أئمة | امت کے نزدیک متفق علیہ ہے

یزید کے بارے میں اُس کے بیٹے کی شہادت | یزید کے بارے میں سب بڑی شہادت
محمود اُس کے گھر والوں کی موجود ہے۔ حقیقی بیٹے سے زیادہ باپ کے حالات سے اور
کون واقف ہو سکتا ہے اور پھر بیٹا بھی وہ جو نہایت صلح جو ہو۔ اب دیکھیے معلوم
بن یزید رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے باپ کے بارے میں کیا شہادت دیتے ہیں۔ یزید کے یہاں نہ
بیٹے جب متولی خلافت ہوئے تو انہوں نے برس بہ برس اپنے باپ یزید کے بارے میں جو اظہار
خیال کیا وہ یہ ہے :

قلہ أبا الامر و كان غير أهله و | میرے باپ نے حکومت سنبھالی تو وہ اس کا اہل
نازع ابن بنت رسول الله صلى الله | ہی نہ تھا، اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
علیہ وسلم فقصت عمره و ابتز عصبه | نواسے سے نزلے کا آخر اس کی عمر گھٹ گئی اور
و صار في قبره هيناً بذنوبه | نسل ختم ہو گئی اور پھر وہ اپنی قبر میں اپنے گناہوں
ثم بكي وقال ان من اعظم الامور | کی ذمہ داری لے کر دفن ہو گیا۔ یہ کہہ کر رونے لگے

علینا علنا السوء مصرعه وبئس
مقلبه وقد قتل عترۃ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم وأباح الخمر
وخرب الکعبة ولم أذت
حلاۃ الخلافۃ فلا أنقلد من أوتھا
فشا نکم وأمرکم واللہ لن کانک
الدینا خیرا فقد ملنا منھا حظا
ولن کانک شرّا فکفی ذریۃ
أبی سفیان ما أصابوا منھا۔

پھر کہنے لگے جو بات ہم پر سب سے زیادہ گراں ہے
وہ یہ ہے کہ اس کا بڑا انجام اور بڑی عاقبت
ہمیں معلوم ہے (اور کیوں نہ ہو جبکہ) اس نے
واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عترت کو قتل کیا
شراب کو سباح کیا، بیت اللہ کو برباد کیا اور میں نے
خلافت کی علامت ہی نہیں کبھی تو اس کی تلخوں کو
کیوں پھیلوں؟ اس لیے اب ہم جانور اور تمہارا کام
خدا کی قسم اگر دنیا خیر ہے تو ہم اس کا بڑا حصہ حاصل
کر چکے اور اگر شر ہے تو جو کچھ ابو سفیان کی اولاد
نے دنیا سے کما لیا وہ کافی ہے۔

یزید کے بارے میں ابن زیاد کی شہادت | اور یزید کے خاص انخاص شریک کا ر
اس کے برادر حمزہ (بشرطیکہ استلحاق زیاد صحیح ہو) عبید اللہ بن زیاد کے الفاظ
ملاحظہ ہوں کہ امام اہل السنۃ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ تعالیٰ بسند ذیل نقل
فرمایا ہے :

حدثنا ابن حمید قال :
حدثنا جبریر عن معینۃ قال :
کتب یزید إلی ابن مرجانۃ
ان اعن ابن الزبیر قتال ، لا أجمعھا
للفاسق أبداً أقتل ابن بنت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
واخرؤ البیت . وقال ، وکانک

یزید نے ابن مرجانہ (عبید اللہ بن زیاد)
کو لکھا کہ جا کر حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ
عنہما سے جنگ کرو تو ابن زیاد نے کہا کہ میں
اس فاسق (یزید) کی خاطر دونوں بڑاٹاں
اپنے نامہ اعمال میں کبھی جمع نہیں کر سکتا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کو قتل
کر چکا اپنے ذمہ کبہ پر بھی چڑھائی کر دوں ،

امہ مرجانۃ امراء صدق غیر و کا بیان ہے کہ مرعانہ اس کی ماں بھل
 فقالت لعبيد الله حين عورت تھی جب عبید اللہ نے حضرت حسین رضی اللہ
 قتل الحسين عليه السلام منہ کو قتل کیا تھا تو اس نے اس سے کہا تھا کہ تجھ
 ویلک ماذا صنعت وماذا پرافسوس تو نے یہ کیا کیا اور کیا کر ڈالا۔
 رکعت ۲۰

یزید کا فسق اہل سنت کے نزدیک متفق علیہ ہے | اس لیے علماء اہل سنت والجماعہ میں
 جو حضرات اکابر یزید علیہ مایستحقہ پر لعن طعن یا اس کی تکفیر و تقصیق کرتے ہیں
 وہ بلا وجہ نہیں کرتے۔ یزید کا فسق تمام اہل سنت کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ اس
 بارے میں دورائے نہیں ہیں اور کسی ماصبی کی بات اس سلسلہ میں درخود اعتنا
 نہیں البتہ اس کی تکفیر کے بارے میں اہل سنت میں اختلاف ہے۔ امام مدللہ السلام
 ابوالیسر زردوی نے کیا خوب لکھا ہے :

وأما يزيد بن معاوية كان ظالماً ولم يزيد بن معاوية، وه ظالم تھا لیکن آیا
 ولكن هل كان كافراً تكلم كافر بھی تھا یا نہیں اس بارے میں علماء
 الناس فيه بعضهم كفروه میں گفتگو ہے بعض اس کو کافر کہتے ہیں
 لما حكى عن من اسباب الكفر کیونکہ اس کے بارے میں وہ باتیں کہی جاتی ہیں
 وبعضهم لم يكفروه وقالوا جو کفر کا سبب بن سکتی ہیں اور بعض اس کی تکفیر
 لم يصح منه تلك الاسباب نہیں کرتے و کہتے ہیں یہ باتیں صحیح نہیں
 ولا حاجة بأحد إلى معرفة اور کسی کو اس کا حال معلوم کرنے کی ضرورت
 حاله فان الله تعالى أغنانا بھی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے
 عن ذلك ۲۰ مستغنی فرمادیا۔

بہر حال اگرچہ امتیاط اسی میں ہے کہ حتی الوسع اس کی تکفیر سے گریز کیا جائے
 مگر بہر صورت اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں جس کو علامہ ابن حجر مکی نے "الصواعق المحرقة"

میں بہ راحت کھلے :

و علی القول بانہ مسلم فہو اور اس کو مسلمان کہنے کے باوجود (یہ حقیقت ہے)
فاسق شریر ہو سکیو جاسوئے کہ وہ فاسق تھا، شریر تھا، فاسق کا متوالا تھا عالم تھا
یزید کی حمایت میں کسے گرم ہو کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا استخفاف کرنا
ان کی شہادت کی اہمیت کو نظر انداز کرنا اور اس کی دھت کرنا ایسی بہبودہ حرکت ہے کہ
اس کی جتنی بھی مذمت کی جلتے کم ہے۔

شہادتِ حسین پر حضور علیہ السلام کا قلق | حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت
کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جبریل علیہ السلام اور ملک القضا
بابریش کا فرشتہ کے ذریعہ اپنی حیات مبارکہ ہی میں ہو چکی تھی جس سے آپ کو سخت رنج و
اضطراب ہوا تھا اور بعد وفات بھی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت پر آپ
کے رنج و قلق اور سخت پریشانی و اضطراب کا ذکر احادیث میں وارد ہے چنانچہ :

عن ام الفضل بنت الحارث حضرت ام الفضل بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ
أنہا دخلت علی رسول اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
صلی اللہ علیہ وسلم فقالت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میں
یا رسول اللہ إني رأيتُ حلمًا نے آج رات ایک بُرا خواب دیکھا ہے آپ نے
منكرًا الليلة قال وما هو؟ فرمایا کیا؟ عرض کیا بہت ہی سخت ہے (بیان سے
قالت إنه شديد قال وما باہر ہے) آپ نے پھر فرمایا کیا دیکھا ہے؟ عرض
هو؟ قالت رأيتُ كأن قطعہ میں نے دیکھا کہ گویا آپ کے جسم اطہر کا ایک ٹکڑا
قطعة من جسده قد قطعت کاٹ کر میری گود میں ڈال دیا گیا ہے آنحضرت
و منعت في حجری فقال صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے تو بہت اچھا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواب دیکھا ہے اللہ تعالیٰ نے چاہا تو قافلہ کے
رأيت خيرا ملا دفاطة ان شاء اللہ لڑکا پیدا ہو گا اور وہ بچہ تمہاری گود میں رہے گا

غلاما یسکون فی حجرک
 فولدت فاطمة الحسین
 نکان فی حجری کما قال
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 قد خلعت یوما علی رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم فوضعتہ
 فی حجرہ ثم کانت منی
 القناتۃ فاذا عینا رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم تعریفان
 الدموع قالت فقلت یا
 نبی اللہ بأبی أنت و أمی
 مالک قال اتانی جبریل
 علیہ السلام فأخبرنی ان أنتی
 ستقتل ابنی هذا فقلت هذا
 قال نعم و انائی بقرۃ من
 تربتہ حمراء

(چنانچہ ایسا ہی ہوا) حضرت فاطمہ کے یہاں حضرت
 حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ہوئی اور وہ
 جیسا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا
 تھا میری گود میں آئے پھر ایک روز میں ان کو
 لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں
 حاضر ہوئی اور ان کو آپ کی آغوش میں دے دیا
 اسی اثنا میں میری توجہ ذرا دیکھنے کے لیے دوسری
 طرف ہوئی تو (کیا دیکھتی ہوں) کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمان مبارک سے آنسوؤں
 تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ
 آپ پر نثار آپ کو کیا ہو گیا، فرمایا جبریل علیہ السلام
 میرے پاس آئے تھے انہوں نے مجھے بتایا کہ میری
 امت میرے اس بیٹے کو عنقریب قتل کر دے گی
 میں نے عرض کیا، ان کو، فرمایا ہاں! اور مجھے ان
 کے قتل کی سُرُخ ریت بھی لا کر دی ہے۔

واضح رہے کہ حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ کی اہلیہ محترمہ اور بڑی قدیم الاسلام صحابیہ ہیں صاحب کوفۃ نے "اسماء رجال مشکوٰۃ"
 میں لکھا ہے کہ حضرت ام المومنین خدیجہ بنتی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد میرٹھن باسلام ہو گئی تھیں۔

وعن ابن عباس انه قال
 رأیت النبی صلی اللہ علیہ
 وسلم فیما یری النائم
 ذات یوم بنصف النهار

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
 روایت ہے کہ میں نے ایک روز دوپہر کے وقت
 خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت
 میں دیکھا کہ بال بکھرے ہوئے ہیں چہرہ مبارک

أَشْعَثُ أَغْبَرُ بَيِّدُهُ قَارُورَةٌ
فِيهَا دَمٌ فَقُلْتُ يَا أَبِی
أَنْتَ وَأُمِّی مَا هَذَا؟ قَالَ
هَذَا دَمُ الْحُسَيْنِ وَأَصْحَابِهِ
وَالْأَزَلُ الْقَطْعَةُ مِنْهُ
الْيَوْمَ فَمِنْ حَمِيٍّ ذَلِكُ
الْوَقْتُ فَأَجِدُ قَتْلَ ذَلِكَ
الْوَقْتُ.

رواهما البيهقي في دلائل
النبوة واحمد الاخيرين

غبار آلود ہے اور آپ کے دست مبارک میں
ایک شیشی برتن ہے جس میں خون بھرا ہوا ہے
میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا
ہوں یہ کیا حالت ہے؟ یہ بوتل کیسی ہے،
فرمایا یہ حسین اور ان کے رفقاء کا خون ہے
جس کو آج دن نیکلے سے سمیٹ رہا ہوں۔ اب میں
کا بیان ہے کہ اس وقت کا میں حساب لگانا بول
تو یہ وہی وقت تھا جس وقت ان کو شہید کیا تھا
ام الفضل اور ابن عباس دونوں کی روایتوں
کو یہ بھیقے نے دلائل النبوة میں روایت کیا ہے۔
اور امام احمد نے اپنی مسند میں اخیر کی روایت
نقل کی ہے۔

اور حضرت سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی
ہیں کہ میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ
میں حاضر ہوئی تو دیکھا وہ رو رہی تھیں میں نے
عرض کیا آپ کیوں روتی ہیں فرمانے لگیں میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں اس حالت
میں دیکھا ہے کہ آپ کی ریش اور سر مبارک پر خاک
پڑی ہوئی تھی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو
کی ہرگز فرمایا میں ابھی ابھی حسین کو قتل ہوتے دیکھا؟
اس روایت کو امام ترمذی نے اپنی جامع میں نقل
کی ہے۔

وعن سلمیٰ قالت دخلتُ
على أم سلمة وهي تبكي
فقلت ما يبكيك؟ قالت
رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم
تغنى في المنام وعلى رأسه
ولحيته التراب، فقلت
مالك يا رسول الله؟ قال
شهدتُ قتل الحسين أُنْشَأَ
رواه الترمذی وقال هذا
حديث غريب.

اب غور فرمائیں کہ عادیث کیا بتاتی ہیں مگرنا جسکی مخصوص علی اللہ علیہ السلام ثبات پر خوش اور سرور ہیں اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن و طعن اور ان کا استحقاق ان کا شیوہ ہے۔

شہادت حسینؑ کے بارے میں ابن تیمیہ کا بیان | حافظ ابن تیمیہؒ نے خوب لکھا ہے

والحسین رضی اللہ عنہ اکرمہ
اللہ تعالیٰ بالشہادة فی هذا
اليوم وأهان بذلك
من قتله أو أعان علی
قتله أو رضی بقتله، وله
أسوة حسنة بجهن سبعة
من الشهداء فاته وأخوه
سيد شباب أهل الجنة
وكان قد تربى فی
عز الإسلام لم یزالا من
الهجرة والجهاد والعبر
على الأذى فی الله ما ناله
أهل بيته، فأكرمها
الله تعالیٰ بالشهادة تكلیلاً
لكرامتهما ورفعالدرجاتهما
وقتلہ مصیبة عظيمة۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حق تعالیٰ نے
اس دن شہادت سے معزز و مکرم فرمایا اور اس
جس نے بھی ان کو قتل کیا یا ان کے قتل میں امداد
کی یا ان کے قتل سے راضی ہوا اس کی امانت
فرمائی۔ حضرت تو لگے شہداء کا اچھا نمونہ تھے
کیونکہ بلاشبہ حضرت حسین اور ان کے بھائی حضرت
حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں جوانانِ جنت
کے سردار ہیں ان دونوں حضرات کی نشوونما جو کہ
اس عہد میں ہوئی تھی جبکہ اسلام کا غلبہ تھا اس
دوسرے بزرگانِ اہل بیت کی طرح ان دونوں کو
ہجرت جہاد اور راہِ خدا میں اذیت پر صبر کا موقع
نہ مل سکا جو ان حضرات کو ملا تھا لہذا حق تعالیٰ نے
ان دونوں حضرات کو بھی مرتبہ شہادت پر فائز فرما
کر معزز فرمایا تاکہ ان کے اعزاز و تکریم کی تکمیل ہو
اور ان کے درجات بلند ہو جائیں۔ حضرت حسینؑ
کی شہادت بڑی عظیم مصیبت ہے۔

یہ ناصبی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قدر
اور غلط فہمی کا ان کا احترام کرنا

تو حضرات ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دل سے کوئی پوچھے۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

وقد أدرك الحسين من حياة النبي صلى الله عليه وسلم خمس سنين أو نحوها وروى عنه أحاديث وسند كرمات رسول الله صلى الله عليه وسلم يكرمهم به وما كان يظهر محبتهم والحنو عليهما والمقصود أن الحسين عاصر رسول الله صلى الله عليه وسلم ومحبته إلى أن توفى وهو عنه راجح ولكنه كان صغيرا ثم كان الصديق يكرمه ويعظمه وكذلك عمر وعثمان وصحب أباؤه وروى عنه وكان معه في مغازيه كلها في الجبل وصفين وكان معظما موقرا ولم يزل في طاعة

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے پانچ سال یا اس کے گف بمثل پائے اور آپ حدیثیں روایت کیں اور ہم عنقریب ذکر کریں گے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں بھائیوں کی کس طرح عزت افزائی فرمایا کرتے تھے اور انی دونوں کے بارے میں کس قدر محبت و شفقت کا اظہار فرماتے تھے۔ اور مقتود تویہ بتانا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ مبارک پاتا تھا اور وفات نبوی تک آپ کی محبت اٹھائی تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس بھائی ثانی سے رحلت فرمائی تو اس وقت آپ حضرت حسینؑ سے خوش ہو کر گئے تھے لیکن ابھی یہ کم سن تھے پھر حضرت ابو بکر صدیقؓ اور اسی طرح حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ان کا اکرام و تعظیم فرماتے رہے حضرت حسینؑ برابر اپنے والد بزرگوار کے ساتھ تھے ان سے حدیثیں بھی روایت کیں اور تمام غزوات حیدری میں جن میں جبل و صفین بھی شامل ہیں حضرت علیؑ کے ساتھ جہاد میں شریک رہے

آبیہ حتی قتلہ

یہ ہرنانے میں معظم و موتر تھے اھل براپنے والد ماجد
کی اطاعت میں سلوک رہے تا آنکہ حضرت علی
کریم اللہ وجہہ نے شہادت پائی۔

اس لیے یزید کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلہ میں وقعت دینا
حد درجہ گستاخی و خیر چٹھی سے جا ور اپنے ایمان کو برباد کر لیا۔ اللہ تعالیٰ اہل سنت
کو اس فتنہ سے محفوظ رکھے آمین۔

یاد رہے کہ یزید کی مذمت میں بکثرت حدیثیں وارد ہیں بعض میں صراحت
کے ساتھ اس کا نام لے کر مذمت آئی ہے اور بعض میں اس کے عہد نحوست مہدی کی نشاندہی
کی گئی ہے اور بعض میں اس کی حرکات شنیدہ پر نگہ ہے اور بعض میں اس کے افعال قبیحہ پر لعنت کی
تقریر ہے۔ ان میں سے بعض حدیثوں کا ذکر سابق میں ہو بھی چکا ہے۔ ان احادیث کی تفصیل
ہم ان شاء اللہ تعالیٰ مستقل رسالہ میں قلم بند کریں گے۔ واللہ الوفی۔

مفتی محمد شفیع صاحب کی طرف | اور یہ جو مستحق نے لکھا ہے کہ: "اسی استفتاء کا جواب مذکورہ
فتویٰ کا انتساب مشکوک ہے" بالا اسور کی تائید میں بہر محرم ۱۳۵۷ھ میں دارالعلوم کراچی سے
حضرت مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم کی ماتحتی میں دیا جا چکا ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

تو الحمد للہ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کا دارالعلوم بھی موجود ہے اور علماء کا دارالافتاء
بھی دیوان سے دریافت کیا جاسکتا ہے ہم تو سمجھتے ہیں کہ ان بارہ سوالات مذکورہ کی
تائید و تصحیح حضرت مفتی صاحب مرحوم کے قلم سے ہرگز نہیں ہو سکتی۔ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ
کا رسالہ "شہید بر بلا" کہیں ٹھہرا نہیں۔ چھاپا ہوا موجود ہے پڑھ کر دیکھ لیجئے اس رسالہ
کے مطالعہ سے ان سوالات کی تردید ہوتی ہے یا تائید؟

یزید کے بارے میں مفتی صاحب | بہر حال مفتی صاحب کا انتساب علماء دیوبند کی طرف سے
کے اکابر کی تصریحات | وہ وطنائے مذہب و ملت دیوبندی ہی ہیں۔ اکابر

علماء دیوبند جن حضرات علماء کی طرف انتساب میں فخر محسوس کرتے ہیں ان میں شیخ اجل
عبدالحق محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، ان کے خلفاء، مشائخ و مدظلہ صاحب
محدث کی تصریحات یزید کے بارے میں ان اوراق میں ناظرین کی نظر سے گزر چکی ہیں۔

لعنہ یزید کے بارے میں | حضرت مجدد الف ثانی شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے محاصر اور
مجدد الف ثانی کی تصریحات | شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز کے اکابر میں ہیں۔ یزید کے
بارے میں ان کے مکتوبات شریفہ میں جو کچھ مرقوم ہے وہ یہ ہے :

یزید بے دولت از زمرہ فسق است ، یزید بد نصیب فاسقوں کے گروہ میں شامل ہے
توقف در لعنت او بنا بر اصل مقرر اس پر لعنت کرنے میں توقف اہل سنت کے
اہل سنت است کہ شخصی معین را اگرچہ اس قاعدہ کی بنا پر ہے کہ کسی شخص معین پر اگرچہ
کافر باشد تجویز لعنت بخودہ اندگر وہ کافر ہی کیوں نہ ہو لعنت کی تجویز نہیں کیا
آئمہ یقین معلوم کنند کہ ختم او بر کفر کرتے الایہ کہ بالیقین یہ معلوم ہو جائے کہ اس
بودہ کا بیعت الحسنی و امرائے آئمہ او شخص کا خاتمہ کفر پر ہوا ہے جیسا کہ ابوہریرہ رضی
شاید ان لعنت نیست است اور اس کی بوری تھی، یزید پر لعنت کرنے سے توقف
الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ کا مطلب یہ نہیں کہ وہ مستحق لعنت نہیں۔ ارشاد
لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا باری ہے کہ بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے
وَالْآخِرَةِ علیہ رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ نے دنیا میں
بھی لعنت کی اور آخرت میں بھی ۔

مکتوبات کے ایک دوسرے نسخے میں "از زمرہ فسق" کی بجائے "ایمردہ فسق" کے الفاظ ہیں جس کے معنی ہوتے "یزید سرکش فاسقوں میں سے ہے اور اسی مکتوب میں
سائل کے اس جواب میں کہ :

اگر او مستحق لعنت است "الایہ" اگر وہ (جس کے بارے میں سوال کیا جا رہا ہے)
مستحق لعنت ہے ۔

اگر ابن ہنّ در باب یزیدی گفت اگر یہ بات یزید کے بارے میں کہی جاتی تو
گنہائش داشت اس کی گنہائش تھی

اور دفتر اول "کے مکتوب (۲۳۱) میں فرماتے ہیں :

ابن منکر قرعہ یزید بے دولت یہ فضیلت شیخین کا منکر یزید بد نصیب کا

است کہ بواسطہ احتیاط اور لعن
 او توقف کردہ اند ایذا میکہ حضرت
 پیغمبر از راہ ایذاء المفسدین راشدین
 او میرسد در رنگ ایذاء است
 کہ از راہ ایذاء اما میرسد اور
 علیہ وسلم الصلوٰۃ والتسلیمات
 ساقی ہے کہ احتیاط کے خیال سے اس پر لعن
 کہنے سے رکھتے ہیں حضرت پیغمبر علیہ السلام کو
 جو ایذا آپ کے خلفائے راشدین کی ایذا رسانی کے
 سبب ہوتی ہے وہ اسی رنگ کی ایذا ہے کہ جو حضرت
 امامین جنتین کی ایذا رسانی کی بنا پر آپ کو ہوتی ہے
 علیہ وسلم الصلوٰۃ والتسلیمات

بحر العلوم کی تصریح | اور علامہ بحر العلوم مکتوبی علیہ الرحمہ فواعل الرحمت
 یزید کے بارے میں شرح مسلم الثبوت میں ارقام فرماتے ہیں :

و یزید ابنہ مع انہ کان
 من اخبث الفساق و کان
 بعیداً بمرآحل من الامامة
 بدل الشک فی ایمانہ
 خذله اللہ تعالیٰ۔ والصنیعات
 التي منعهامعرفة من
 انواع الخباثت
 اور ان کا بیٹا یزید اگرچہ فاسقوں
 میں بڑا خبیث تھا اور منصب خلافت
 سے بمرآحل (کوسوں) دور تھا بلکہ
 اس کے تو ایمان میں بھی شک ہے
 اللہ تعالیٰ اس کا بھلا نہ کرے اور جو
 طرح طرح کی خبیث حرکتیں اس نے
 کی ہیں سب جانی پہچانی ہیں۔

اور حضرت سید احمد صاحب شہید بریلویؒ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں
 رفیق من از جنود حسین بن علی است
 و رفیق من از جنود یزید شقی
 میرا رفیق حضرت حسین بن علیؑ کی
 سپاہ میں داخل ہے اور میرے
 مخالف کا رفیق یزید شقی کے زمرہ میں۔

اور پھر آگے چل کر لکھتے ہیں :

بلا ریب مشارک ما یا غازی است بلاشبہ ہمارا شریک یا غازی ہے
یا شبید و مقابل ما یا ابوجہل است یا شبید اور ہمارا مقابل ابوجہل
یا زید بنہ ہے یا زید ۔

ہندوستان کے اکابر علماء جب یزید کا نام لیتے ہیں تو اس کے نام کے ساتھ طہید کا لفظ بڑھاتے ہیں ۔ یا یوں لکھتے ہیں : یزید علیہ ماہواہلہؑ یا یزید علیہ ما یستحقہؑ اور یزید بن معاویہ علیہ من اللہ ما یستحقہؑ یعنی یزید کے لیے رحمت اللہ علیہ کے بجائے یوں لکھا کرتے ہیں کہ یزید جس معاملہ کا مستحق نہ اس کے ساتھ وہی معاملہ ہو ۔

اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم کے مرشد و شیخ مولانا اشرف علی تھانویؒ کے فتاویٰ یزید کے بارے میں امداد الفتاویٰ میں طبع شدہ موجود ہیں ان کو دیکھ لیا جائے وہ یزید کو فاسق ہی بتاتے ہیں ۔

غیر مقلد مقلدین کے فتویٰ کی نتیجہ | مطبوعہ استفتاء جوہر بشارت مغفرت کے
ایہی حضرت یزید ہی معاویہؓ سے متعلق ایک اہم استفتاء اور اس کا جواب " کے نام سے شائع ہوا ہے اس میں مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم کے فتویٰ کے بعد غیر مقلدین کے دو مفتیوں کا فتویٰ بھی یزید کے بارے میں ان الفاظ میں درج ہے ۔

۱۔ ورق ۱۵۱ ۔ ان دونوں حوالوں کے بارے میں ہم مولانا سید لعل شاہ بخاری علم فیوضہم کے

ممنون ہیں ۔ ۲۔ تیسرا فتاویٰ ۶۷ ص ۲۹۹ ۳۔ تیسرا فتاویٰ ۲۵ ص ۱۵۶ ۔

۴۔ کتاب العروس ، مادہ حرۃ ۵۔ ملاحظہ ہو امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۲۶۵

۱۔ الجواب۔ امیر مزید علیہ الرحمۃ کے متعلق علاوہ تاریخی حوالہات کے صحیح بخاری کی حدیث مذکور و رسوال میں طور پر مزید کی طہارت اور مغفرت پر دال ہے۔ پس مسلمانوں کو کب لازم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو مغفور فرمائیں اور ہم مزید کو مقہور و مغضوب علیہ قرار دیں۔ بلکہ حدیث میں آیا ہے کہ کسی مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔ جبکہ اس میں کفر کی وجہ نہ ہو۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو پیشگوئی میں اس کو مغفور فرمائیں یہ کافر فاسق و فاجر کہنے والا خود اس کا مستحق بن رہا ہے۔ ایسے خیالات و نظریات بابت مزید علیہ الرحمۃ رکھنے والے کے پیچھے ناز کی ممانعت کہاں؟ واللہ اعلم بالصواب؟

مولانا
محمد یوسف خاں
مفتی پاکستان کراچی
کلکتہ داکے

مفتیان ہالاکے رائے صحیح ہے

ابو الفضل عبدالحنان

۶۳۱/۴۵

نواب صدیقی حسن خاں کا فیصلہ مزید کے بارے میں صحیح بخاری کی حدیث

پر تو تفصیل بحث گند چکی، اور ان دونوں مفتیوں کا غیر مقلدین میں جو مقام ہے وہ جائیں، ہندوستان میں نواب صدیقی حسن خاں صاحب مرحوم سے بڑھ کر اہل حدیث میں کوئی کثیر التصانیف نہیں گزرا۔ ان کا جو فیصلہ مزید کے بارے میں ہے وہ ہم ان کی کتاب "بغیۃ الراشد فی شرح العقائد" سے جو عقائد نسفیہ کی شرح ہے پیش کئے دیتے ہیں۔ اور چونکہ اس کتاب کا تعلق علم عقائد سے ہے اس لئے اہل حدیث حضرات کو مزید کے بارے میں جو عقیدہ رکھنا چاہئے

نواب صاحب اسی کو بیان کر رہے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔

دیعنے براہ غلو و افراط در شان
وے روند و گویند امارت اور باتفاق
مسلمانان شد و طاعت وے بر
امام حسین رضی اللہ عنہ و اجہد بود
و بخدا پناہ از بی قول و اعتقاد کہ
وے با وجود امام حسین امام و
امیر شور و اتفاق مسلمانان
کجا است جسے از صحابہ اولاد
ایشان کہ در زمان آن پلید
بودند انکارش کردند و از طاعت
ادبیرون رفتند۔ و بعضے از
اہل مدینہ بعد دریافت حال خلع
بیعت کردند،

اور بعض لوگ بزدل کے بارے میں غلو و افراط
کا راستہ اختیار کر کے کہتے ہیں کہ اگر کئی مسلمانوں
نے بالاتفاق امیر بنایا تھا ہذا اس کی اطاعت امام
حسین رضی اللہ عنہ کرنا ہوا جب تک اس بات کے
زبان سے نکالنے اور اس پر اعتقاد رکھنے سے اللہ
کی پناہ کہ وہ امام ہیں ہوتے تھے امام اور امیر ہوا
مسلمانوں کا اتفاق کیسا صحابہ کی ایک جماعت اور
ان کی اولاد کو جو اس پلید کے زمانہ میں تھے ان
سب سے اس کا انکار کیا اور اس کی اطاعت سے
باہر ہو گئے۔ اور اہل مدینہ کے بعض حضرات
کو جب اس کے حال کا پتہ چلا
تو انہوں نے اس کی بیعت
توڑ ڈالی۔

وے تارک صلوة و شارب
خمر و زانی و فاسق و ستم کارم بود
و بعضے بروے اطلاق لعن کردہ
ش امام احمد و امثال ایشان
و ابن جوزی لعن وے از سلف
نقل نمودہ زیرہ کہ وے وقت
ار بقتل حسین کافر شد و کہے کہ قتل

اور وہ تو تارک صلوة، شارب خمر،
زانی، فاسق اور مجرمات کا حلال کر لے
تھا۔ اور بعض علماء جیسے کہ امام احمد اور
ابن جیسے کہ ابن جوزی میں اس لعنت کو سداں کہتے ہیں
حافظ ابو جوزی سلف اس پر لعنت کے نقل
کیا ہے کیونکہ حضرت اس شخص نے منہ سے نکال دیا
وہ کافر ہو گیا اور جس نے بھی حضرت محمد کو قتل کیا

یا آپ کے قتل کرنے کا حکم دیا اس پر لعنت کے جواز
 اتفاق ہے۔ علامہ نقضازی فرماتے ہیں کہ حق یہ ہے
 کہ قتل حسینؑ ہرگز بیک رضا مندی اور اس پر اس کا
 خوش ہونا اہل بیت نبوی کی اہانت کرنا یعنی متواتر
 المعنی ہے گو اس کی تفصیلات کا ثبوت اخلاط اور
 ہے ہو لہذا ہم اس کے باوجود تو کیا اس کے ایمان
 کے بارے میں بھی توقف سے کام نہیں لیتے۔ اللہ
 تعالیٰ کی اس بڑی لعنت ہو اور اس بابر میں جس کے
 اعوان و انصار ہو گئے۔ (نقضازی کا کلام بیان ختم ہو گیا،
 بہر حال وہ اکثر لوگوں کے نزدیک انسانوں میں
 سب سے زیادہ قابل نفرت ہے اور جو جو یہ
 کام اس منحوس نے اس امت کے اندر کئے
 ہیں وہ ہرگز کسی کے ہاتھوں نہیں ہو سکتے۔

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرنے کے بعد اس
 مدینہ منورہ کی تخریب کے لئے لشکر بھیجا اور جو صحابہ باہر
 وہاں مائی و گئے تھے ان کو قتل کرنے کا حکم دیا اور پھر
 حرم مکہ کی حرمت کو پا مال کرنے اور حضرت عباسؑ
 بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قتل کرنے کے درپے
 ہو گیا۔ اور اسی تا پسندیدہ حالت میں دنیا
 سے چل بسا اب اس کے توبہ کرنے اور پگھلنے کا

لئے کرد یا امر بدان نمود بر جواز
 لعن لے اتفاق کردہ اندک تقاضائی
 گفہ حق آنست کہ رضائے بقتل
 حسین و استبشار لے بدان و
 اہانت نمودن اہل بیت متواتر
 المعنی است اگرچہ تفاسیل احاد
 باشد نفخ لا متوقف فی شانہ
 بل فی ایمانہ لعنۃ اللہ علیہ
 و علی انصارہ و اعوانہ اتقی
 و بالجملہ وے مبلوض ترین مردم
 است نزد اکثر مردم و کارہائے
 کہ آن بے سعادت درین امت
 وہ از دست بیچ کس ہرگز
 نیاید۔

بعد قتل امام حسین لشکر
 بتخریب مدینہ منورہ فرستاد و
 بقیہ صحابہ و تابعین را امر بقتل
 کرد و با محارکہ و قتل عباسؑ
 بن الزبیر و مداخلت وہم درین
 حالت تا پسندیدہ از دنیا رفت
 و دیگر احتمال توبہ و رجوع او کما

علامہ مقبلی کی رائے یزید کے بارے میں

اور علامہ صلح بن مہدی مقبلی کو کبانی نزیل مکہ جن کے مجتہد ہونے کی قاضی خوکائی نے "البدرا الطالع" میں تصریح کی ہے اپنی کتاب "اعظم الشیخ فی تفضیل الحق علی الآثار والشیخ" میں رقمطراز ہیں۔

واعجب من ذلك من
يحسن ليزيد المريد الذي
فعل بخيار الامة ما فعل
وهتك مدينة الرسول
صلى الله عليه وآله وسلم
وقتل الحسين السبط
اهل بيته وهتكه وفضل
مالواستمكن من مثل فعله
عدوه من النصارى وما
كان ارفق منه

اور اس سے بھی عجیب وہ شخص ہے کہ جو یزید
کے یزید کو اچھا بنا کر پیش کرتا ہے۔ (یزید وہی کج ہے)
جس نے ہر مکان امت کے ساتھ ناگفتہ بہ معاملہ
کیا۔ نیز الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کو ٹھکانک
میں ملایا۔ سبط پیبر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
اور ان کے اہل بیت کو شہید کیا اور ان کی بیعتوں
کی اور ان کے ساتھ وہ برتاؤ کیا کہ اگر دشمنان اسلام
نصاری کا بھی ان پر قابو نہ لے سکتے تو شاید ان کا برتاؤ بھی
ان حضرات کے ساتھ اس سے نرم
ہی ہوتا۔

ومن جملة المحسنين له
حجة الاسلام الغزالي ولكنه
في تصرفاته كلها كماله

اور یزید کو اچھا بنا کر پیش کرنے والوں میں ججز
الاسلام غزالی بھی ہیں۔ لیکن وہ اپنی تمام کلک زبانی
میں عاقل الطیل ررات کے اندھیرے میں

۱۳۶۳ھ طبع مطبع ملوی نکتہ ۱۳۶۳ھ

۱۳۶۳ھ طبع مطبع ملوی نکتہ ۱۳۶۳ھ۔ ۱۳۶۳ھ کے معنی سرکش کے ہیں۔

کھڑیاں جمع کرنے والے کی طرح ہیں کہ جو اپنی
کھڑائیوں میں سانپ کچھ بھی جمع کر لیتا ہے اور
اسے کچھ پتہ نہیں چلتا۔

اور یزید کی حرکت کو دیکھیں مسمول کچھ کا جو
توفیق الہی سے محروم ہوا اور جس کو شقاوت نے
گھیر لیا ہو اس طرح وہ بھی اس کے ہلکے توڑوں
میں اس کا شریک بن گیا۔ لہذا انہیں تفریط و افراط
سے بچنا چاہیے۔ لیکن اس سلسلہ میں صبر سے کام لینا
ایسا ہی ہے جیسے نگارے کو مٹی میں پکڑ لینا۔ خصوصاً
جبکہ جہالت امڈی چلی آتی ہو جیسا کہ ہمارے
زمانہ میں ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت سلامتی
کے خواہاں ہیں۔ آمین

اور فقہ کا نزاع مسئلہ جس کو ابن حجر مہتمی نے
اپنی کتاب "صواعق محرقہ" میں بیان کیا ہے
یسے کہ یزید پر لعنت کرنا جائز نہیں اگرچہ
بالاجماع ایسے شخص پر لعنت کرنا جائز ہے جو
سختا رہے ہو اور جو قطع رحمی کا مرتکب ہوا اور جو
مذنبہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کو پاؤں
کے۔ اور جو حضرت جین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا
قاتل ہو یا ان کے قتل کا حکم دے یا ان کے قتل
سے ماضی ہو فرماتے ہیں۔ لیکن خود یزید پر لعنت نہیں

لیل یجمع فی خطبہ الحیة
والعقرب ولا
یساری۔

و ما یہون صنم یزید
الامخذول اور کتہ
الشفاعة فی مشرکتہ
بطوامہ المردیات قیالہ
والتفریط والافراط۔
ولکن الصبر عنہما کالقبض
علی البحر سماع تراکوا الجہل
کرمینا ہذا نسأل اللہ
العافیة والسلامة آمین

ومن غریب الفقہ ما ذکرہ
ابن حجر الحمیتی فی صواعقہ
أنہ لا یجوز لعن یزید وان
کان یجوز بالاجماع لعن من
شرب الخمر ومن قطع الاحرام
ومن هتک مدینۃ الرسول
صلی اللہ علیہ وسلم وعز قتل
الحسین او امر بقتلہ اور رضی
بقتلہ۔ قال و اما یزید

بعضہ فلاوان کان قد فعل هذا
الاشیاء نحو فاسق قطعاً. ونجد
فی فقہہم نحو کلامہ اعنی انہ لا
يجوز لعن المعین لہی کلینہ فیقال
لہو قیاس الدلالۃ علی فقہک
هذا: ان لا یجد شارب الخمر
المعین والزانی المعین المتعیر
وذلك لی جمیع احکام الشریعۃ لان
الطریقۃ واحده فطاح
ایضاً منطقکوران هذا المشک
الاول المضردی خالفتموہ فانی
یرحان یقام بعدہ وصورۃہ :
هذا یشیزید شرب
الخمر وشارب الخمر
ملعون هذا یشیزید
ملعون -
ولو قالوا ینبغی تحالی ذلک
من باب قولہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم "لیس المؤمن باللعن لکان
لیہ مندوحة للتقین واللہ اعلم
رحمہ ۳۶۸ طبع مصر ۱۳۲۵ھ

کر سکتے اگرچہ اس نے ان تمام امور کا ارتکاب کیا تھا
اور وہ قطعاً فاسق تھا اور جیسا کہ ان کا بیان ہے
ایسا تمام ان کی فقہ میں پاتے ہیں کہ کسی متین شخص پر
لعنت کرنا روا نہیں بلکہ کا کلیہ ہے۔ تو ان کی فہم
میں عرض ہے کہ تمہاری اس فقہ میں تو قیاس الدلالۃ
کی بنا پر یوں ہونا چاہیے تھا کہ نہ کسی معین شرابخو
پر مددگار بنائی اور نہ کسی معین زانی پر اور اسی
طرح اور سارے احکام شرعیہ میں بھی جیسی ہونا چاہیے
تھا۔ کیونکہ طریقہ تو ایک ہی ہے۔
اور اس صورت میں تمہاری منطق بھی ہوا میں اگر گئی،
کیونکہ تم تو منطق کی اس شکل اول کی بھی جو بدیہی الاستیعاب
ہے مخالفت کر رہے ہو۔ پہلا ابلاغ کعبہ اور کوئی دلیل
تمہارے سامنے نہیں دے سکتی ہے کیونکہ قیاس کی شکل دل
کی صورت یہ ہے (۱) یہ ہے۔ بریزد جس نے شراب پی کر
اور (۲) شراب کا پیئے والا ملعون ہے۔ (۳) پہلا یہ
بریزد ملعون ہے۔
ہاں اگر یہ حضرات یوں کہتے کہ لعنت کہنے سے اس لئے
بچنا چاہیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد
گراں ہے "مومن لعنت کا ذکر نہیں کیا کرنا"
تو بیشک اس صورت میں اپنی تقویٰ کئے اس سے
بچنے کی گنجائش ہوتی، واللہ اعلم

اب ثواب صدیقی جس خاں اور علامہ مقل کے مقابلہ میں ان دونوں نام نہاد غیر
معروف مفتیوں کے فتویٰ کی جو وقعت ہو سکتی ہے کلا ہر ہے۔

یزید کی طہارت و مغفرت کی بحث | اور صحیح بخاری کی اس حدیث کے بارے
میں جو استفتاء میں مذکور ہے ان غیر مقلہ مفتیوں کا یہ کہنا کہ

”حدیث مذکور در سوال تین طور پر یزید کی طہارت اور مغفرت پر
دال ہے، پس مسلمانوں کو کب لازم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
تو مغفور قرار دے اور ہم یزید کو مقبور و مغضوب علیہ قرار دیں؟“
اور پھر کر اس بات پر زور دینا اور یہ کہے جا تا کہ

”رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو پیش گوئی میں اس کو مغفور
فرمائیں۔“

اور اسی طرح مولوی محمد صابر نائب مفتی کا یہ لکھنا کہ
”امیر یزید.... از دے حدیث بخاری شریف مغفور رہیم میں
داخل ہیں۔“

محض غلط ہے۔ اگر یہ لوگ غور تحقیق کرتے یا محققین اہل علم سے دریافت کرتے تو ہرگز ایسی
شدید غلطی میں مبتلا نہ ہوتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلا تحقیق ایک غلط
بات کو منسوب کرنے کا گناہ اپنے سر نہ لیتے۔

غور فرمائیے ”صحیح بخاری“ کی جو حدیث استفتاء میں درج ہے اس کے الفاظ میں۔
قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذل میری امت کا پہلا لشکر جو شہر قیصر و جنگ
جیش من حق یعنی من مدینہ قیصر کرے گا اس کی بخشش کر دی گئی ہے۔
مغفور لہم۔

اس کے بارے میں پہلے سوال کے جواب میں تفصیل سے یہ بحث کر چکی ہے کہ

یزید کی نسبت جہاد کی تھی ہی نہیں وہ تو زبردستی باپ کے دباؤ تک دھرم سے غازیانِ روم میں شامل ہو گیا تھا اور نہ اسے جہاد کفار سے کیا سروکار۔ آپ یہ بھی پڑھ چکے ہیں کہ یزید نے جیسے ہی تختِ حکومت پر قدم رکھا اپنی پہلی ہی تقریر میں بحری اور سرانی جہاد کی مصلحت کا اعلان کیا۔

یزید کا جزیرہ رودس اور جزیرہ اراد سے مجاہدین کو واپس بلا لینا

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ حکومت میں ۳۵ھ میں جزیرہ رودس فتح ہوا اور

وہاں مسلمانوں کی فوجی چھاؤنی قائم کر دی گئی۔ اس چھاؤنی کی وجہ سے بحرِ روم میں عیسائی فوجوں کی نقل و حرکت خطرہ میں پڑ گئی تھی، امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان مجاہدینِ اسلام کا بڑا خیال رکھتے تھے اور ہر وقت ان کی مدد پر کمر بستہ رہتے تھے مگر ان کے ناواقف بیٹے نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ان مجاہدین کو اس جزیرہ سے مستقل کے فوری احکام بھیجے آخروہ بچارے پیچھے سے رسد اور کمک کے منتقل ہو جانے کے ڈر سے شاہی حکم کے مطابق رودس کو خالی کر کے اپنی زمین جائداد، کھیت اور باغات کو خیر باد کہہ کر باہل ناخواستہ وہاں سے چلے گئے اور یوں بغیر لڑے بھڑے مفت میں یہ مسلمانوں کا مفتوحہ جزیرہ نصاریٰ کے ہاتھ آ گیا۔

اسی طرح ۳۵ھ بحری میں مسلمانوں نے قسطنطنیہ کے قریب جزیرہ ارادہ فتح کیا تھو وہاں بھی مسلمان سات سال تک قابض رہے مگر یزید کو وہاں بھی مسلمانوں کا قبضہ ایک آنکھ نہ بھایا اور اپنے دورِ حکومت کے پہلے ہی سال میں مسلمانوں کو وہاں سے واپسی کا حکم دے کر بلوایا۔

ظاہر ہے کہ جب یزید نے بحری جنگ بنٹکوی تھی تو وہ ان دونوں جزیروں پر

لے ملاحظہ ہو البہایہ والنہایہ اذابن کثیر بسلسلہ واقعات وحوادث ۳۵ھ بحری۔
۳۵ تاریخ طبری بغضمن واقعات ۳۵ھ بحری۔

اپنا قبضہ کیسے برقرار رکھ سکتا تھا۔

اس امر پر بھی بحث ہو چکی ہے کہ اس حدیث میں مغفرت سے "مغفرت عام" مراد نہیں ہے، کہ سارے انگلے پھیلے گناہوں کی معافی کا پروانہ مل گیا ہو، بلکہ عام حال صالح میں جہاں مغفرت کا ذکر آتا ہے وہاں بالافتائی سابقہ گناہوں کی مغفرت مراد ہوتی ہے اور وہ بھی عام طور پر مصفا ترک کی مغفرت، کہا ترک کے لئے توبہ کی ضرورت ہے۔ بغیر توبہ کے معافی لازمی نہیں۔ بلکہ حق تعالیٰ کی مشیت پر معاملہ موقوف رہتا ہے کہ وہ دہ دہ کریم چاہے تو اپنے فضل سے معاف کر دے اور چاہے تو اذراہ عدل اس گناہ کی پاداش میں عذاب فرمائے۔

"مدینہ قیصر" سے کیا مراد ہے | اس حدیث میں "مدینہ قیصر" کے جو الفاظ ہیں وہ بھی غور طلب ہیں۔ "مدینہ قیصر" یعنی شہر قیصر کی تعین کسی حدیث میں مذکور نہیں کہ اس شہر کے کونسا شہر مراد ہے۔ اس لئے اس کی تعین میں تین شہروں کا نام لیا جا سکتا ہے۔

(۱) "مدینہ قیصر" سے مراد وہ شہر ہے جہاں قیصر اس وقت مقیم تھا جبکہ زبان رسالت سے یہ الفاظ ادا ہو رہے تھے۔ یعنی "حصص" جو کہ شام کا مشہور شہر ہے۔ اور جو یزید کی پیدائش سے بہت پہلے سلسلہ ہجری میں محدث بنا رہی تھی میں فتح ہو چکا تھا۔ چنانچہ سابق میں گزر چکا ہے کہ بعض علما نے اس حدیث میں "مدینہ قیصر" سے "حصص" ہی کو مراد لیا ہے۔

(۲) شہر "رومہ" جو قدیم زمانہ سے قیصرہ روم کا دار السلطنت چلا آ رہا تھا۔ "رومہ" پر بھی اگرچہ مسلمان حملہ آور ہو چکے ہیں لیکن یہ حملہ یزید کی حیات میں نہیں ہوا ہے۔ بلکہ اس کے مرنے کے بہت بعد کا واقعہ ہے۔

(۳) شہر "قسطنطنیہ" جو قسطنطین اعظم کا پایہ تخت تھا۔ حدیث "مدینہ قیصرہ" کا مصداق سلطان محمد لایح | اب اگر "مدینہ قیصر" کو

قسطنطنیہ ہی ہمارا دین ہے ہر اصرار ہے تو انصاف یہ ہے کہ اس بشارت نبوی کا مصداق
 یزید پلید نہیں بلکہ سلطان محمد فاتح قسطنطنیہ علیہ الرحمۃ اوان کی کونجا نظر جمع ہے یہی
 وہ ہمارا دین اسلام ہیں جن کی شمشیر خارا اٹکات لے عیسائیت کے اس مرکز کو فتح کر کے
 اس کو قلمرو اسلامی میں داخل کیا۔ اور بھر وہ بغداد کے بعد صدیوں تک مسلمانوں
 کا دار الخلافہ رہا تا آنکہ مصطفیٰ کمال نے اپنی حیات سے خلافت ہی کے سلسلہ کو
 ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں کی مرکز بیت اور یک جہتی کا
 شیرازہ منتشر ہو کر پھو گیا اور اب شاید امام مہدی کے آنے پر ہی خلافت کا دوبارہ
 قیام عمل میں آئے۔

یہ بھی یاد رہے کہ جن احادیث میں کسی غزوہ پر بشارت آتی ہے اس میں
 عام طعہ پر فتح و کامرانی ہی مراد ہوتی ہے اس لئے اس حدیث کے صحیح مصداق
 اگر ”مدینہ قیصر“ سے ”قسطنطنیہ“ ہی مراد لیا جائے تو فائقین قسطنطنیہ ہی
 ہو سکتے ہیں۔ بھلا یزید اس بشارت کا مصداق کس طمع ہو سکتا ہے جبکہ وہ تو
 قریش کے ان شریر النفس لوٹنڈوں میں بھر فرست ہے جن کے متعلق زبان رسالت
 سے پیش گوئی کی جا چکی ہے کہ امت کی تباہی ان کے ہاتھوں ہوتی ہے۔

یزید قسطنطنیہ کی پہلی مہم
 میں شریک نہ تھا

یہ بات بھی خوب اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ
 حدیث میں اول مجلس من استی (میری امت کا

پہلا لشکر) کے الفاظ آتے ہیں اور یزید کے زیرِ کمان جو لشکر ”قسطنطنیہ“ کی طرف
 روانہ ہوا تھا۔ وہ ”قسطنطنیہ“ پر حملہ آور ہونے والا پہلا لشکر قطعاً نہ تھا۔ بلکہ اس
 سے بہت پہلے اسلامی لشکر ”قسطنطنیہ“ پر جا کر جہاد کر چکے تھے۔ یزید کس سنہ
 میں ”قسطنطنیہ“ پر حملہ آور ہوا اس کے بارے میں اگرچہ مورخین کے بیانات مختلف
 ہیں لیکن سلسلہ جبری سے پہلے کوئی تو رخ اس واقعہ کو بیان نہیں کرتا۔ نامیبیوں کے

شیخ التاریخ محمود احمد عباسی کا بھی "خلافت معاویہ و یزید" میں یہی بیان ہے۔
دو لکھتے ہیں۔

• سلسلہ میں حضرت معاویہؓ نے جہاد قسطنطنیہ کے لئے بڑی
ادبگری حملوں کا انتظام کیا۔ بری فوج میں شامی عرب تھے، خصوصاً
بنو کلب جو امیر یزید کا ناہنیا لی قبیلہ تھا۔ ان کے علاوہ حجازی و
قریشی غازیوں کا بھی دستہ تھا جس میں صحابہ کرام کی ایک جماعت شامل
تھی۔ اس فوج کے امیر اور سپہ سالار امیر المؤمنین کے لائق فرزند امیر
یزید تھے۔ یہی وہ پہلا اسلامی جیش ہے جس نے قسطنطنیہ پر جہاد کیا
اسی اسلامی فوج کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت
منفرت دی تھی " (ص ۳۲، طبع چارم)

اگرچہ خوبدلت لے بھی اسی کتاب میں (ص ۶۹) امیر شکیب لوسلان
کی کتاب "حاضر العالم الاسلامی" کی تعلیقات سے بحوالہ "طبقات ابی سعد"
اس غزوہ کی تاریخ سلسلہ ہجری ہی نقل کی ہے۔ بہر حال سلسلہ سے پہلے قسطنطنیہ
کی کسی قوم میں یوید کی شرکت ثابت نہیں ہے۔

اور کتب حدیث کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ سلسلہ ہجری سے بہت پہلے
غازیان اسلام قسطنطنیہ پر حملہ آور ہو چکے تھے۔ چنانچہ سنن البیہقی "میں
مذکور ہے۔

حدثنا احمد بن عمرو بن السرح نا
ابن وہب عن حماد بن عمار عن ابن جریج
عن یزید بن ابی حبیب عن اسماء ابی
عمران قال غزوہ نامن المذینہ فوجد
اسلم ابی عمران کا بیان ہے کہ ہم مدینہ نبوی سے جہانکے
لے قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہوئے اس وقت
امیر جیش حضرت عبدالرحمن بن خالد بن الولید رضی
اللہ تعالیٰ عنہما تھے رومی فوج شہر تباہ سے

القسطنطنیہ و علی الجماعۃ
 عبد الرحمن بن خالد بن الولید
 والروم ملہ موقوفہ و دھرم بحاطہ
 المدینۃ فحملہ و جعل علی العود
 فقال الناس مہ مہ لا الہ الا
 اللہ و یلقی بیدہ الی التہلکۃ
 فقال ابو ایوب انما انزلت
 هذه الآیۃ فینا معاشر
 الانصار لمانعہ لک نبیہ
 حملہ اللہ علیہ وسلم و اظہر
 الاسلام قلنا ہلہم نقیم فی
 اموالنا و نصلوہا فاذن اللہ
 عزوجل و اَنْفَقُوا فِی سَبِيلِ
 اللّٰهِ وَلَا تُنْفِقُوا اِیْدِیْکُمْ اِلٰی
 التَّهْلُکَةِ فَلَا تَقْلُوا بِاِیْدِیْنا
 اِلٰی التَّهْلُکَةِ اِنْ نَقِیمْ فِی
 اموالنا و نصلوہا و نمنع الجہاد
 قال ابو عمران قلہ یزل
 ابو ایوب یجاہد فی سبیل اللہ
 عزوجل حتی یرفع بالقسطنطنیہ
 دیاب فی قولہ عزوجل وَلَا تُنْفِقُوا اِیْدِیْکُمْ اِلٰی التَّهْلُکَةِ
 پشت مجلے مسلمانوں سے آمادہ پیکار تھی۔ اسی اثنا میں
 مسلمانوں کی صفیں سے نکل کر ایک شخص نے دشمن
 کی فوج پر حملہ کر دیا۔ لوگ کہتے تھے "رکوکو لا الہ الا اللہ"
 یہ شخص تو خود اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال
 رہا ہے۔" یہ سن کر حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت تو ہم انصاریوں کے بارے
 میں اتری ہے۔ (واقعہ یہ ہے، کہ جب حق تعالیٰ نے اپنے
 نبی کرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدد فرمائی اور اس کو
 علیہ صیب فرمایا تو ہم نے کہا تھا کہ اب تو ہم کو مدینہ میں رکھ
 اپنے اموال کی خبر گیری اور ان کی اصلاح کی طرف توجہ
 دینا چاہیے۔ اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت شریفہ نازل
 فرمائی وَ اَنْفَقُوا فِی سَبِيلِ اللّٰهِ بِاِذْنِ اللّٰهِ تعالیٰ کی
 راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو
 لہذا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا توجہ کو جمع کر کر
 ہمارا اپنے اموال کی خبر گیری اور اس کی اصلاح
 کے خیال سے اپنے گھر میں بیٹھ رہنا
 تھا۔
 ابو عمران کہتے ہیں کہ حضرت ابو ایوب
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلسل راہِ خدا میں جہاد ہی کرتے
 رہے تا آنکہ آپ دکن میں قسطنطنیہ ہی میں تھے۔

اور اسی غزوہ کا وہ واقعہ ہے جس کو امام ابو داؤد ہی نے "کتاب السنن" کے "باب فی قتل الاسیر بالنبل" میں بایں الفاظ نقل کیا ہے۔

حدثنا سعید بن منصور ثنا
عبد اللہ بن وہب قال أخبرني
عمرو بن الحارث عن بکیر بن
الأثیر عن ابن نعل قال غزونا
مع عبد الرحمن بن خالد بن
الوليد فأتى بأربعة أعلاج
من العدو فأمر بهو فقتلوا
صبراً قال ابو داؤد قال لنا
غير سعید عن ابن وهب وهذا
الحديث قال بالنبل صبراً
فبلغ ذلك أبا أيوب الأنصاري
فقال سمعت رسول الله صلى
الله عليه وسلم يقول من قتل العبر
تو الذي نفس بيدك لو كانت
دجاجة جاصبرتها
فبلغ ذلك عبد الرحمن بن
خالد بن الوليد فامتنع
أربع مراتب

ابن نعل کہتے ہیں کہ ہم حضرت عبد الرحمن بن خالد
بن الوليد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ جہاد میں
شریک تھے (اسی بہم میں) ان کے سامنے دشمن
کے چار پیچے کئے شخص پیش کئے گئے جن کے قتل
کرنے کا انہوں نے حکم دیا۔ اور تعیل حکم میں ان کو
باندھ کر قتل کروا ڈالا۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ ہم
سے پہلے اس از سعید بن منصور کے علاوہ ایک کاتب
صاحب تھے ابی وہب سے اس حدیث میں یوں
نقل کیا ہے کہ ان چاروں کو باندھ کر تیروں کا ہتھ
بنا یا گیا تھا جب اس امر کی خبر حضرت ابو ایوب
انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا
کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے
کہ آپ اس طرح باندھ کر قتل کرنے سے منع فرماتے
تھے پس تمہارے اس ذات عالی کی کہ جس کی قبضہ
قدرت میں میری جان ہے اگر کوئی مرے بھی ہو تو
میں اس کا اس طرح باندھ کر نثار نہ لوں۔ پھر آپ
اس فرمانے کی اطلاع جب حضرت عبد الرحمن بن خالد
بن الوليد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو پہنچی تو انہوں نے
اس کلمہ میں چار غلام آزاد کئے۔

یزید کا عقیدہ عمل دونوں ٹراپ تھے | خلاصہ بحث یہ ہے کہ یزید علیٰ اہل سنت و جماعت کی تہمت کے مطابق عقیدہ اور عمل دونوں کے اعتبار سے نہایت خراب آدمی تھا اس کے عقیدے میں دو غلطیاں تھیں۔ (۱) "نامیتیت" یعنی حضرت علیؑ اور حضرات حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عداوت۔ چنانچہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی یزید کے بارے میں تصریح ہے کہ "از رو سلفے نواصب است"۔

اور مؤرخ اسلام حافظ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ "سیر اعلام النبلاء" میں فرماتے ہیں:

یزید بن معاویہ کان نامیباً فظلاً یزید بن معاویہ نامیبی تھا، سنگدل، بد زبان، غلیظ، جھالہ
غلیظاً جلفاً یتناول المسکر ویفعل المنکر، انتسج دولہ بقتل الشہید
الحسین رضی اللہ عنہ و اختتمها بوقعة الحرة فصقت بالناس ولم یولد فی عمرہ و خرج علیہ غیر واحد
بعد الحسین رضی اللہ عنہ کأهل المدينة لثمة حضرت اہل مدینہ نے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے قتل عام پر اسی لیے لوگوں کو اس پر بھڑکایا اور اس کی عمر میں برکت نہ ہو سکی۔ حضرت عیینہؓ کے بعد بہت سے حضرات اس کے خلاف کھڑے ہوئے اللہ فرما دیا جیسے کہ حضرت اہل مدینہ نے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)۔

(۲) "ارجار" یعنی "نامیبی" ہونے کے ساتھ ساتھ "مرجی" بھی تھا۔ چنانچہ سوال اول کے جواب میں حافظ ابی کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصریح اس کے بارے میں گزر چکی ہے اور "ارجار" کی تفصیل بھی وہی مذکور ہے۔ اور یہی اس کی بدعقلی سواس کے اعمال قبیحہ اور کثرت شیعہ کی تفصیل اس مقالہ کے ادراک پر ہے۔ اب خود ہی سچ لیجئے کہ ایسے نابکار اور نالائق شخص کی محبت کد م بھرنے اور اس کے گم گمان کیا کسی سلاطین کو زیبے تیا ہے؟

حافظ ابن تیمیہؒ کا فتویٰ یزید سے محبت کے بارے میں | حافظ ابن تیمیہؒ نے ٹھیکہ ہی لکھا ہے کہ:

وأما ترك محبته فلا أن المحبة الخاصة إنما تكون للنبيين والصالحين انبياء، صدقيين، شهداء، وصالحين ترك محبة ياتي به اور يتركه
والشهداء والصالحين وليس واحداً شمار ان میں سے کسی زمرہ میں بھی نہیں۔ نبی علیہ السلام کو دشمنی
منهم وقد قال النبي ﷺ سلم ہے کہ "انسان کا حشر ان ہی لوگوں کے ساتھ ہو گا جن سے محبت
المرء مع من أحبه ومن آمن بالله واليومر ہوگی: اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان

الافخرا يختارون یکن مع یزید ولا رکھتا ہے وہ اس بات کو پسند ہی نہیں کریگا کہ
مع أمثاله من الملوك الذين اس کا حشر نرید یا اس جیسے بادشاہوں کے ساتھ ہو
لیسوا بعد لیث۔ جو عادل نہیں تھے۔

رواض و نواصب دونوں راہ ہدایت سے دور ہیں | اخیر میں ہم اتنا اور عرض کریں گے
کہ احادیث میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو ”خوم ہدایت“ بنایا گیا ہے
ارشاد ہے :

أصحابي كالنجوم بأيهم میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں اویں سے
اقتديتم اهتديتم۔ جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ اس روایت
رواہ رزین۔ کہ
کو رزین نے نقل کیا ہے۔

اور اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم کو ”کشتی نوح“ سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جو اس میں
سوار ہوگا بکرمذلات میں غرق ہونے سے بچے گا۔ ارشاد ہے۔

الا إن مثل اهل بيتي فيكم یاد رکھو یہ اہل بیت کی مثال تمہارے لیے ایسے
مثل سفينة نوح من ركبها ہے جیسے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی تھی کہ جو اس
بچاؤ من تخلف عنها میں سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جو اس میں سوار
ہلک۔ رواہ احمد۔ کہ
ہونے سے رہ گیا وہ ہلاک ہوا اس حدیث کو امام
احمد نے روایت کیا ہے۔

مطلب صاف ہے جو لوگ ”سفینۃ اہل بیت“ سے دور رہے جیسے خوارج اور نواصب
کہ ”اہل بیت“ کے دشمن ہیں، ان کو کافر کہتے اور ان سے بغض و عناد رکھتے ہیں وہ اولیٰ ہلہ
ہی میں غرق دریاے مذلات ہوئے اور جو کشتی میں تو سوار ہوئے مگر صحابہ کرام
رضی اللہ عنہم کی منیا پاشی سے کہ ”خوم ہدایت“ ہیں انہوں نے رہنمائی حاصل نہ کی۔ جیسے
رواض ہیں تو اندھیرے اوتار کی کی وجہ سے میں خود ہار میں جا کر ان کی کشتی بکرمذلات میں
غرقاب ہوئی اور اہل سنت جماعت امام فخر الدین رازی کے الفاظ میں :

لے مجموعہ فتاویٰ اجماعیہ ج ۴، ص ۴۸۱۔ کہ مشکوٰۃ باب مناقب الصحابة، الفصل الثالث
لے باب مناقب اہل بیت النبوی ص ۱۷۱ مشکوٰۃ ص ۴۸۱، الفصل الثالث (مشکوٰۃ)

نحن معاشر أهل السنة بجماد الله ہم گروہ اہل سنت "بحمد اللہ مجتہد اہل بیت کے
 رحمتنا سفینة محبة أهل البيت سفینہ رحمت سوار ہیں اور اصحاب بی بی اہل بیت علیہم السلام کے
 واهتدینا بنجم هدی صاحب النبی نجم ہدایت سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں اس لیے امیدوار
 علی الله علیہ وسلم فزجوا النجاة من ہیں کہ قیامت کی پہون کیوں اور جہنم کے طبقات سے
 احوال القیامت ودرکان الجحیم ہیں نجات ملے گی اور وہ ہدایت ہیں عطا ہوگی جو
 والحمدایہ إلہی ما یوجب درجۃ جنت کے درجۃ اور دائمی نعمت کو واجب کر دیتی ہے۔
 الجنان و النعیم المقیم۔

محدث ملا علی قاری رحمہ اللہ علیہ نے "مرقاۃ شرح مشکوٰۃ" میں حدیث سفینہ نوح
 کی تشریح میں امام رازنی کی تفسیر کبیر سے ان کی یہ عبارت نقل کی ہے یزید پلید نے
 نہ اہل بیت نبوی کی لاج رکھی نہ صحابہ کرام کی، اس لیے اب جو اہل سنت کے زمرہ نئے خارج
 ہو کر نواصب کے گروہ شقاوت پرندہ میں داخل ہونا چاہتا ہے وہ شوق سے یزید پر اپنی
 جان بچاؤ کرے اپنا مال نثار کرے اور اس کی مذہبی کو اپنا شعار بنائے۔

ان ساری تفصیلات سے اب یہ بات روز بروز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ مسائل نے
 استفتار میں جو بارہ سوالات قائم کیے ہیں وہ سب واپسی تباسی مشتبہا پر مبنی ہیں۔ واقعہ
 میں ان کی کوئی اصل نہیں ہے اور ان سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توہین و تمذیل
 اور تحقیق و جمیل میں کوئی کسر باقی نہیں رہتی۔ اس لیے ایسے امور کو حقائق باور کرنے والا بنگا
 نامی، فاسق اور بدعتی ہے اور اہل سنت کے زمرہ سے خارج اور واجب التعزیر ہے
 ایسا شخص نہ امامت کے لائق ہے، نہ خطابت کے۔ اس کے نیچے نماز مکروہ تحریمی ہے
 واجب الامارہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب والمحمد لله أولاً و آخراً

کتبہ الفقیر الی اللہ تعالیٰ محمد عبدالرشید النعلانی فخر اللہ ذنوبہ

۲۰ جولائی تا ۲۱ ستمبر ۱۴۰۰ھ

فهرست مراجع

۱

احکام القرآن - از جصاص

ص ۳۶۱ - ۱۳۰

إحياء علوم الدين - از غزالی

ص ۱۲۷ - ۱۶۲

أخبار الدول - از ابوالعلاسن کرمانی

ص ۱۲۸

الإختیار لتعلیل المختار - ص ۱۳۰

إرشاد الساری - از علامه محمد قسطلانی

ص ۹۳ - ۱۹۸

إزالة الخطأ فی رد کشف الظنار

از مولانا غلام ربانی - ص ۱۳۸

أسماء الخلفاء والولاة و ذکر مبدءهم

از ابن خزم - ص ۴۲

اسماء رجال مشكوة - از خطیب تبریزی

ص ۱۷۷

أشقة المتعاش - از شیخ عبدالحق دهلوی

ص ۱۶۳

الإصا به فی تمییز الصحابة از ابن حجر عسقلانی

ص ۹۱ - ۱۵۲ - ۱۹۸

أصول الدين - از ابوالیسر بن دوی

ص ۱۷۵

الأغانی - از ابی الفرج اصبهانی

ص ۱۰۳

إفادة الأخبار ببراءة الأبرار -

از محمد عربی تبانی - ص ۹۹

الأمم البصيدة کی سیاسی زندگی -

از مناظر حسن گیلانی - ص ۶۱

الإمامة والسياسة - ص ۱۰۳

إمداد الفتاوى - ص ۱۸۴

انساب الأشراف - از بلاذری

ص ۱۰۳ - ۱۰۸

ب

ألبداية والنهاية - از ابن کثیر

ص ۳۲ - ۳۶ - ۵۹ - ۶۰ - ۶۱ -

ص ۶۹ - ۹۷ - ۹۸ - ۹۹ - ۱۰۹ - ۱۲۱ -

ص ۱۳۸ - ۱۵۲ - ۱۷۰ - ۱۷۱ - ۱۸۰ -

ص ۱۹۲ - ۱۹۸

البدد الطالع - از قاضی شوکانی

ص ۱۳۰ - ۱۸۸

بذل المجهود فی حق أبي داود - ص ۸۰

بشارتِ مغفرت کے امین یزید بن معاویہ
سے متعلق ایک اہم استفادہ۔

ص - ۱۸۴

بنیۃ الرائد فی شرح العقائد۔

از صدیق حسن خاں صاحب۔

ص - ۱۸۵

ت

تلج العروس - از زبیدی ص - ۱۸۴

تاریخ ابن خلدون - ص - ۳۲

تاریخ ابن خلکان۔

ص - ۱۲۴ - ۱۲۸ - ۱۲۹

- تاریخ ابن عساکر - ص - ۱۱۵

تاریخ ابن کثیر ص - ۱۰۱ - ۱۵۵

تاریخ الخلفاء از سیوطی -

ص - ۴۰ - ۸۶ - ۸۸ - ۸۹ - ۱۳۴

۱۵۲ - ۱۳۵

تاریخ صغیر - از امام بخاری -

ص - ۱۵۶ - ۱۵۷ - ۱۵۸

تاریخ طبری

ص - ۱۵۲ - ۱۵۵ - ۱۹۲ - ۱۹۸

التاریخ الکبیر - از امام بخاری

ص - ۱۷۱

الشمسہ - از - ابوالمظفر الاسفرائینی

ص - ۱۶۸

تحریر الشہادتین - از سلامت اللہ کاشفی

ص - ۱۳۵ - ۱۳۷

تحفۃ اثناعشریہ - از شاہ

عبدالعزیز - ص - ۱۳۵ - ۱۳۶

- تذکرۃ الحفاظ - للذہبی - ص - ۱۲۳

- تجلیل المنفقہ - از ابن حجر

ص - ۱۱۳ - ۱۱۴

تفسیر ابن ابی حاتم - ص - ۵۷

تفسیر کبیر - از امام رازی - ص - ۲۰۱

تفسیر مظہری - از قاضی ثناء اللہ

پانی پتی - ص - ۱۲۰ - ۱۲۱

النتہیات الالہیۃ - از شاہ ولی اللہ

ص - ۲۷ - ۲۸

تقریب التہذیب - از ابن حجر

ص - ۱۰۱

تکلیل الایمان - از شاہ عبدالحق دہلوی

ص - ۲۷ - ۳۰ - ۳۳ - ۱۳۶

تہذیب التہذیب - ابن حجر -

ص - ۱۱۱ - ۱۱۴

تہذیب الکمال - از - مزنی - ص ۱۱۱

تیسیر القاری - از شیخ نورالحق دہلوی

ص - ۴۷ - ۶۴ - ۷۱ - ۷۳

۷۴ - ۱۸۴

ج

جامع الترمذی - ص - ۹۲ - ۱۵۷

۱۵۸ - ۱۶۳ - ۱۷۲ - ۱۷۸

جہزۃ أنساب العرب - ص - ۴۲

جوامع السيرة - از - ابن حزم

ص - ۴۵

الجواهر المصفیة - از - عبدالقادر غفری

ص - ۱۴۱

ح

حاضر العالم الاسلامی - از - امیر

شکيب أرسلان - ص - ۱۹۵

حجة الله البالغة - از - شاه ولی اللہ

ص - ۲۹

حسن العقيدة - از - شاه عبدالعزیز

ص - ۱۳۶

حیوة الخیران - از - علامہ کمال الدین

دمیری - ص - ۱۲۸

حیات سیدنا یزید - ص - ۳۶

خ

خلاصة الفتاوی - از - امام ظاہری

امجد بخاری - ص - ۱۳۰ - ۱۳۲

خلافت معاویہ و یزید - محمود احمد عباسی

ص - ۱۲ - ۱۸ - ۱۵۱ - ۱۹۵

د

دلائل النبوة - از - بیہقی

ص - ۱۷۸

دول الإسلام - از - ذہبی - ص ۸۸

ر

الروض الباسم فی الذب عن سنی

ابی القاسم - از - حافظ محمد بن

ابراہیم وزیر میانی -

ص - ۱۲۵ - ۱۲۶ - ۱۹۹

ز

زجر الشبان والشیبة عن ارتکاب

الغیبة - از - مولانا عبدالحی فرنگی محل

ص - ۱۳۰

س

سنن ابن ماجہ - ص - ۱۷۲

سنن ابی داؤد -

ص - ۷۹ - ۹۳ - ۱۹۵

سنن دارمی - ص - ۸۳

سنن نسائی - ص - ۵۱ - ۹۲

سیر أعلام النبلاء - از - ذہبی

ص - ۱۷۰ - ۱۹۹

شذرات الذہبی - از - عبدالحی ابن

عبد حسینی - ص - ۱۶۳

۴- صحیح مسلم - ص - ۶۷ - ۷۶

۵۸ - ۸۰ - ۸۶ - ۱۵۷

۵- الصواعق المحرقة - از ابن جریر

ص - ۱۷۴ - ۱۷۵ - ۱۸۹

ط

طبقات ابن سعد - ص - ۱۲۶

۱۳۷ - ۱۳۹ - ۱۹۵

ع

۱- العقائد الطحاوی - ص - ۲۶

۲- عقائد نسفی - ص - ۱۸۵

۳- العلم الشامخ فی تفصیل الحق علی

الآباء والشافع - از صالح بن مهدی

مقبلی - ص - ۱۸۸

۴- عمدة القاری شرح صحیح البخاری

ص - ۶۳ - ۷۲ - ۸۱

۵- العواصم من القواصم - از ابن العربی

ص - ۱۰۸ - ۱۱۳

۶- العواصم والقواصم فی الذب عن

سنة ابی القاسم - از وزیر یانی

ص - ۱۳۰

ف

۱- فتاویٰ بزازیه - از ابن البرز

ص - ۱۳۲

۲- فتاویٰ عزیزی - از شاه مبلد عزیزی

ص - ۱۱۰ - ۱۳۳

۶۶- شرح تراجم ابواب البخاری -

از شاه ولی الله دهلوی

ص - ۳۸ - ۳۹

۶۷- شرح سیر کبیر - از شمس الدین سرخی

ص - ۹۱

۶۸- شرح صحیح مسلم - از نووی

ص - ۶۸ - ۸۷ - ۱۲۳

۶۹- شرح عقائد نسفی - از ملا سعد الدین

تفتازانی - ص - ۸۸ - ۱۳۵

۷۰- شرح فارسی صحیح بخاری - از شیخ الاسلام

دبلیوی - ص - ۴۷ - ۶۳

۷۱- شرح مقاصد - از تفتازانی -

ص - ۱۳۸

۷۲- شبیه کر بلا - از مفتی محمد شفیع صاحب

ص - ۱۸۱

۷۳- شہداء کر بلا پر افتراء - از مصنف

ص - ۹۶ - ۱۶۹

ص

۱- صحاح ستہ - ص - ۱۱۳

۲- صحیح ابن حبان - ص - ۸۷ - ۱۶۲

۳- صحیح بخاری - ص - ۳۰ - ۴۷

۴۸ - ۴۹ - ۵۵ - ۵۶ - ۶۱ - ۶۲

۶۶ - ۶۷ - ۶۸ - ۷۰ - ۷۱ - ۷۲

۷۵ - ۸۲ - ۸۳ - ۸۶ - ۸۷

۹۲ - ۹۵ - ۹۶ - ۱۱۱ - ۱۱۳

۱۸۵ - ۱۹۱

فتح الباری - از ابن حجر

ص - ۲۶ - ۲۹ - ۵۱ - ۵۲ -

۵۳ - ۵۴ - ۵۸ - ۶۸ - ۷۱ -

۷۳ - ۷۵ - ۷۶ - ۷۸ - ۸۰ -

۸۳ - ۸۵ - ۸۶ - ۸۷ -

۱۵۳ - ۱۵۴

الفتح الکبیر فی فہم الزیادۃ الی المایع البغیر

ص - ۳۰ -

الفرع النامی من الاصل السامی -

از نواب صدیق حسن خان - ص ۱۶۱

فصل الخطاب - از خواجه محمد یار سب

لشندی - ص - ۱۶۰

الفصل فی الملل والأہواء والنحل

از ابن حزم - ص - ۱۶۱ - ۱۶۲

الفوائد البہیة فی طبقات الخنفیة -

از مولانا علی بن فریحی محلی - ص - ۱۳۱

فواتح الرحموت شرح سلم الشہوت -

از علامہ بحر العلوم رحمہ اللہ -

ص - ۱۸۳

ک

کامل ابن اثیر -

ص - ۳۳ - ۳۵ - ۱۰۵ - ۱۰۶ -

۱۰۸ - ۱۶۲ - ۱۶۵ - ۱۶۶ -

کتاب الإتحاف بحب الاشراف -

از عبد اللہ بن محمد شبراوی -

ص - ۴۲ -

کتاب الأذکار - از نووی -

ص - ۱۲۵ -

کتاب الانساب - از سبحانی

ص - ۱۳۱ -

کتاب الثقات - از ابن حبان

ص - ۱۱۲ -

کتاب الزہد - احمد بن حنبل

ص - ۱۰۸ - ۱۱۱ - ۱۱۳ - ۱۱۴ -

۱۱۹ - ۱۲۲

کتاب العالم والمتعلم - از امام

ابو صیفیہ - ص - ۱۴۳

الکلب الداری شرح صحیح بخاری

از علامہ محمد یوسف کرمانی ص ۱۶۵

ل

۹۴ - لسان المیزان - از ابن حجر

ص - ۱۱۵ - ۱۱۹ - ۱۶۸ -

م

مجمع الزوائد - ص - ۱۰۶ - ۱۲۷

مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ -

ص - ۱۱۳ - ۱۲۰ -

مقدمہ ابن خلدون - ص - ۱۱۰
مکتوبات سید احمد - از سید احمد شہید

ص - ۱۸۳

مکتوبات شریفہ - از مجدد العالی

ص - ۱۸۲

مکتوبات قاسمی - دربارہ شہادت

حسین - ص - ۱۹۹

مناقب السادات - از قاضی

شہاب الدین دولت آبادی

ص - ۱۳۵

المفتی - للذہبی - ص - ۹۸ - ۹۹

منہاج السنۃ - از ابن تیمیہ

ص - ۳۵ - ۴۸ - ۵۹ - ۱۱۰

موارد النظار - از ذوالنورین

ص - ۱۴۲

میزان الاعتدال - للذہبی

ص - ۵۱ - ۱۱۳

ن

انکسار علی الأطلال -

از ابن حجر - ص - ۱۱۵

محاضرات تاریخ الاسلام الاسلامیہ

از محمد خنری - ص - ۱۶۶

المحلی از ابن حزم - ص - ۶۳

معارج النبوة - از شیخ عبدالحق

محمد دہلوی - ص - ۸۲

مراسیل ابی داود - ص - ۱۱۳ - ۱۱۵

المرقاة شرح مشکوٰۃ - از عبدالحق

محمد دہلوی - ص - ۱۴۳ - ۲۰۱

مستخرج اسماعیلی - ص - ۵۶ - ۶۸

مسند ابی یعلیٰ - ص - ۵۷ - ۵۸ - ۱۱۷

مسند احمد - ص - ۳۲ - ۵۱

ص - ۶۳ - ۶۹ - ۷۹ - ۱۱۳ - ۱۱۴

ص - ۱۴۲ - ۱۴۳ - ۱۴۸

- مسند بزار - ص - ۷۲

- مشکوٰۃ شریف از خطیب تبریزی

ص - ۲۶ - ۳۰ - ۹۳ - ۹۴

ص - ۱۶۳ - ۱۶۴ - ۱۶۸ - ۲۰۰

مطالب المؤمنین - ص - ۱۳۰

المستمد فی الاصول - از ابی یعلیٰ

ص - ۱۲۰

معجم البلدان - از یاقوت حموی

ص - ۸۵

معجم الصحابة - از امام بغوی

ص - ۱۷۱

معجم طبرانی - ص - ۷۳ - ۷۷ - ۸۴

مفتاح النجا - از مرزا محمد بخش

ص - ۱۳۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

SEMINAR ON
Islam and Orientalists
21 to 23rd February, 1982
DARUL MUSANNIFEEN (SAIB Academy)
AZAMGARH (INDIA)

الإسلام والمبشرون

مذہب علمیت

۶۶-۶۷ مارچ ۱۹۸۲ء الموافق ۲۱-۲۳ مارچ ۱۴۰۲ھ
دار المصنفین (الأكاديمية عند اعظم كره الهند)

Ref No _____

Date _____

الاشارة
تاریخ ۲۶ شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ

محبت گرامی منزلت، و نامنل گرامی مولانا عبدالرشید نعمانی صاحب زیدیت مآثرہ،
السلام علیکم درقمہ اندوہ برکاتہ، آپ کا ۹ رجب کا مودت نامہ، جو غالباً کسی ذریعہ سے
بھیجا گیا تھا، اور ایک نسخہ "المنزب الاعظم" جس پر آپ کی تخریج ہے، اور ایک نسخہ
"شہداء کر بلا پر افتراء" کا ایک مہینہ سے زائد تاخیر کے ساتھ مولانا منظور صاحب کے
یہاں سے ملا، "شہداء کر بلا پر افتراء" کا ایک نسخہ اس سے پہلے مل چکا تھا، اور میں
اس کی رسید دینے نہیں پایا تھا کہ دوسرے نسخہ مل گیا، میری طرف سے ان دونوں کے انقدر
ہدیہ پر دلی شکر قبول کیجئے۔ خاص طور پر "شہداء کر بلا پر افتراء" آپ کی ایک بڑی خدمت
ہے، اللہ تعالیٰ اہل بیت مظلومین کی طرف سے اور عترۂ نبویہ کی طرف سے آپ کو بہترین جزا عطا
فرمائے، میں عرض سے اس کی ضرورت محسوس کر رہا تھا، اللہ کا شکر ہے کہ ایک محقق فاضل کا
قلم جس کو اللہ تعالیٰ نے حمایت دینی کے ساتھ توازن و اعتدال کی دولت بھی نصیب
فرمائی ہے اس موضوع پر اٹھا، اللہ تعالیٰ آپ کی سب سے مشکور فرمائے۔

عزیزی محمد ثانی مرحوم جو میری قوت بازو، اور فخر خاندان تھے، کے انتقال کے
سلسلہ میں آپ کی مخلصانہ تعزیت کا شکر گزار ہوں، و وقاکم اللہ کل مکروہ
برادر محترم پر و فیسرح محمد عبد الغنی صاحب کی علالت کا حال شکر تردید ہوا،
اللہ تعالیٰ ان کو صحت و عافیت عطا فرمائے، میرا سلام پہنچا دیں۔

آپ کا ہم استاد اور محب
ابوالحسن علی

۵ جون ۱۹۸۲ء

اکابر صحابہ

شمس الدین محمد بن ابی بکر صدیقؓ کے بارے میں احادیث و روایات

اور

شہداء کربلا پر افتراء

[شمس الدین محمد بن ابی بکر صدیقؓ کے بارے میں احادیث و روایات]

شیخ الحدیث مولانا محمد رفیع الدین صاحب دہلی

ناشر

ڈاکٹر نور محمد لاہور

مکتبہ رشیدیہ

الرحیمہ کتب خانہ

لاہور، پاکستان، پتہ: لاہور

کراچی ۱۹۹۰ء

ناصبیت

تحقیق کے بغیر نہیں

محمد احمد عباسی کے بارے میں احادیث و روایات

بہت سے فقہ کا ماحول اور تحقیق کے ساتھ

ناشر

ڈاکٹر نور محمد لاہور

مکتبہ رشیدیہ

الرحیمہ کتب خانہ

لاہور، پاکستان، پتہ: لاہور

کراچی ۱۹۹۰ء

الإيمان والفلاح

وكتبتہ المسكن

مکتبہ

مکتبہ رشیدیہ

مکتبہ رشیدیہ

ولد محمد ۱۳۳۳ھ و توفی بکراچی سنہ ۱۴۲۰ھ
 ولید: مکتبہ رشیدیہ، لاہور، پاکستان، پتہ: لاہور
 مکتبہ رشیدیہ، لاہور، پاکستان، پتہ: لاہور
 مکتبہ رشیدیہ، لاہور، پاکستان، پتہ: لاہور

مکتبہ

مکتبہ رشیدیہ

مکتبہ رشیدیہ

مکتبہ رشیدیہ، لاہور، پاکستان، پتہ: لاہور

مکتبہ

مکتبہ رشیدیہ

مکتبہ رشیدیہ

مکتبہ رشیدیہ، لاہور، پاکستان، پتہ: لاہور

کراچی ۱۹۹۰ء

المدخل في اصول الحديث

فہم لا علم لہما کہ بعد از محمد بن عبد اللہ الخلیفہ

الشیخ فیصل بن عبد اللہ بن عبد اللہ

رحمہ اللہ تعالیٰ

تبصرہ

المدخل فی اصول الحديث لہما کہ بعد از محمد بن عبد اللہ الخلیفہ

بہت سے فقہ کا ماحول اور تحقیق کے ساتھ

ناشر

ڈاکٹر نور محمد لاہور

مکتبہ رشیدیہ

الرحیمہ کتب خانہ

لاہور، پاکستان، پتہ: لاہور

کراچی ۱۹۹۰ء